Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE
فاطمہ ادریس

زخرف

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

از قلم فاطمہ ادریس

All Rights Reserved

Copyright: Fatima Idrees (Author)

Published by: Safar-e-Adab

Published On: safareadab.com

To get published with us, contact us via email or website:

safareadab.com

khanumaira@safareadab.com

adab@safareadab.com

Note: We don't charge anything to publish online. If anyone charges any kind of fee in order to publish your write-ups in the name of Safar-e-Adab, please don't try to go ahead with them and immediately report them using the contact us button on our website. Thank you

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

ضروری بات

زخرف کے تمام جملہ حقوق لکھاری "فاطمہ ادریس" کے نام محفوظ ہیں۔ کہانی کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں کسی دوسرے پلیٹفارم یا سوشل میڈیا پر پوسٹ کرنے سے پہلے لکھاری کی اجازت درکار ہو گی۔ بغیر اجازت کہانی کا استعمال کرنے والوں پر سخت کاروائی کی جا سکتی ہے۔

اس کہانی اور اس میں موجود کردار محض تصوراتی ہیں۔ کسی بھی حقیقی کہانی یا انسان سے ان کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ کسی بھی طرح کی مشابہت کو اتفاق سمجھا جائے۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

قسط نمبر:06

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

اس کی آنکھ ایک جھٹکے سے کھلی۔ آنکھوں کے سامنے صرف سفید رنگ تھا۔ دور دماغ میں اٹھنے والا درد ابھی بھی دھیرے دھیرے سے رینگ رہا تھا۔ سامنے کی سفید روشنی اس کی آنکھوں کو تکلیف دے رہی تھی۔ اس نے آنکھیں دوبارہ بند کر لیں۔ دماغ کچھ بھی سوچنے سے قاصر تھا۔ اسے اپنا آپ کسی نرم شے پر محسوس ہو رہا تھا۔ وہ کہاں ہے اور کیوں ہے؟ دور کہیں رینگتا دماغ کا درد سانپ کی طرح اپنا ڈنگ باہر نکالتا تھا اور پورے دماغ میں ایک تکلیف کی شدید لہر سی دوڑنے لگتی تھی۔ وہ جم گئی تھی۔ اسے فون آیا تھا۔ اسے کس کا فون آیا تھا؟ یوں جیسے وہ سانپ اس کی یاداشت کے دروازے کے سامنے بیٹھ گیا تھا اور اسے اُس پار جانے نا دینا چاہتا تھا۔ اسے کس کا فون آیا تھا؟ اس نے آنکھیں بند کیے ہی زور سے اس دروازے کو دھکیلنا چاہا۔ سانپ مسلسل اپنے ڈنگ سے اسے خوف زدہ کر رہا تھا۔ ہاں اسے ایذا کا فون آیا تھا۔ دروازہ کھل کر ہلکی سی روشنی اسے دکھائی دینے لگی تھی۔ ایذا نے کیا بولا تھا؟ وہ کسی ایکسیڈینٹ کی بات کر رہی تھی۔ کس کا ایکسیڈینٹ ہوا تھا؟ کیا اس کی زندگی میں کوئی تھا جس کو تکلیف پہنچنے سے اسے کوئی فرق پڑے؟ کیا اس کی زندگی میں کوئی اپنا تھا؟ وہ مسلسل اس دروازے کو دھکیل رہی تھی۔ سانپ اب دھیرے دھیرے سے سرکنے لگا تھا۔ وہ ایک آخری دھکا تھا اور دھڑم۔ سارا دروازہ کھل گیا۔

"زی کے بی کا ایکسیڈینٹ ہوا ہے۔" ایک جھٹکے سے زخرف کی آنکھیں پھر سے کھل گئیں۔ اس کی آنکھوں کے کٹورے خوف سے بھرنے لگے۔

"زی کے بی کا بہت برا ایکسیڈینٹ ہوا ہے۔" زخرف نے اپنا بھاری ہوتا سر گھما کر اپنے ارد گرد دیکھنا چاہا۔ طبیعت پر بھاری پڑنے والی بو اس کے نتھنوں میں گھس رہی تھی۔

"کے بی کا ایکسیڈینٹ ہوا ہے، بہت برا ایکسیڈینٹ۔" وہ ہسپتال کا کمرہ تھا۔ اس نے سر اٹھا کر اپنے وجود پر نظر ڈالی۔ وہ جِم کے کپڑوں کی بجائے ہسپتال کے گاون میں ملبوس تھی۔ اس نے اپنا دایاں ہاتھ اٹھانا چاہا لیکن شاید وہ کسی شے میں جکڑا ہوا تھا۔ اس نے ہلکا سا سر اٹھا کر دیکھا۔ وہ نالیوں میں جکڑا تھا۔ ایک بے رنگ سا مایا نالیوں سے ہوتا اس کے جسم میں داخل ہو رہا تھا۔ وہ بمشکل اپنی دائیں جانب وزن ڈال کر اٹھ بیٹھی۔ نظریں اپنے بائیں ہاتھ کی نالیوں پر تھیں۔

"بابا۔۔۔۔" اس کی زبان نے بے ساختہ بولا۔ ان نالیوں کو دیکھتے ہوئے اس کی بائیں آنکھ سے دو تین آنسوں گر کر اس کے گاون میں جذب ہو گئے۔ اس نے دایاں ہاتھ بڑھا کر ایک جھٹکے سے ساری نالیاں کھینچ دیں۔ کیا وہ نالیاں کھینچنے

سے اس کے جسم میں درد ہوا تھا؟ اسے کچھ بھی محسوس نہیں ہوا تھا۔ اس نے اپنے ننگے پیر نیچے زمین پر رکھے تو اس کا جسم فرش کا سرد پن بھی محسوس کرنے سے قاصر رہا۔ وہ بیڈ سے نیچے اتری تو ایک شدید چکر آیا۔ اس نے زور سے بیڈ کے کنارے کو تھام لیا۔ ذرا سنبھل کر وہ دروازے کی جانب بڑھی۔ اس کے کپکپاتے ہاتھوں نے دروازے کے ناب کو چھوا ہی تھا کہ باہر سے کسی نے دھکیل کر دروازہ کھولا۔ وہ نرس تھی۔ دوائیوں کی ٹرے ہاتھ میں تھامے دروازے کے اس جانب کھڑی تھی۔

"آپ اُٹھ کیوں گئی ہیں؟ آپ کو نروس بریک ڈاون ہوا ہے، آپ کو ابھی آرام کی ضرورت ہے۔" نرس فوراً اس کی جانب بڑھی۔

"ہٹو مجھے جانے دو۔" وہ دوائیوں کے زیر اثر بھاری آواز میں بولی۔

"چلیں اندر۔" ایک ہاتھ میں ٹرے سنبھالتے ہوئے نرس نے دوسرے ہاتھ سے زخرف کا بازو پکڑا۔ زخرف نے اپنے دونوں ہاتھوں سے نرس کو زور سے پیچھے کو دھکا دیا۔

"میں نے کہا پیچھے ہٹو۔" وہ ایک دھاڑی۔ نرس اس حملے کے لیے تیار نا تھی۔ وہ اپنی ٹرے سمیت پیچھے کی جانب گری۔ ساری دوائیاں زمین پر گر کر بکھر گئیں۔ طبیعت پر بھاری پڑنے والی بو میں مزید اضافہ ہو گیا۔ نرس پیچھے سے مسلسل چِلا رہی تھی لیکن زخرف ننگے پیر ہی سامنے کو بھاگ گئی۔ وہ ایک چھوٹا سا اور پرائیوٹ ہسپتال تھا۔ اردگرد کوئی سٹاف نظر نا آتا تھا۔ یہ گراونڈ فلور تھا لہذا وہ جلد ہی ہسپتال سے باہر نکل آئی۔ باہر سڑک پر آ کر اس نے اِدھر اُدھر نظر گھمائی۔ ہسپتال کے قریب ایک پان کی دکان پر چھوٹا سا ٹی وی چل رہا تھا۔ دو تین لڑکے منہ میں پان ڈالے ٹی وی پر چلنے والی بریکنگ نیوز سن رہے تھے۔ زخرف دوڑتی ہوئی وہاں قریب آئی۔ وہ اس بات سے لاغرض تھی کہ کون اسے کیسے دیکھ رہا ہے۔

ٹی وی پر چلنے والی خبر کے مطابق یوسف مرجان کو قریب ہی ایک ہسپتال میں رکھا گیا تھا۔ زخرف جانتی تھی کہ وہ ہسپتال یہاں سے قریب ہی ہے۔ وہ سامنے سڑک پر دوڑنے لگی۔ لوگ اس کی جانب دیکھتے ہوئے اسے پاگل لڑکی سمجھ رہے تھے۔ وہ اپنے ماحول اور اردگرد رک کر مڑ کر اسے دیکھنے والے لوگوں سے بے نیاز دوڑتی جا رہی تھی۔ دوڑتے ہوئے اسے ننگے پیروں میں کئی چیزیں چبھ رہی تھیں لیکن اسے کوئی تکلیف محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ پیر تو کیا اسے

پورے جسم میں کوئی تکلیف محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ جیسے پورا جسم سویا ہو۔ اور اگر جسم کا کوئی اکلوتا حصہ جاگ رہا تھا تو وہ دل تھا۔ اس حصے کی تکلیف شدید تھی۔ جیسے کوئی مسلسل کسی آری سے اسے کاٹ رہا ہو۔ کیا کسی اپنے کو کھونے کا خوف اتنا جان لیوا ہوتا ہے؟ کبھی یونہی سڑکوں پر یوسف بھی دیوانہ وار دوڑے تھے۔ کبھی ان کے پیر بھی پتھروں سے چھلنی ہوئے تھے۔ کیا ان کے دل نے بھی ایسی جان لیوا تکلیف محسوس کی تھی؟

اس دن یوسف مرجان کو لگا تھا انہوں نے اپنی بیٹی کو کھو دیا ہے۔ کیا زخرف نے بھی اپنے باپ کو کھو دیا تھا؟ یہ سوچ ہی اس کے دل کو دبوچ رہی تھی۔ اسے شدید تکلیف پہنچا رہی تھی۔ کاش وہ اپنے دل کو نوچ کر اپنے سینے سے نکال پھینک سکتی۔ کاش وہ خود کو اس تکلیف سے آزاد کر پاتی۔

مطلوبہ ہسپتال کے قریب ٹریفک ہر جانب پھنسا ہوا تھا۔ ہسپتال کے باہر پولیس، میڈیا اور عام لوگوں کا ایک بڑا ہجوم تھا۔ وہ لوگوں کو دیوانہ وار دھکیلتی آگے بڑھنے لگی۔ لوگ اسے پاگل لڑکی سمجھ کر پیچھے ہٹتے گئے۔ عام لوگوں کے آگے میڈیا اور ان کے کیمرے تھے۔ زخرف بھول گئی تھی کہ وہ ان کیمروں سے کتنا خوف کھاتی ہے۔ آج اسے یوسف کے علاوہ کچھ یاد نہ تھا۔ وہ میڈیا کے لوگوں کو بھی دھکیلتی آگے بڑھنے لگی۔ ایک کیمرا مین کے کیمرے سے ٹکرا کر اسے ٹھوکر لگی۔ اُس کا کیمرہ نیچے جا گرا۔ وہ اونچی اونچی کچھ بولنے لگا۔ ہر کوئی کہہ رہا تھا کہ وہ شاید یوسف مرجان کی کوئی دیوانی فین ہے۔ یوسف کے ہسپتال کے باہر ایک پاگل لڑکی کا یوں تماشا کرنا بھی میڈیا کے لیے ایک خبر تھی۔ میڈیا کے سارے کیمرے اب اس لڑکی کی جانب گھوم چکے تھے۔ وہ میڈیا کو دھکیلتی آگے آئی تو اب سامنے پولیس تھی۔ پولیس کی ایک بھاری نفری ہسپتال کے سامنے دیوار بنی کھڑی تھی۔ زخرف چاہ کر بھی ان کو دھکیل کر آگے نہیں جا سکتی تھی۔ اچانک اس کے چہرے پر کسی نے دوپٹا ڈال دیا۔ وہ ایذا تھی۔ اس نے اپنا دوپٹا اس کے چہرے پر ڈالا اور اسے کھینچ کر اس ہجوم سے نکالنے لگی۔ زخرف مزاحمت کر رہی تھی لیکن وہ اسے دھکیلتی اس ہجوم سے نکال لائی۔ زخرف مسلسل چیخ رہی تھی، چلا رہی تھی کہ اسے اندر جانا ہے۔ ایک جگہ رک کر اس نے زخرف کو زبردستی ایک بینچ پر بٹھایا اور اس کے وجود سے اپنا دوپٹہ آزاد کیا۔ یہ میڈیا کے لوگوں سے اوجھل جگہ تھی۔

"ایذا پلیز مجھے اندر جانے دو۔ ایذا ان سے کہو کہ مجھے اندر جانے دیں۔" موٹے آنسو اس کے رخساروں پر بہتے جا رہے تھے۔

"چپ بلکل چپ۔ تمہیں یوں ہسپتال سے بھاگ کر نہیں آنا چاہیے تھا۔ تمہارا نروس بریک ڈاون ہوا تھا زی، تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔ میں ہی پاگل ہوں جس نے تمہیں فون پر یہ سب بتا دیا۔" زخرف اس کی بات ان سنی کیے صرف ایک ہی بات دہرا رہی تھی کہ اسے اندر جانا ہے۔ ایذا اس کے پاس بیٹھی اور اسے کندھوں سے تھاما۔

"زی انہیں کچھ نہیں ہو گا۔ پلیز خود کو سنبھالو۔" لیکن وہ اس کی بات نہیں سن رہی تھی۔ ایذا نے اپنے پرس سے زخرف کا فون نکالا اور جہانگیر کو ملایا۔ جہانگیر کے مطابق زخرف کو اس وقت اندر لے جانا مشکل تھا۔ لیکن اس نے کہا کہ وہ اپنی طرف سے اسے اندر لے جانے کی پوری کوشش کرے گا۔

جلد ہی جہانگیر کے مطابق دو لوگ عام سے حلیے میں وہاں آئے اور ہسپتال میں پیچھے کے راستے سے انہیں اندر لے گئے۔ وہ تنگ سی کاٹھ کباڑ والی گلیاں تھیں۔ کیا یہ وہی ہسپتال تھا جہاں یوسف زخرف کو لے کر بھاگے تھے؟ فلحال زخرف کا دماغ کچھ بھی سوچنے سے قاصر تھا۔ تنگ گلیاں ختم ہوئیں تو آگے کاٹھ کباڑ سے بھرا ایک کھلا سا صحن تھا، جس میں تین ستون بنے تھے۔ جہانگیر اسی صحن میں کھڑا تھا۔ وہ دونوں آدمی وہیں سے پیچھے مڑ گئے۔ زخرف دوڑتی ہوئی جہانگیر کے قریب آئی۔

"جہانگیر بابا۔۔۔۔" جہانگیر نے افسوس سے اس کا چہرہ دیکھا۔

"بی بی فکر نا کریں وہ ٹھیک ہیں۔ اللہ نے اپنا کرم کیا ہے۔ انکا ایک بازو زخمی ہوا ہے۔ اللہ نے ہڈی بھی ٹوٹنے سے بچا لی ہے، صرف معمولی سا فریکچر ہے۔" وہ وہیں اپنا سر پکڑے ایک ستون کے ساتھ زمین پر بیٹھتی گئی۔ ایذا فوراً اس کے پاس جھکی۔

"میں پانی لے کر آتا ہوں۔" جہانگیر فوراً ایک دروازے کی جانب دوڑا اور اُس پار گم ہو گیا۔

"ایذا۔۔۔ اگر ان کو کچھ ہو جاتا۔۔۔۔ تو میں خود کو کبھی معاف نا کر پاتی۔ اگر ان کو کچھ ہو جاتا۔۔۔۔ تو میں مر جاتی ایذا۔۔۔ میں مر جاتی۔" وہ روتے ہوئے بولتی جا رہی تھی۔ ایذا نے اپنا سر اس کے سر سے ٹکا لیا۔ اس کی آنکھوں سے بھی آنسو گرتے زخرف کے بالوں میں جذب ہونے لگے۔ اس نے اپنا جوتا اتارا اور زخرف کے پیروں میں پہنا دیا۔

جہانگیر پانی کے گلاس کے ساتھ لوٹا اور زخرف کے پاس بیٹھ کر اس نے پانی اس کی جانب بڑھایا۔ زخرف نے فوراً گلاس تھاما اور اپنے لبوں سے لگایا۔ آدھا گلاس پی کر اس نے گلاس واپس جہانگیر کو پکڑا دیا۔ وہ اس کے کپکپاتے ہاتھوں کو دیکھ رہا تھا۔

"جہانگیر مجھے بابا کے پاس جانا ہے۔"

"بی بی ابھی ان کے پاس آپ کے سب رشتے دار موجود ہیں۔" وہ دھیرے سے بولا۔ زخرف خاموش ہو گئی۔ جہانگیر ہاتھ میں آدھا پانی سے بھرا گلاس تھامے اس سے کچھ فاصلے پر دوسرے ستون کے ساتھ بیٹھ گیا۔

زخرف اپنے گھٹنوں پر تھوڑی ٹکائے اپنے پیروں دیکھ رہی تھی۔ ایذا بھی نڈھال سی اس کے قریب بیٹھی تھی۔

"یہ سب میری وجہ سے ہوا ہے۔" جہانگیر کی لرزتی آواز پر ان دونوں نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ "میں شہر سے باہر تھا۔ کاش میں نا جاتا۔" وہ گلاس کو دیکھتا ایک ٹرانس میں بولتا جا رہا تھا۔ "سر کی حفاظت کرنا میری ذمے داری ہے۔ میں نے اپنی ذمے داری ٹھیک سے نہیں نبھائی۔ مجھے اس کے لیے معاف کر دیجئیے گا بی بی۔" زخرف خاموش رہی۔ جہانگیر نے ایک لمبی سانس کھینچی اور کھڑا ہو گیا۔

"میں آپ کو سر کے پاس لے جانے کا کوئی بندوبست کرتا ہوں۔" وہ بغیر اس سے نظریں ملائے اندر چلا گیا۔ زخرف اور ایذا یونہی خاموش بیٹھی رہیں۔

کچھ دیر بعد جہانگیر لوٹا۔

"آپ کے رشتے دار جا چکے ہیں۔ ڈاکٹر نے سب کو ہدایت کی ہے کہ کچھ دیر کے لیے سر کو کوئی ڈسٹرب نا کرے۔ آپ ان سے مل سکتی ہیں اب۔" زخرف کھڑی ہوئی لیکن اسے اپنی ٹانگوں میں جان نا محسوس ہوتی تھی۔ وہ بمشکل چلتی جہانگیر کے ساتھ اس دروازے کی جانب بڑھی۔ جہانگیر کے کہنے پر ایذا وہیں ٹھہر گئی تھی۔

دروازے کے پار صاف ستھرا سا کاریڈور تھا۔ اس کاریڈور کے آخر میں ایک سفید دروازہ تھا۔ جہانگیر اسے اس دروازے کے قریب لے آیا۔

"بی بی جب میں آپ سے باہر آنے کو کہوں گا تو آپ کو آنا ہو گا۔ ورنہ کوئی مسئلہ کھڑا ہو سکتا ہے۔" جہانگیر نے سفید دروازہ کھولا اور ایک طرف ہو کر اس کے لیے راستہ چھوڑ دیا۔

....

اس نے ہسپتال کے سفید سے کمرے میں قدم رکھے تو پیچھے سے دروازہ بند ہو گیا۔ سامنے بیڈ پر یوسف آنکھیں موندھے لیٹے تھے۔ ان کا بایاں بازو پٹیوں میں جکڑا ہوا تھا۔ چہرے پر بھی ایک دو جگہ بینڈج لگا تھا۔ ہلکی سی پیدا ہونے والی کھٹ پٹ پر انہوں نے دھیرے سے اپنی آنکھیں کھولیں۔ زخرف نے دونوں ہاتھ لبوں پر رکھ کر اپنی تکلیف دہ چیخ کو دبایا۔ وہ اسی کو دیکھ رہے تھے۔ وہ اپنے پیچھے دروازے کو جا لگی۔ خاموش آنسو بہتے جا رہے تھے۔

"زخرف۔۔۔ میرے پاس آو۔" انہوں نے دائیں ہاتھ سے اس کو اپنے قریب آنے اشارہ کیا۔ وہ اپنی جگہ پر پتھر بنی رہی۔ آنکھوں کے کٹورے پانی سے لدے تھے، اور یوسف کا وجود اسے دھندلا سا دکھتا تھا۔

"ایسے نہیں کرو زخرف، میرے پاس آو۔۔۔ دیکھو میں بلکل ٹھیک ہوں۔" وہ وہیں دروازے سے لگی نیچے بیٹھتی گئی۔ سر گھٹنوں میں دیے بنا آواز کے رونے لگی۔ یوسف تھوڑا سا سر اٹھائے اسے تکلیف سے دیکھ رہے تھے۔

"اگر تم ایسے روتی رہو گی تو مجھے بہت تکلیف ہو گی۔" زخرف نے سر اٹھا کر ان کو دیکھا۔ ہمیشہ وہی کیوں ان کی تکلیف کا باعث بنتی تھی؟ وہ دونوں ہاتھوں پر زور ڈال کر اٹھی اور چھوٹے قدم اٹھاتی ان کے قریب آئی۔ اس کی آنکھیں انکے پٹیوں میں بندھے بازو پر تھیں۔ انہوں نے دایاں ہاتھ بڑھا کر اسکا ہاتھ تھاما۔

"میں جھوٹ بولتی تھی بابا۔" اس نے اسی زخمی بازو کو نظروں کے حصار میں لیے بولنا شروع کیا۔ "میں آپ سے جھوٹ بولتی تھی، میں ایذا سے بھی جھوٹ بولتی تھی، علی مراد سے بھی اور یہاں تک کے خود سے بھی۔ میں نے ہمیشہ جھوٹ بولا ہے۔ میں نے ہمیشہ جھوٹ بولا کہ میں اپنے باپ سے نفرت کرتی ہوں۔ میں ہمیشہ سوچتی تھی کہ آپ سے شدید نفرت کے باوجود اس دن پہلی بار جب آپ میرے اپارٹمنٹ آئے تو میں نے کچھ کہا کیوں نہیں۔ میں کمزور کیوں پڑ گئی؟ آپ کے سینے سے لگ کر ساری رات روتی کیوں رہی۔ آج اسکا جواب مل گیا ہے۔ اور وہ یہ کہ زخرف نے کبھی یوسف مرجان سے نفرت نہیں کی۔" یوسف نم آنکھوں سے اسکا ہاتھ سہلا رہے تھے۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"زخرف یوسف مرجان سے کبھی نفرت کر ہی نہیں سکی۔ کوئی اپنی رگوں میں دوڑنے والے خون سے بھی نفرت کر سکتا ہے کیا؟ میں بہت بڑی جھوٹی ہوں بابا۔ میں نے ساری زندگی خود کو دھوکا دیا ہے میں بہت ظالم ہوں۔" اس نے ہچکی لیتے ہوئے یوسف کے چہرے کو دیکھا۔ وہ تکلیف سے اسے دیکھ رہے تھے۔ وہ ان کے ساتھ بیڈ پر بیٹھ گئی۔

"میں آپ کو پریشان کرتی ہوں نا؟ بہت زیادہ پریشان کرتی ہوں۔ اس دن میں نے آپ کو پھل بھی نہیں کھانے دیے۔ میں نے ایما کی خاموشی والی بات پر بھی آپ سے جھگڑا کیا۔ میں ہر وقت آپ سے جھگڑا کرتی ہوں۔۔"

"زخرف۔" انہوں نے اسے خاموش کروانا چاہا لیکن وہ چپ نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"اب ایسا نہیں کروں گی۔ آپ کو تنگ نہیں کروں گی۔۔۔" وہ ان کے چہرے کو دیکھتی کسی ٹرانس کی حالت میں بولتی گئی۔ یوسف خاموشی سے اسے سنتے رہے۔

....

رات کے اس پہر وہ لان میں رکھی کرسیوں پر بیٹھے تھے۔ قریب گھر کے آگے برآمدے میں ایک ہلکی سی بتی جلی تھی۔ افق دور خلا میں گھورتا کہیں کھویا سا لگتا تھا۔ سعد ہونٹوں کے بیچ سگریٹ دبائے فون کان سے لگائے دوسری جانب کی گفتگو سن رہا تھا۔ چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔ اس نے فون کان سے ہٹایا تو افق نے سر اس کی جانب گھمایا۔ سعد نے سگریٹ ہونٹوں سے نکالا اور پیروں میں پھینک کر جوتے سے اسے مسل دیا۔

"کیسا ہے یوسف مرجان؟" افق بے حد سرد آواز میں بولا۔

"بازو کی ہڈی فریکچر ہوئی ہے۔ امید کرتا ہوں اسے جلد سمجھ آجائے گی کہ اس کے ساتھ ایسا کیوں ہوا ہے۔"

"تمہارا دوسرا کام کر دیا ہے میں نے۔ اسے پکڑنا خاصا مشکل تھا لیکن کام ہو گیا ہے۔ کچھ ہی دیر میں وہ یہاں ہو گا۔" سعد افق کی بات پر خاموش رہا۔ اس نے فون میں گیلری سے ایک ویڈیو کھول کر چلائی۔ وہ کسی کمرے کے ہلکے سے کھلے دروازے سے بنائی گئی ویڈیو تھی۔ اندر زخرف کی پیٹھ دکھتی تھی۔ وہ کسی کو دیکھ رہی تھی لیکن وہ شخص دکھتا نا تھا۔ کچھ لمحوں بعد وہ شخص کیمرے کے سامنے نمودار ہوا۔ اس کے ہاتھوں میں دو شیشے کے گلاس تھے۔ سعد کئی دفعہ دیکھنے کے باوجود ہونٹ بھینچ کر وہ ویڈیو دیکھ رہا تھا۔ جب زخرف نے گلاس اس شخص کے سر پر مارا تو سعد ایک دم مسکرایا۔ افق

افسوس سے اسے دیکھ رہا تھا۔ پر سکون سے ماحول میں کچھ آوازیں پیدا ہوئیں تو سعد نے مڑ کر اپنے پیچھے دیکھا۔ دور کچھ آدمی نعمان یلغاری کو گھسیٹتے اسی جانب لا رہے تھے۔ نعمان یلغاری ان کے ہاتھوں سے خود کو چھڑوانے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔ اس کی آنکھوں پر کالی پٹی بندھی تھی۔ ہاتھ بھی پیچھے کر کے باندھے گئے تھے۔ سعد اپنی کرسی سے اٹھا۔ افتی پر سکون سا یونہی بیٹھا رہا۔ سعد چلتا ہوا ان کے قریب گیا۔

"چھوڑو مجھے، تم لوگ جانتے بھی ہو میں کون ہوں۔ بہت پچھتاؤ گے تم لوگ۔" وہ مسلسل چیخ رہا تھا۔ آدمیوں نے زبردستی اسے گھٹنوں کے بل گھاس پر بٹھایا۔ سعد اس کے قریب پہنچ کر جھک کر اس کے قریب بیٹھا۔

"تم جانتے ہو وہ کون تھی جس کے ساتھ تم نے بد تمیزی کی؟" سعد کی آواز بے حد دھیمی مگر سرد تھی۔ اس آواز پر نعمان یلغاری نے اپنی مذاہمت روک دی۔

"کون ہو تم؟ اور مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

سعد نے کوئی جواب نا دیا۔ ایک ہاتھ بڑھا کر نعمان یلغاری کو اس کے بالوں سے پکڑا۔ اس کے ماتھے کے زخم کافی حد تک مندمل ہو چکے تھے۔

"جانتے ہو اسے جو بھی جیسے بھی تکلیف پہنچاتا ہے، اسے بھی ایسے ہی تکلیف برداشت کرنی پڑتی ہے۔"

"کس۔۔۔ کس کی بات کر رہے ہو تم۔" نعمان یلغاری نے تھوک نگلتے ہوئے بمشکل کہا۔ اسے اس سرد آواز سے ایک دم خوف سا محسوس ہوا تھا۔

"وہی جو میرے دل میں رہتی ہے۔ تم نے اسے نہیں مجھے تکلیف پہنچائی تھی۔ اور اب تمہیں بھی وہ تکلیف سہنی پڑے گی۔ جاننا چاہتے ہو مجھے کیسی تکلیف محسوس ہوئی تھی؟" ایک آدمی ہاتھ میں شیشے کی بوتل تھامے سعد کے قریب جھکا۔ سعد نے دوسرا ہاتھ بڑھا کر اس سے بوتل تھام لی۔ وہ شیشے کی بوتل رات کے وقت نا دکھنے والے بے رنگے سے مایا سے بھری ہوئی تھی۔ ان آدمیوں نے نعمان یلغاری کو نیچے لٹا دیا۔ سعد نے بوتل کا ڈھکن کھولا اور اسکا منہ کھول کر اندر ٹھونس دی۔ بوتل میں موجود مایا کسی تیز خنجر کی طرح اس کی زبان پر لگ رہا تھا۔ آدھے سے زیادہ مایا باہر گرتا جا رہا تھا۔ نعمان یلغاری کی آنکھیں کالی پٹی کے اندر بھی ابلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔ سامنے کرسی پر بیٹھا افتی بے زاریت سے یہ سب دیکھ رہا تھا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

ابھی آدھی بوتل خالی ہوئی تھی کہ سعد نے وہ بوتل اس کے منہ سے کھینچ کر نکالی اور پوری قوت سے اس کے سر پر دے ماری۔ وہ ایک دم تکلیف سے بلبلایا۔ بوتل کے منہ سے نکلتے ہی وہ بری طرح کھانسنے لگا۔ شیشے کے کئی ٹکڑے اڑ کر وہاں موجود لوگوں پر بھی گرے تھے۔ ایک چھوٹا سا ٹکڑا اسعد کے سینے پر دل کے مقام پر لگا اور اس کی سفید شرٹ کو وہاں سے لال کر گیا۔ سعد نے اسے کالر سے پکڑ کر اپنے برابر کیا۔

"تم زخرف کے پاس جاوگے، اپنے گھٹنوں پر جھکوگے اور ہاتھ جوڑ کر اس سے معافی مانگوگے۔ اور اگر تم نے ایسا نا کیا تو یقین جانو تمہاری اگلی سات نسلیں بھی تمہیں تلاش کرتی رہیں تو تمہارے باقیات نہیں ملیں گے انہیں۔" ایک جھٹکے سے اسے چھوڑا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ آدمی نعمان یلغاری کو گھسیٹتے ہوئے لے گئے۔ سعد نے اپنی شرٹ کو دیکھا۔ ہاتھ بڑھا کر اس چھوٹے سے ٹکڑے کو باہر نکالا۔ شرٹ کے دو بٹن کھولے اور اس مقام کو دیکھا جہاں ہلکا سا ناخن کے برابر خون بہا تھا۔ اس کے دل کے مقام پر بڑے حروف میں ZUKHRUF لکھا تھا۔ خون انگریزی کے حرف Z کے مقام سے بہا تھا۔

....

اس کا ہاتھ لگنے سے کوئی شے گری اور دھڑم سے ٹوٹ گئی۔ اس نے اندھیرے میں دیکھنے کی کوشش کی۔ کچھ دیر بعد جب آنکھیں اندھیرے میں دیکھنے کے قابل ہوئیں تو اس نے دیکھا کہ شیشے کا گلاس جو کہ سائیڈ ٹیبل پر پڑا تھا، اس کا ہاتھ لگنے سے گر کر ٹوٹ گیا تھا۔ وہ اس وقت ہسپتال کے کمرے میں تھی۔ یوسف سے ملنے کے بعد ایذا اسے زبردستی پھر سے اس ہسپتال لے آئی تھی۔ زخرف اٹھ کر بیٹھی اور ایک کونے میں پڑے کاوچ کی جانب دیکھا۔ ایذا اپنا دوپٹا خود پر اوڑھے اس پر لیٹی گہری نیند میں تھی۔ گلاس کے ٹوٹنے کی آواز نے بھی اس کی نیند خراب نہیں کی تھی۔ زخرف اپنے بستر سے اٹھی اور فون کی ٹارچ آن کر کے اس نے بکھرے گلاس کے ٹکڑے اٹھائے اور ویسٹ بن میں ڈال دیے۔ اس دوران ایک ٹکڑا اس کی انگلی کے پور پر لگ کر ہلکا سا خون بہا گیا۔ زخرف اس کو نظر انداز کرتی ایذا کے قریب آئی۔ ایک ہاتھ بڑھا کر ایذا کا کندھا ہلایا۔

"کیا ہوا؟" ایذا اٹھ کر اندھیرے میں دیکھنے کی کوشش کرنے لگی۔

"کچھ نہیں میں ہوں ایذا۔" زخرف دھیمی سی آواز میں بولی۔

"تم۔۔تم اُٹھ کیوں گئی۔" وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"بس میری آنکھ کھل گئی ہے اور اب نیند اڑ گئی ہے۔ تم جاو جا کر بستر پر لیٹ جاو۔ یہاں لیٹ کر تھک گئی ہو گی۔" ایذا چپ چاپ اٹھ کر بستر کی جانب چلی گئی اور اس پر لیٹ گئی۔ زخرف وہیں کاوچ پر بیٹھ گئی۔ دور فجر کی اذانوں کی آوازیں سنائی دینے لگی تھیں۔ ایذا نے دو تین دفعہ کروٹ بدلی اور پھر اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"کیا ہوا؟"

"میری بھی نیند اڑ گئی ہے۔"

"میں نے تمہاری نیند خراب کر دی۔"

"زی، تم اب ٹھیک ہو نا؟"

"ہاں میں ٹھیک ہوں۔ وہ ٹھیک ہیں تو میں بھی ٹھیک ہوں۔"

"تمہیں کیا لگتا ہے، کیا یہ حادثہ تھا؟"

"پتہ نہیں میں ابھی اس بارے میں نہیں سوچ رہی۔ اگر سوچتی ہوں تو سر میں بہت درد ہونے لگتا ہے۔" لمحے بھر کو وہ دونوں خاموش ہو گئیں۔ دور کئی مسجدوں سے آنے والی اذانوں کی آوازیں آپس میں گڈمڈ سی ہوتی جا رہی تھیں۔

"تمہیں یاد ہے زی تم کتنے آرام سے کہہ دیتی تھی کہ تم ان سے نفرت کرتی ہو۔" ایذا کی آواز نے کمرے میں چھائی خاموشی کو توڑا۔

"جھوٹ بولتی تھی میں۔" اس نے بے حد پرسکون لہجے میں اعتراف کیا۔

"ایذا؟"

"ہاں؟"

"میں ہسپتال کیسے آئی تھی؟" ایذا کچھ دیر اس کے سوال پر خاموش رہی۔

"وہ تمہارا ہمسایہ ہے نا، وہی تمہیں ہسپتال لایا تھا۔ مجھے بھی تمہارے فون سے اسی نے کال کر کے بلایا تھا۔" زخرف خاموش رہی۔

"زی؟"

"ہمم۔"

"کیا واقعی تم دونوں کے بیچ کچھ نہیں ہے۔"

"ظاہر سی بات ہے۔ ہمارے بیچ کیا ہونا ہے۔" زخرف عام سے انداز میں بولی۔

"لیکن اس کے چہرے سے تو ایسا نہیں لگتا تھا۔ وہ بہت پریشان تھا۔ کوئی غیر کسی کے لیے اتنا پریشان تو نہیں ہوتا۔"

زخرف کچھ دیر خاموشی سے لب کاٹتی رہی۔

"ایسا کچھ نہیں ہے۔ تمہاری غلط فہمی ہے۔"

"سچ کہوں تو مجھے لگتا ہے کہ تمہارے دل میں بھی اس کے لیے کچھ ہے۔"

"ایسا کچھ نہیں ہے۔" بے حد آرام سے اس کی بات کو رد کیا۔

"ہو سکتا ہے تم اس کے لیے فیلنگز رکھتی ہو اور تمہیں خود بھی علم نا ہو؟" اب کے زخرف نے اندھیرے میں اسے گھورا۔

"بہتر ہو گا تم سو جاو۔" لہجے کو تھوڑا سخت بنا کر بولی۔

"میں اندازہ لگاتی ہوں کہ تم اس کے بارے میں کیا فیل کرتی ہو۔ تم نے بس میرے سوالوں کے جواب دینے ہیں۔"

BEING THE STRING OF YOUR KITE

وہ ایک دم پرجوش ہوتی اُٹھ کر بیٹھی۔

"مجھے لگتا ہے صبح صبح تمہارا دماغ چل گیا ہے۔ اٹھو اور نماز پڑھو۔" زخرف پیروں میں جوتے اڑستے ہوئے واش روم کی جانب وضو کرنے کے لیے چلی گئی۔

••••••••••••••••••••••••

وہ ہسپتال جانے کے لیے تیار سی اپنے ٹیرس پر کھڑی تھی۔ آج یوسف کے ایکسیڈینٹ کو چند روز ہو گئے تھے۔ وہ خود بھی چند دن پہلے ہسپتال سے ڈسچارج ہو گئی تھی اور اب ہر روز کچھ گھنٹوں کے لیے یوسف سے ملنے ہسپتال جاتی تھی۔ دائیں جانب کے ٹیرس کا دروازہ جو کہ پہلے ہی کھلا تھا وہاں سے ارسم داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں دو کافی کے مگ تھے۔

جیسے وہ اسے دیکھ کر آیا تھا۔ اس نے ایک کافی کا مگ بغیر کچھ بولے منڈیر پر زخرف کے پاس رکھ دیا۔ زخرف نے پہلے کافی کے مگ کو دیکھا اور پھر ارسم کو۔ وہ اپنا مگ تھامے اب ریلنگ کے ساتھ کھڑا ہو گیا تھا۔ آج اس کے ٹیرس پر کچھ نئے گملے پڑے تھے۔

"کیسی طبیعت ہے تمہاری؟" زخرف نے اس کی بات کا کوئی جواب نا دیا بلکہ چہرہ موڑ کر سامنے دیکھنے لگی۔ ارسم کچھ دیر اسکا چہرہ دیکھتا رہا۔ ان کے بیچ پڑے مگ سے بھاپ نکل کر ان کے چہروں کی جانب اڑ رہی تھی۔ لیکن ہوا اسے بیچ راستے میں ہی ناکام کر دیتی تھی۔

"ایک بات کہوں ارسم۔" وہ یونہی سامنے دیکھتے ہوئے بولی۔ ارسم خاموش رہا۔ "تم میری مدد نا کیا کرو۔ مجھے کسی سے مدد لینے کی عادت نہیں ہے۔" سپاٹ لہجے میں بولی۔

"اوکے۔ اب کوشش کروں گا کہ جب بھی تمہیں مصیبت میں دیکھوں تو اگنور کر کے آگے بڑھ جاوں۔" وہ بھی بنا کسی تاثرات کے بول گیا۔

"یہ کافی۔۔۔" زخرف نے ہاتھ سے کافی کی جانب اشارہ کیا۔ "یہ کافی اپنے نئے پودوں میں ڈال دو۔" وہ کہہ کر اندر آ گئی۔ اندر اوون میں بیک ہوتا لزانیہ اپنی خوشبو سے بتا رہا تھا کہ وہ تیار ہو چکا ہے۔ زخرف نے اوون سے نکالا اور گرم گرم ایک ڈبے میں ڈالا۔ ڈبے کو ٹوٹ بیگ میں ڈالتی وہ باہر کے دروازے کی جانب آئی۔

زخرف نے ہاتھ بڑھا کر دروازہ کھولا تو اس کے سامنے نعمان یلغاری کھڑا تھا۔ اس کے سر پر پٹی بندھی تھی، چہرے پر کئی جگہ نئے بینڈج لگے تھے۔ زخرف فورا دو قدم پیچھے ہٹی۔ زور سے دروازے کو تھام لیا۔

"تم؟" وہ اسے یہاں دیکھ کر حیران تھی۔ کچھ دیر نعمان یلغاری اسے یونہی دیکھتا رہا۔ زخرف نے زور سے دروازے کو پکڑ رکھا تھا۔ وہ ایک قدم آگے بڑھائے گا اور وہ فورا دروازہ بند کر دے گی۔ لیکن اس کی توقعات کے برعکس وہ اس کے سامنے اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ زخرف کی سمجھ سے باہر تھا کہ وہ کرنا کیا چاہ رہا ہے۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ باہم ملا کر جوڑے اور سر اٹھا کر زخرف کے چہرے کو دیکھا۔

"مجھے۔۔۔ معاف کر دو۔ میں نے جو بھی کیا۔" اس کی آواز ٹوٹی ہوئی تھی۔ اس کی آواز میں زبردستی سی لگتی تھی۔ "میں بہت شرمندہ ہوں۔ پلیز مجھے معاف کر دو۔" اس نے کہتے ہوئے بے چینی سے کاریڈور کی ایک جانب دیکھا۔

"مجھے نہیں سمجھ آرہی کہ تم کیا کر رہے ہو۔ لیکن یہاں سے چلے جاو ورنہ میں سیکیورٹی کو بلالوں گی۔" وہ محتاط فاصلے سے بولی۔

"اگر تم مجھے معاف کرو گی تو میں چلا جاوں گا۔" اس کی ایک آنکھ سے آنسو بہہ کر گال پر لڑھک گیا۔ اب کہ زخرف کو اس کی آواز میں اپنے لیے نفرت بھی محسوس ہوئی تھی۔ وہ یہ سب کیوں کر رہا تھا؟

"میں نے کہانا جاو یہاں سے ورنہ میں سیکیورٹی کو بلالوں گی۔" وہ آواز کو بلند کرتے ہوئے بولی۔ نعمان یلغاری کچھ دیر نفرت بھری نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا پھر اٹھ کر ایک جانب چلا گیا۔ زخرف نے فورا دروازہ بند کیا اور اندر ٹیرس کی جانب بھاگی۔ وہ ٹیرس پر آئی تو ارسم ابھی بھی وہیں کھڑا تھا۔ وہ نیچے دیکھ رہا تھا۔ زخرف بھی ریلینگ کے قریب آئی اور نیچے دیکھا۔ بلڈنگ کے باہر ایک سفید رنگ کی گاڑی کھڑی تھی۔ ارسم کی نظریں اس گاڑی پر ٹکی تھیں۔ کچھ دیر بعد نعمان یلغاری بلڈنگ سے نکلا اور اس گاڑی کی جانب بڑھا۔ وہ گاڑی میں بیٹھا اور گاڑی زون سے آگے بڑھ گئی۔

زخرف نے چہرہ موڑ کر ایک نظر ارسم پر ڈالی اور پھر اس کافی کے مگ پر جس میں کافی ابھی بھی ویسے ہی پڑی تھی۔ وہ پھر سے اندر چلی گئی۔ اسے ہسپتال کے لیے دیر ہو رہی تھی۔

....

وہ اس کاٹھ کباڑ والے صحن میں ستون کے ساتھ بیٹھی تھی۔ کونے میں موجود دروازہ کھلا اور جہانگیر صحن میں داخل ہوا۔

"کیا وہ لوگ اب تک نہیں گئے؟" بے تابی سے پوچھا۔ "کب جائیں گے وہ سب۔ لزانیہ ٹھنڈا ہو جائے گا۔"

"آپ ان سے کتراتی کیوں ہیں؟ وہ آپ کے رشتے دار ہیں۔" زخرف نے جواب نا دیا۔ جہانگیر اس کے پاس دوسرے ستون کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔

"کون کون ہے؟" کچھ دیر بعد وہ ایک چھوٹی سی لکڑی زمین پر گھسیٹتی بولی۔

"آپ کی پھپھو، تایا چچا اور ان کے بہت سارے بچے۔" جہانگیر اس کے ہاتھوں کو دیکھ رہا تھا۔

"کیا بابا ان لوگوں سے بہت پیار کرتے ہیں؟"

"بلکل، بس ان کے ایک بھائی ہیں جن سے ان کی نہیں بنتی۔"

"کیوں؟" زخرف نے سر اٹھا کر اس کے چہرے کو دیکھا۔ جہانگیر نے کندھے اچکا دیے۔

"میں نہیں جانتا۔ شاید کوئی پرانا جھگڑا ہے۔"

"کیا وہ ان سے ملنے بھی نہیں آئے؟"

"آئے تھے پہلے دن آئے تھے۔ کچھ دیر کے لیے۔ پھر چلے گئے۔" زخرف نے پھر سے سر جھکا لیا۔

"جہانگیر کیا تمہاری فیملی ہے؟" اس بات پر جہانگیر خاموش رہا۔ زخرف نے اس کا چہرہ دیکھا۔

"اگر برا لگا تو سوری۔" وہ جہانگیر کے چہرے کو دیکھ رہی تھی جو فیملی کے نام پر ایک دم سفید پڑ گیا تھا۔ وہ اپنے جوتوں کو دیکھتا پتھر کا دکھنے لگا تھا۔ پھر اس نے فوراً اپنے تاثرات درست کیے اور زخرف کی جانب دیکھا۔

"نہیں مجھے برا نہیں لگا۔ آپ یہ سمجھ لیں کہ فیملی کے معاملے میں، میں بھی آپ کی طرح بدقسمت ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

"میری فیملی نہیں ہے۔ صرف ایک سوتیلا باپ ہے جس سے اکثر ملنے میں شہر سے باہر جاتا ہوں۔"

"مجھے بابا نے بتایا تھا جہانگیر کہ تم انہیں کیسے ملے۔ تم نے انکی جان بچائی تھی۔ تم ایسا ہر گز مت سوچو کہ بابا کے ساتھ یہ حادثہ تمہاری وجہ سے ہوا۔ تم بھی انسان ہو، تمہاری بھی ایک زندگی ہے۔ اور تمہیں بھی اپنی زندگی گزارنے کا حق ہے۔"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"شکریہ بی بی۔" وہ سر جھکائے بولا۔ زخرف اسے دیکھ کر دھیما سا مسکرائی۔

"تم نے ٹھیک کہا ہم دونوں بدقسمت ہیں۔" جہانگیر نے سر نہیں اٹھایا۔ "اب جاؤ اور جا کر ان کے رشتے داروں کو نکالو باہر۔ صرف اُنکا حق نہیں ہے ان پر۔" پھر ایک دم تحکمانہ لہجے میں بولی۔

"جی۔" جہانگیر فوراً دروازے کے اس پار غائب ہو گیا۔

کچھ دیر بعد وہ ہسپتال کے کمرے میں داخل ہوئی تو یوسف بستر پر بیٹھے تھے۔ ان کا زخمی بازو پٹیوں میں جکڑا اسلنگ کے سہارے گردن سے بندھا تھا۔ زخرف کو دیکھ کر ان کا چہرہ ایک دم کھل اٹھا۔

"آپ کے ان رشتے داروں نے ٹھیکا لیا ہوا ہے کہ سارا دن یہاں بیٹھے رہیں گے۔ باہر بیٹھ کر میری ٹانگیں دُکھنے لگی ہیں۔" وہ اندر آتے ہی اپنے ازلی انداز میں منہ بنائے بولی۔

"میرے رشتے دار تمہارے کچھ نہیں لگتے کیا؟" وہ نرمی سے بولے۔

"گیس کریں میں آپ کے لیے کیا لائی ہوں؟" فوراً بات بدل گئی۔ ان کے بستر کے پاس کھڑی اب وہ لزانیہ کا ڈبہ کھول رہی تھی۔

"پلیز زخرف کوئی دلیہ وغیرہ مت نکالنا۔ پھیکے کھانے کھا کر تھک گیا ہوں میں۔"

"فکر ہی نا کریں، میں نے آپ کے لیے لزانیہ بنایا ہے۔ بس اپنی نرس کو مت بتایئے گا۔" سرگوشی کرتے ہوئے بولی۔

ایک چھوٹی بیڈ ٹیبل ٹرے اُٹھا کر ان کے سامنے رکھی اور لزانیہ اس پر رکھ دیا۔ خود بیڈ کے قریب پڑی کرسی پر بیٹھ گئی۔

"تمہاری طبیعت کیسی ہے؟" وہ اس کا چہرہ بغور دیکھتے ہوئے بولے۔ انہیں اس کے نروس بریک ڈاون کا اسی دن علم ہو گیا تھا۔

"مجھے کچھ نہیں ہوتا، بہت ڈھیٹ ہوں میں۔ آپ بتائیں، آپ کا بازو کیسا ہے؟"

"ٹھیک ہے۔"

"تو ڈاکٹر کے مطابق آپ کل ڈسچارج ہو جائیں گے۔" وہ اداسی سے بولی۔ یوسف نے لزانیہ سے بھرا چمچ منہ میں رکھا۔ وہ کافی حد تک ٹھنڈا ہو چکا تھا۔

"ہاں۔" ٹھنڈا لزانیہ طبیعت پر عجیب لگا تھا۔ لیکن وہ اسکا دل رکھنے کے لیے دوسرا چمچ بھرنے لگے۔ جب وہ مسلسل خاموش رہی تو وہ بولے۔ "اداس مت ہو۔ تم روز وہاں آنا۔ جہانگیر ہے نا، وہ سب دیکھ لے گا۔" زخرف نے ہلکا سا سر ہلا دیا۔

"زخرف؟" زخرف نے سر اٹھا کر ان کو دیکھا۔

"ایذا کہہ رہی تھی کہ ڈاکٹر نے بھی یہی کہا تھا کہ تمہیں کلینیکل ہیلپ کی ضرورت ہے۔ تم اس بارے میں کیوں نہیں سوچتی؟"

"میں ٹھیک ہوں بابا۔" اس کی آواز بے زار سی تھی۔

"نہیں تم ٹھیک نہیں ہو۔ تم تکلیف میں ہو۔" وہ لزانیہ چھوڑ چکے تھے۔ ان کی مکمل توجہ زخرف پر تھی۔

"تکلیف میں ہونے کا یہ مطلب تو نہیں ہوتا کہ آپ بیمار ہیں۔ اور ویسے بھی مجھے نہیں لگتا کہ کسی کے محض الفاظ میرے دماغ کی الجھنوں کو سلجھا سکتے ہیں۔"

"یہ ناامیدی ہے زخرف۔" وہ افسوس سے بولے۔

"آپ نے کھانا کیوں چھوڑ دیا ہے؟" وہ بات بدلنا چاہتی تھی۔

"علی مراد نے کہا تھا کہ تمہیں ماضی کی تکلیفوں سے نکلنے کے لیے علاج کی ضرورت ہے۔ ایک دفعہ کوشش کرنے میں کیا حرج ہے زخرف۔"

"یہ پھول کس نے رکھے ہیں؟ بلکل سوکھے سڑے ہیں، بھلا مریض کے پاس ایسے سوکھے پھول کون رکھتا ہے؟" وہ کرسی سے اٹھ کر بیڈ کے سائیڈ ٹیبل پر پڑے گلدان سے پھول نکالنے لگی۔ وہ پھول بلکل تازہ تھے۔

"یہ پھول تروتازہ ہیں۔" یوسف اس کے چہرے کو دیکھ کر بولے۔ اس نے پہلے ان کو دیکھا پھر اپنے ہاتھوں میں پکڑے پھولوں کو۔

"ٹھیک ہے، لیکن رنگ دیکھیں انکا۔ مریض کے پاس ایسے رنگ کے پھول ہونے چاہیے جو اسکی طبیعت خوش کر دیں۔ جہانگیر سے کہوں گی کہ ان پھولوں کو فوری بدلے۔" اس نے کندھے اچکا کر پھول واپس گلدان میں ڈال دیے۔

"زخرف۔۔۔"

"آپ کھا کیوں نہیں رہے۔" اس نے آگے ہو کر لزانیہ کے ڈبے کو چھوا۔ "لو یہ بھی ٹھنڈا ہو گیا۔ یہ بھی جہانگیر سے کہوں گی کہ گرم کروادے۔"

"تم کب تک حقیقت سے بھاگتی رہو گی؟" وہ پھر سے کرسی پر بیٹھ گئی۔ آنکھیں چھوٹی کیے دور دیوار پر دیکھنے لگی۔

"وہ وہاں ایک چھوٹا سا مکڑی کا جالا بھی لگا ہے۔ بہت ہی نالائق اسٹاف ہے اس ہسپتال کا۔"

یوسف سر جھٹک کر رہ گئے۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

•••••••••••••••••••••••••

وہ ہسپتال سے نکلی جب اسکا فون بجنے لگا۔ اس نے فون سامنے کیا تو ایچ کالنگ لکھا آ رہا تھا۔

"آ گئی اس کو یاد۔ مجال ہے جو ایک بار بھی میرے باپ کے ایکسیڈنٹ کا افسوس کیا ہو اس نے۔" اس نے بڑبڑاتے ہوئے فون کان کو لگایا اور اپنی گاڑی کی جانب بڑھ گئی۔

"ہیلو زخرف کیسی ہو تم؟" ایچ کی آواز غیر معمولی طور پر قدرے نرم تھی۔ زخرف نے فون کان سے ہٹا کر اسے گھورا۔

"تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے نا ایچ، کہیں آج تمہارا دنیا پر آخری دن تو نہیں ہے؟" وہ گاڑی میں بیٹھی اور بیگ ساتھ والی سیٹ پر رکھا۔

"لگتا تو ایسا ہی ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"زخرف مجھے تم سے ایک بات پوچھنی ہے۔"

"کیا؟"

"وہ۔۔۔ کیا۔۔۔ کیا تمہیں چھپکلی سے ڈر لگتا ہے؟"

"مجھے لگتا ہے تمہارے دماغ کو کچھ ہو گیا ہے۔ اور نہیں مجھے چھپکلی سے ڈر نہیں لگتا، لیکن تم یہ سب کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"کچھ نہیں بس ویسے ہی، میں بس انٹرنیٹ پر پڑھ رہا تھا کہ چھپکلیوں میں بہت اضافہ ہو گیا ہے۔ ہم سب کو احتیاط کرنی چاہیے۔"

"ایچ، تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔" وہ ہمدردی سے بولی۔ اسے لگا شاید ایچ کا دماغ چل گیا ہے۔

"اچھا یہ سب چھوڑو، تم ایسا کرو مجھ سے ملنے آ جاو۔ مجھے تمہیں کچھ بہت ضروری بتانا ہے۔"

"یہی کہ تمہیں بھوک لگی ہے؟" اب کے تپ کر بولی۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"نہیں مجھے تمہیں۔۔۔سعد آغا۔۔ہاں، سعد آغا کے بارے میں کچھ بتانا ہے۔" زخرف کا لمحے بھر کو سانس رک گیا۔

"کیا بتانا ہے؟ تمہیں کیا معلوم ہوا ہے اس کے بارے میں؟" وہ سانس روکے بولی۔

"ایسے فون پر نہیں بتاوں گا۔ فورا مجھ سے ملنے آو۔" اتنا کہہ کر اس نے فون کاٹ دیا۔ زخرف نے فون ایک طرف اچھالا اور فورا گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

••••••••••••••••••••••••

اس گھر کی فضا میں ہر جانب کافور کی بو پھیلی تھی۔ یوں جیسے وہاں کی فضا بھی کئی دن پہلے دفنائی جانے والی لاش کا افسوس منا رہی ہو۔ لاونج میں صوفے کے قریب نیچے نڈھال سی حرا بیٹھی تھی۔ اس کے بال کھلے تھے اور کندھوں پر بکھرے ہوئے تھے۔ مسلسل رونے سے آنکھیں سوجھی ہوئی تھیں۔ وہ سامنے دیوار پر نظریں جمائے سکتے میں معلوم ہوتی تھی۔

ایک دراز عمر کی عورت لاونج میں داخل ہوئی اور حرا کو افسوس سے دیکھا۔

"زینیا کو سُلا دیا ہے میں نے۔ بڑی مشکلوں سے سوئی ہے۔" وہ دھیمی آواز میں بولتی وہیں صوفے پر بیٹھ گئیں۔ ایک ہاتھ بڑھا کر حرا کے بالوں میں پھیرا۔

"بس کر دو حرا۔ اب خود کو سنبھال لو۔ یوں ہوش گنوانے سے مردے قبروں سے اٹھ کر نہیں آجاتے۔"

"مجھے اسی دن علم ہوا تھا کہ وہ اس کیس سے جڑے ہیں۔ میں نے ان سے بہت کہا تھا کہ وہ اس سب سے ہٹ جائیں۔" وہ یونہی بغیر آنکھیں جھپکے دیوار کو دیکھتے بولی۔

"گزرے وقت کو یاد کر کے خود کو تکلیف مت دو۔"

"وہ مجھے ڈنر پر لے جانا چاہتے تھے امی لیکن میں نے ان سے جھگڑا کیا۔ میں نے کہا میں ڈنر پر نہیں جاوں گی۔ آخری دفعہ جب وہ کمرے میں آئے امی تو میں نے ان سے منہ موڑ لیا۔" آخری بات پر اس نے زور سے ہچکی لی۔

"حرا۔۔۔"

"انہوں نے زینیا سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اسے پلے لینڈ لے کر جائیں گے۔" وہ اپنی جون میں بولتی جا رہی تھی۔ اس کا غم اسکی عقل پر بھاری پڑنے لگا تھا۔ سامنے سے ایک ہلکی داڑھی والے بزرگ لاٹھی کے سہارے چلتے لاونج کی جانب آئے۔ ان کے ہاتھوں میں اخبار تھا۔ لاونج میں آکر وہ ایک کرسی سنبھال کر بیٹھ گئے۔ انہوں نے ہاتھوں میں پکڑا اخبار ایک جانب رکھا اور اپنے سامنے بیٹھیں اپنی بیوی اور بیٹی کو دیکھا۔

"پولیس نے انویسٹیگیشن کی ہے اور ان کے مطابق۔۔۔۔" وہ لمحے بھر کو رکے۔ "ان کے مطابق سفیان پولیس سے چھپ کر کسی اور کے ساتھ رابطے میں تھا، کسی ایسے شخص کے ساتھ جس کے ساتھ اسے نہیں ہونا چاہیے تھا۔"

"مطلب کیا ہے، کس کے ساتھ رابطے میں تھا؟" حرا کی امی اپنے شوہر کو دیکھتے ہوئے بولیں۔ حرا بھی بے چینی سے ان کو دیکھنے لگی۔

"یوسف مرجان کے دشمنوں کے ساتھ۔ یہ پہلی دفعہ نہیں ہوا، پہلے بھی بہت سے پولیس آفیسرز اس کیس میں اپنی وفاداری بیچ چکے ہیں۔ لیکن یہ سب بھول جاتے ہیں کہ یہ مافیا آخر میں کسی کو نہیں چھوڑتے۔" حرا ایک جھٹکے سے اٹھی اور ان کے قریب آئی۔

"آپ کیا کہہ رہے ہیں ابو۔ میرا سفیان غدار نہیں تھا؟" وہ چیختے ہوئے بولی تھی۔

"میرا بھی دل یہی کہتا ہے حرا۔ لیکن پھر اس نے یہ سب ہم سے چھپایا کیوں؟ صرف اس لیے کہ ہم اسے اس کیس سے پیچھے ہٹنے کا کہیں گے؟"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

....

زخرف کی گاڑی اس ویران علاقے میں داخل ہوئی تو وہاں اس کی گاڑی کے ٹائروں کے نیچے روندے جانے والے پتوں کی چرچراہٹ کے سوا کوئی آواز نا تھی۔ اس نے گاڑی قدرے فاصلے پر کھڑی کی اور باہر نکل کر چاروں طرف نظر گھمائی۔ ایک تسلی سی کر کے وہ آگے بڑھ گئی۔ ابھی وہ کچھ ہی آگے گئی تھی کہ اسے ایچ نظر آیا۔ جیبوں میں ہاتھ ڈالے، بے چینی سے ادھر سے ادھر چکر کاٹتا۔ زخرف کو دیکھ کر وہ فوراً اس کے قریب آیا۔

"ایچ تمہیں سعد آغا کے بارے میں کیا علم ہوا ہے؟" وہ اس کے قریب آتے ہی فوراً بولی۔

"میرے ساتھ آو۔" وہ درختوں کے بیچ اس زمین کے ٹکڑے کی طرف بڑھ گیا جہاں سے زمین سرکی ہوئی تھی۔ وہ سیڑھیاں اتر کر نیچے چلا گیا تو زخرف بھی اس کے پیچھے چلی گئی۔ نیچے آکر ایچ اندر نہیں گیا بلکہ سیڑھیوں کے پاس ہی کھڑا ہو گیا۔ اضطراب سے مڑ کر زخرف کو دیکھا۔

"تم نے کہا کہ تمہیں چھپکلی سے ڈر نہیں لگتا، یعنی تم چھپکلی مار سکتی ہو؟" زخرف جو آخری زینے پر کھڑی تھی بغور اسکا چہرہ دیکھنے لگی۔ وہ سیڑھیوں کے پیچھے کی جانب بڑھا۔ وہاں کچھ کیبن بنے تھے۔ اس نے کیبن کھولا تو اندر سات آٹھ چھپکلی کو مارنے کی سپرے پڑی تھیں۔ اس نے ایک سپرے نکالی اور زخرف کی طرف آیا۔

"یہ لو اندر کمرے میں دیوار پر ایک چھپکلی ہے، جا کر اسے مار دو۔" وہ سپرے آگے بڑھائے کھڑا تھا اور زخرف سپاٹ چہرے سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس نے سپرے کی جانب ہاتھ نہیں بڑھایا، اس کی نظریں ایچ کے چہرے پر ٹکی تھیں جس پر دو تین پسینے کی بوندیں نمودار ہوئی تھیں۔ کچھ دیر وہ یونہی اسے دیکھتی رہی۔ پھر ایک دم۔۔۔ ایک دم اس نے اونچی آواز میں قہقہہ لگایا۔ ایچ نے بے چینی سے اپنی گردن پر ہاتھ پھیرا۔ وہ ہنستی جا رہی تھی۔ اس نے اپنا بیگ اتار کر سیڑھیوں پر رکھا اور وہیں بیٹھ کر پیٹ پر ہاتھ رکھے ہنستی گئی۔

"تم چھپکلی سے ڈرتے ہو؟" اسکا قہقہہ مزید بلند ہوتا جا رہا تھا۔ ایچ نے افسوس سے اسے دیکھا۔

"میں نے تم سے کہا ہے کہ یہ سپرے لو اور جا کر اس چھپکلی کو مارو۔" وہ دانت بھینچے سپرے ہنوز اس کی جانب بڑھائے بولا۔ زخرف نے بمشکل اپنی ہنسی روکی اور انگلیوں کے پوروں سے اپنی آنکھوں کو کنارے صاف کیے جن میں بے تحاشہ ہنسنے سے پانی آ گیا تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر ایچ سے سپرے پکڑی اور کھڑی ہوئی۔ اندر جاتے ہوئے وہ پھر سے ہنس پڑی۔

جب وہ اندر چلی گئی تو ایچ مسلسل سیڑھیوں کے قریب بے چینی سے ٹہلنے لگا۔ وہ بار بار نا محسوس طریقے سے اپنی گردن پر ہاتھ پھیر رہا تھا۔ کچھ لمحے سرکے اور زخرف کمرے سے باہر نکلی۔ ہونٹوں پر مسکراہٹ دبا رکھی تھی۔

"گلوز ہیں تمہارے پاس؟" ایچ نے فوراً ایک جانب پڑے اپنی بائیک کے گلوز اسے پکڑا دیے۔

اب کی بار زخرف باہر آئی تو اس نے ایک ہاتھ پر دستانہ پہنا تھا۔ اسی ہاتھ میں ایک کیک کا باکس تھا جس میں شاید اس نے چھپکلی کو مار کر ڈالا تھا۔ جیسے ہی وہ باہر آئی تو ایچ فوراً پیچھے ہٹ گیا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"جاو، جا کر کہیں بہت دور پھینک دو۔" اسے دیکھ کر لگتا تھا کہ اس کا گلا خشک ہو رہا ہو۔ زخرف سیڑھیوں کی جانب بڑھنے لگی اور پھر ایک قدم رکی۔ وہ ایک طرف دیوار کے ساتھ لگے اسے دیکھ رہا تھا۔ زخرف کے چہرے پر شیطانی مسکراہٹ امنڈ آئی اور وہ ایچ کی جانب بڑھی۔

"تمہارا دماغ تو نہیں خراب میں تمہیں کہہ رہا ہوں اسے لے کر یہاں سے چلی جاو۔" وہ ایک ایک قدم اٹھاتی اس کے قریب آرہی تھی اور ایچ کا سانس مکمل سوکھ گیا تھا۔

"اس دن ریستوران میں تم نے میرے ساتھ کیا کیا تھا، ہاں؟ پتہ ہے کتنا بل پے کیا تھا میں نے؟ ابھی اور اسی وقت میرے پیسے واپس کر وورنہ میں یہ چھپکلی تمہارے اوپر پھینک دوں گی۔"

"دیکھو۔۔۔ پلیز ہم بعد میں یہ باتیں کر لیں گے، ابھی پلیز اس کو یہاں سے لے جاو۔ میں مذاق نہیں کر رہا مجھے اس سے الرجی ہے۔"

"میں بھی مذاق نہیں کر رہی، میں یہ چھپکلی تمہارے اوپر پھینک دوں گی۔" اس نے وہ ڈبہ اس کے قریب کیا۔

"اوکے، اوکے۔۔۔ دیتا ہوں میں۔" ایچ نے کانپتے ہاتھوں سے اپنا والٹ کھولا۔ پیسے نکال کر اس نے فورا زخرف کی جانب بڑھائے۔ زخرف پیسے لے کر سیڑھیوں کی جانب بڑھ گئی۔ سیڑھیاں چڑھ کر وہ اوپر آئی اور سامنے ایک درخت کے پاس وہ ڈبہ پھینک دیا۔

"اتنا بڑا ہیکر ہو کر ایک معمولی سی چھپکلی سے ڈرتا ہے۔ ڈرپوک انسان۔" وہ ہاتھ جھاڑتی واپس آئی۔ واپس اس گھڑے تک آئی تو سامنے کے منظر نے اسے پریشان کر دیا۔ ایچ تقریبا رینگتا ہوا سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آرہا تھا۔ زخرف دوڑ کر اس کے قریب آئی۔

"ایچ اب اپنے ڈرامے بند بھی کر دو، ایک چھپکلی ہی تھی۔" باہر آکر ایچ نے اپنی گردن پر دونوں ہاتھ رکھ لیے۔ یوں جیسے وہ سانس لینے کی کوشش کر رہا ہو اور اسے سانس نا آرہا ہو۔

"ایچ۔۔۔" اب کہ زخرف پریشان ہو کر اس کے پاس بیٹھی۔

"ہسپتال۔۔۔ مجھے ہسپتال لے چلو۔" وہ بمشکل بولا۔ زخرف کو اس کی آنکھیں الٹی ہوتی محسوس ہو رہی تھیں۔

"یا اللہ۔۔۔" وہ اٹھ کر فورا اپنی گاڑی کی جانب بھاگی۔ وہ فورا اپنی گاڑی اس کے قریب لائی۔

"اٹھو گاڑی میں بیٹھو جلدی۔" باہر نکل کر اسکے قریب آکر بولی۔

"پہلے نیچے جاو، میرا فون لے کر آو۔"

"تمہیں فون کی پڑی ہے، اپنی حالت دیکھو، گاڑی میں بیٹھو۔" غصے سے بولی۔

"میں نے کہا میرا فون لے کر آو۔" وہ بضد تھا۔ زخرف فوراً نیچے بھاگی۔

وہ اسکا فون لے کر آئی تو ایچ نے اس پر کچھ بٹن دبائے۔ زوں کی آواز سے ان کے پیچھے سلیٹ آگے بڑھتی اس ہول کو بند کر گئی۔

....

وہ ہسپتال کے بستر پر لیٹا تھا۔ چہرہ مکمل سفید پڑ گیا تھا۔ قریب ہی زخرف کھڑی، لب کاٹتے ہوئے ڈاکٹر کی بات سن رہی تھی۔

"ان کو چھپکلی سے سخت قسم کا فوبیا ہے۔ جو انکی حالت تھی میں پریشان ہوں کہ یہ بہت پریشان کن بات ہے۔"

"جی۔" وہ افسردگی سے بولی۔ اس کے ذہن میں وہ منظر گھوما جب وہ چھپکلی اس کے سامنے بڑھائے کھڑی تھی۔ اس نے جھرجھری لے کر سر جھٹکا۔ ایچ کی یہ حالت اس کی وجہ سے ہوئی تھی۔

ڈاکٹر چلا گیا تو وہ چلتی ہوئی ایچ کے بستر کے قریب آئی۔ وہ ماتھے پر بازو رکھے، آنکھیں موندھے لیٹا تھا۔

"ایچ؟" وہ خاموش رہا۔ "دیکھو، آئی ایم سوری، مجھے نہیں پتہ تھا کہ تمہیں۔۔۔"

"دفعہ ہو جاو یہاں سے۔" وہ یونہی آنکھیں ڈھکے بولا۔ اسکا لہجہ کاٹ دار تھا۔

"جب مجھے معلوم ہی نہیں تھا تو۔۔۔"

"میں کہہ رہا ہوں یہاں سے چلی جاو، یہ نا ہو میرے منہ سے کچھ غلط نکل آئے۔" وہ آنکھوں پر سے بازو ہٹا کر بولا۔

زخرف بھی اسے اب غصے سے دیکھ رہی تھی۔ وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑائی اور زور سے وہاں پڑا اپنا بیگ پکڑا۔

"ایک تو میں سوری بول رہی ہوں، لیکن اس کی اکڑ ہی ختم نہیں ہوتی۔ بدتمیز انسان۔" وہ مسلسل بولتی دروازے کی جانب بڑھ گئی۔ اس کی آواز اتنی تھی کہ ایچ نے باآسانی سن لی۔ اس کے کمرے سے نکلتے ہی وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ سر پیچھے

سرہانے سے ٹکالیا اور نظریں کمرے کی چھت پر ٹکالیں۔ کچھ لمحے بیتے تو اسے احساس ہوا دروازہ پھر سے کھلا ہے۔ اس نے سر سیدھا کر کے دیکھا۔ تھوڑا سا دروازہ کھلا تھا۔ زخرف نے ہلکا سا سر اندر کیا۔

"وہ میں کہہ رہی تھی کہ اپنے کسی گھر والے کا نمبر دے دو تا کہ میں انفارم کر دوں۔" وہ صرف ہلکا سا سر اندر کیے کھڑی تھی۔

"تم نے سنا نہیں ہے۔۔۔" وہ ایک دم آگے ہوا۔ ماتھے پر ڈھیروں بل تھے۔

"ٹھیک ہے جا رہی ہوں۔ اللہ کرے تمہارے خواب میں ڈھیروں چھپکلیاں آئیں۔" دانت پیستی ہوئی پھر سے غائب ہو گئی۔

"دماغ کی دہی کر دیتی ہے۔" وہ دھیما سا بڑبڑایا اور سر پیچھے ٹکا لیا۔

....

حرا اب صوفوں سے ہٹ کر زمین پر بیٹھی تھی۔ لاونج میں مکمل خاموشی تھی۔ تینوں نفوس اپنے ہی خیالوں میں کہیں گم تھے کہ اچانک زور سے دروازہ بجا۔

"میں دیکھتی ہوں۔" حرا کی امی فوراً سے اٹھیں۔

"مجھے کسی افسوس کرنے والے سے نہیں ملنا، اگر کوئی آئے تو واپس بھیج دیجیے گا۔" وہ لال ہوئی آنکھوں سے، لاونج کی کھڑکیوں سے باہر دیکھنے لگی۔

اس کی امی اسے افسوس سے دیکھتی دروازے کھولنے کے لیے باہر کی جانب بڑھ گئیں۔ انہیں گئے کچھ لمحے ہی گزرے تھے کہ باہر ایک دم ان کی چیخ نمودار ہوئی۔ حرا کا چیخ پر دل دہل گیا تھا۔ وہ فوراً اٹھ کر باہر کو بھاگی۔ ابھی وہ لاونج میں ہی تھی کہ اس نے کئی آدمیوں کو اندر آتے دیکھا۔ اس کی امی بھی خوفزدہ سی ان کے ساتھ چلتی اندر کی جانب آ رہی تھیں۔

"خبردار جو کسی نے ذرا سی بھی آواز کی۔"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

وہ پانچ چھے مرد تھے، جن کے چہروں پر ماسک لگا تھا۔ وہ پورے چہرے کا ماسک تھا یوں کے ان کی صرف آنکھیں دکھائی دیتی تھیں۔ حرا کے ابو فوراً لاٹھی کے سہارے سے کھڑے ہوئے۔

"کون ہو تم لوگ؟" عمر رسیدہ ہونے کے باوجود ان کی آواز میں بھاری گرج تھی۔

"چپ چاپ جا کر صوفے پر بیٹھ جائیں۔" ان میں سے ایک نے حرا کی امی سے بولا۔ وہ سہمی سی حرا کی جانب آ گئیں۔ ان دونوں نے ایک دوسرے کے ہاتھ تھام لیے۔ آنکھیں آنسوؤں سے لدی تھیں۔

"بچی کو ڈھونڈو۔" وہ پیچھے کھڑے آدمی کو دیکھ کر بولا۔

"میری بچی۔۔۔" حرا فوراً چیختی آگے بڑھی۔ اس آدمی نے پسٹل حرا کی جانب لہرائی۔

"میں نے کہا ہے خاموش رہو۔" لفظ چباتے ہوئے بولا۔

"میں پوچھتا ہوں کون ہو تم۔" انہوں نے لاٹھی کے سہارے آگے بڑھنے کی کوشش کی لیکن لاٹھی ان کے ہاتھ سے گر گئی۔ انہوں نے بمشکل صوفے کو پکڑ کر خود کو گرنے سے بچایا۔

پیچھے سے ایک آدمی سفید ہوئے چہرے والی زینیا کو پکڑے لاونج میں داخل ہوا۔

"ماما۔۔۔" زینیا روتے ہوئے حارا کی جانب دیکھ رہی تھی۔

"میری بیٹی۔۔۔" حرا اس جانب بھاگنے لگی جب اس آدمی نے گن زینیا کے ماتھے پر رکھ دی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"آگے نہیں۔"

"نہیں۔۔۔ نہیں میں آگے نہیں آ رہی۔۔۔" وہ ہچکیوں کے بیچ روتے بولی۔ زینیا نے اپنا ہاتھ منہ میں دبا رکھا تھا۔ اس کے گال پر موٹے موٹے آنسو گرتے جا رہے تھے۔

"میری بات کان کھول کر سنو اب۔" اس آدمی نے اپنے پیچھے کھڑے آدمی سے ایک سفید لفافہ تھاما اور حرا کی جانب پھینکا۔ "ایک عرصے تک تم اس پیسے سے گزارا کر سکتی ہو۔ تمہارے شوہر نے ہمارے لیے جو کچھ بھی کیا یہ اس کا صلہ ہے۔ اور ہاں۔ بھول جاو کہ تمہارا کوئی شوہر بھی تھا۔ اور اگر تمہیں کوئی غلطی سے یاد کروا دے تو تم ہمیشہ یہی کہو گی کہ تمہارے شوہر کو مروانے والا یوسف مرجان ہے۔" وہ خاموش ہوا تو لاونج میں کچھ لمحے خاموشی چھا گئی۔

"تو تم واصف آغا کے بندے ہو۔" وہ صوفے کو تھامے بولے۔ ان کی سلامت ٹانگ مسلسل کانپ رہی تھی۔

"امید کرتے ہیں آپ کی ٹانگ آگے سے بہتر ہو گی۔" وہ آدمی سرد لہجے میں بولا۔ پھر اس نے پیچھے اس آدمی کو اشارہ کیا جو زینیا کو پکڑے کھڑا تھا۔ اس نے زینیا کو نیچے اتارا تو زینیا دوڑتی اپنی ماں سے لپٹ گئی۔

"امید کرتے ہیں ہمیں دوبارہ آپ کو پریشان نہیں کرنا پڑے گا۔" وہ سب باہر کی جانب بڑھ گئے۔

حرا کے والد بمشکل صوفے کو تھامے اس پر بیٹھے۔ حرا زینیا سے لپٹی زارو قطار رونے لگی۔

••••••••••••••••••••••••••

ایم جی جیبوں میں ہاتھ ڈالے ٹینس کلب کی سیڑھیاں اترا تو اس کی نظر دور ایک میز پر پڑی۔ اس میز پر زخرف بیٹھی تھی، ہاتھوں میں ریکٹ پکڑے تھے جنہیں وہ مسلسل گھما رہی تھی۔ اسے ایم جی نظر آیا تو وہ مسکرا دی۔ ایم جی بھی اسے دیکھ کر مسکرا دیا۔ وہ بھول گیا کہ وہ اس سے ناراض تھا۔ وہ چلتا ہوا اس کے قریب پہنچا تو زخرف نے ایک ریکٹ اس کی جانب اچھالا جسے ایم جی نے کیچ کر لیا۔ وہ چھلانگ لگا کر میز سے اتر گئی۔

"جانتے ہو میرا کھیلنے کا بلکل بھی دل نہیں تھا لیکن پھر بھی میں نے تمہیں کیوں بلایا ہے؟" اب وہ دونوں ایک دوسرے کے مقابل کھڑے تھے۔

"کیوں؟"

"کیونکہ مجھے لگتا ہے اس دن تم ناراض ہو گئے تھے۔ پتہ نہیں میرے ساتھ کیا مسئلہ ہے۔ آج کل ہر کوئی مجھ سے ناراض ہی رہتا ہے۔" وہ ہاتھ فضا میں بلند کیے کندھے اچکا کر بولی۔

"میں تم سے بلکل بھی ناراض نہیں ہوں۔" وہ دھیمی سی مسکراہٹ سے بولا۔ گالوں کے گڑھے نمایاں ہوئے۔

"تمہاری بیوی بہت ہی خوش قسمت انسان ہو گی۔" وہ ایک دم ہنستی بولی۔ ایم جی نے بدلے میں صرف یاسیت سے اسے دیکھا۔

"خیر تم کہہ رہے تھے نا تم میری مدد کرنا چاہتے ہو؟" وہ ریکٹ ایک ہاتھ میں پکڑے اسے دوسرے ہاتھ پر مارتی بولی۔

"ہاں۔"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"تو پھر ٹھیک ہے، ویسے بھی ہمیشہ تم ہارتے ہی ہو لیکن آج تم بلکل بھی نہیں جیتو گے۔ تم جانتے ہو جب میں ہارتی ہوں تو کتنا برا لگتا ہے مجھے۔ اس لیے آج تم صرف ہارو گے۔ تاکہ میں تھوڑا بہتر محسوس کروں۔" وہ سنجیدہ چہرے کے ساتھ بول رہی تھی۔

"اوکے باس۔" ایم جی ہنسی دبائے دوسری جانب چلا گیا۔

کچھ دیر وہ بنا بریک لیے کھیلتے رہے۔ ایم جی مسلسل ہارتا رہا اور جب وہ ہارتا زخرف خوب ہنستی۔ کچھ ٹین ایجر لڑکے کلب میں داخل ہوئے۔ وہ ان کے پیچھے والے ٹیبل پر آکر رک گئے۔ وہ بار بار چہرہ موڑ کے زخرف کو عجیب نظروں سے دیکھ رہے تھے اور ایک دوسرے کے کان میں کچھ بولتے مسلسل ہنس رہے تھے۔ ایم جی یہ سب صاف دیکھ سکتا تھا۔ البتہ زخرف کا چہرہ دوسری جانب تھا اور وہ مکمل طور پر گیم پر متوجہ تھی۔ اس نے زور سے بال کو ہٹ کیا، بال اڑتی ہوئی ایم جی کی جانب گئی۔ ایم جی کی نظریں پیچھے لڑکوں پر تھی۔ اس نے پوری قوت سے بال کو ہٹ کیا۔ بال اڑتی ہوئی زخرف کے سر سے گزر گئی۔ زخرف نے چہرہ موڑا۔ بال سیدھا پیچھے کھڑے ایک لڑکے کے کان پر لگی تھی۔ وہ ایک دم چیخا۔ زخرف نے حیران ہو کر ایم جی کو دیکھا۔ وہ چلتا ہوا اسی جانب آیا۔

"کیا بدتمیزی ہے یہ؟" ایک لڑکا فوراً آگے بڑھا۔

"سوری میں نے تمہاری طرف جان بوجھ کر بال نہیں پھینکی تھی۔"

"زیادہ معصوم مت بنو تم نے بال یہیں پھینکی تھی۔"

"ایک منٹ۔" زخرف نے ہاتھ اٹھا کر ان کو خاموش ہونے کا بولا اور پھر ان کے سامنے آکر کھڑی ہو گئی۔ "پہلی بات کہ اس نے تمہیں جان بوجھ کر بال نہیں ماری اور دوسری بات۔" وہ گردن گھما کر سب لڑکوں کو دیکھ رہی تھی۔ سب خاموشی سے اسے سن رہے تھے۔ "دوسری بات یہ کہ اس نے بڑا ہونے کے باوجود سوری بولا۔ کیا اتنا اچھا انسان دیکھا ہے تم لوگوں نے کبھی؟ ہاں بولو؟" وہ سب خاموش رہے۔ "کس کلاس میں پڑھتے ہو تم سب؟ کہیں کلاسز بنک کر کے تو نہیں یہاں آئے؟ کیا تمہارے ماں باپ کو پتا ہے؟" وہ دونوں ہاتھ کمر پر رکھے بول رہی تھی۔

"یہ ہم پر اتنا رعب کیوں جما رہی ہے؟" ایک لڑکا اپنے ساتھ کھڑے ہوئے لڑکے کے کان میں دھیرے سے بولا۔

"میں نے سن لیا ہے تم نے کیا کہا ہے۔" زخرف اس کی جانب انگلی اٹھا کر بولی۔ وہ ایک دم شرمندہ ہو گیا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"میں نے تو کچھ نہیں بولا۔" وہ جھینپ کر بولا۔

"اب جاؤ یہاں سے۔" ان کو جھڑک کر بولی۔ وہ سب فوراً وہاں سے کھسک گئے۔

زخرف ہنسی دبائے ایم جی کی جانب مڑی۔

"کیا میں نے بچوں کو ڈرا دیا؟" وہ جواب میں صرف ہنس دیا۔ زخرف کی مسکراہٹ ایک دم سمٹی۔ "لیکن تم نے وہ بال جان بوجھ کر پھینکی تھی۔ ہے ناں؟"

"ہاں، وہ۔۔۔ وہ تمہیں دیکھ کر عجیب عجیب طریقے سے ہنس رہے تھے۔" زخرف نے چہرہ موڑ کر ان لڑکوں کو دیکھا جو سیڑھیاں چڑھتے باہر جا رہے تھے۔

"یہ آج کل کے بچے بھی نا، ان کی مائیں ان کو کچھ نہیں سکھاتیں۔" اس نے چہرہ واپس ایم جی کی جانب موڑا۔ "بچوں کو اسی عمر میں سکھانا چاہیے کہ عورتوں کو کیسے عزت دیتے ہیں ورنہ وہ بڑے ہو کر شیطان بن جاتے ہیں۔" ایم جی نے اس کی بات پر سر ہلا دیا۔

....

وہ اس پتھریلی راہداری پر جہانگیر کے ساتھ چلتی گھر کی جانب جا رہی تھی جب گھر کی سیڑھیوں سے ایک نوجوان اترتا نظر آیا۔ اس نے لیپ کوٹ پہن رکھا تھا۔ زخرف نے سوچا شاید وہ یوسف کا ڈاکٹر ہو۔

"یہ آپ کا کزن ہے۔" جہانگیر دھیرے سے بولا۔ زخرف کا دل ایک دم زور سے دھڑکا۔ اسکا کزن؟

وہ لڑکا چلتا اسی جانب آیا اور رک گیا۔ جہانگیر رکا تو وہ بھی رک گئی۔

"یہ سر کے کسی بہت خاص دوست کی بیٹی ہیں، ایذا۔ اور یہ حسن ہیں، سر کے بڑے بھائی کے بیٹے۔" جہانگیر نے فوراً دونوں کو ایک دوسرے کا تعارف کروایا۔

"آپ سے مل کر اچھا لگا مس ایذا۔ اگر مجھے ہسپتال سے دیر نا ہوتی تو آپ کے ساتھ ضرور بیٹھتا۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ شکل سے وہ کافی خوش شکل انسان لگتا تھا۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"آپ کے چچا کے ساتھ جو بھی ہوا مجھے افسوس ہے۔ اللہ انہیں جلد صحت یاب کرے گا۔" زخرف بھی زبردستی مسکراتے ہوئے بولی۔

"آمین۔ آپ کا شکریہ۔" وہ شکریہ کہتا راہداری پر آگے کو بڑھ گیا۔ زخرف نے رکی سانس بحال کی اور دل پر ہاتھ رکھا۔ جہانگیر آگے کو چل پڑا تو وہ بھی چل پڑی۔

"یہ بابا کے اسی بھائی کا بیٹا ہے جن سے انکی ناراضگی ہے؟" دھیرے سے بولی۔

"جی، انکی بول چال صرف اپنے بھائی سے بند ہے۔ ورنہ انکی بھابھی اور بھتیجا تو اکثر آتے ہیں۔" زخرف نے سر ہلا دیا۔ اس کے دل میں معمولی سے تجسس نے سر اٹھایا تھا۔ کیا وجہ ہو سکتی ہے کہ یوسف مرجان جیسے شخص کی اپنے سگے بھائی سے بول چال بند ہو۔

وہ گھر میں داخل ہوئی تو جہانگیر واپس لوٹ گیا۔ اندر بوا ایک بھاری بالٹی اٹھائے کچن کی جانب جا رہی تھی جب انکی نظر زخرف پر پڑی۔

"لڑکی ادھر آو۔" وہ ان کے قریب آئی۔ "یہ بالٹی تو ذرا کچن میں رکھ دو۔" بالٹی زمین پر رکھتے بولیں۔ زخرف بالٹی اٹھائے کچن کی جانب بڑھ گئی۔

"ویسے کیا بتایا تھا تو نے کیا کرتی ہے؟" وہ کچن میں داخل ہوئیں، تو بوا بولیں۔

"کچھ نہیں نوکری چھوڑ چکی ہوں میں۔"

"نا یہ تو تم نے بہت اچھا کیا۔ لڑکیوں کو یوں نوکریاں کرنا زیب بھی نہیں دیتا۔" زخرف نے انکی بات نظرانداز کی، وہ بحث کے موڈ میں ہرگز نہیں تھی۔

"ویسے تیرے ماں باپ کو پتہ ہے کہ توں ہر وقت آوارہ گردی کرتی رہتی ہے۔" وہ اپنی کمر پر ہاتھ رکھے بولی۔ اب کے زخرف کے ماتھے پر بل پڑا تھا۔ "بھئی لڑکی جوان ہو جائے تو ماں باپ کی راتوں کی نیندیں اُڑ جاتی ہے۔ تمہارے ماں باپ کو تو لگتا ہے کوئی فکر ہی نہیں ہے، بیٹی کا قد آسمان کو چھونے لگا ہے اور کیسے دندناتی سارے زمانے میں گھومتی ہے۔" زخرف نے بمشکل اپنا منہ بند رکھا۔ اس نے مٹھیاں بھینچ رکھی تھیں اور پیر پٹختی وہ کچن سے نکل گئی۔

یوسف کے کمرے میں داخل ہوتے ہی وہ دل برداشتہ ہو کر بول پڑی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"میں آپ کو بتارہی ہوں، اپنی اس بوڑھی ملازمہ کو سمجھالیں۔ میں نے کچھ الٹا سیدھا بول دیا تو آپ کو برا لگے گا۔"
یوسف کمرے میں کھڑکی کے پاس رکھے کاوچ پر بیٹھے تھے۔ ہاتھ میں کتاب تھی جسے انہوں نے زخرف کے آتے ہی بند کر دیا۔

"اب کیا ہو گیا ہے زخرف؟" وہ کتاب ساتھ پڑے کافی ٹیبل پر رکھتے بولے۔

"میں جب بھی آتی ہوں تو جلی کٹی سنانے لگتی ہیں۔ کبھی کہتی ہیں اچھا ہوا نوکری چھوڑ دی تو کبھی کہتی ہیں تمہارا قد آسمانوں سے لگنے لگا ہے شادی کر لو۔" یوسف نے اس کی بات سن کر ہنسی دبائی۔

"آپ ہنس رہے ہیں؟" زخرف نے بے یقینی سے ان کے چہرے کو دیکھا۔

"ان کی باتوں کو اگنور کیا کرو تم، وہ پرانے خیالات کی ہیں اور ہر لڑکی سے یہی سب کہتی ہیں۔"

"ہونہہ، ٹانگیں قبر میں ہیں پھر بھی ایسی حرکتوں سے باز نہیں آتیں۔" یوسف نے آگے سے اسے گُھورا تو وہ خاموش ہو گئی۔

"اچھا چھوڑیں یہ سب، مجھے بتائیں آپ کا بازو کیسا ہے۔" وہ انکے پٹیوں میں جکڑے بازو پر نرمی سے ہاتھ پھیرتے بولی۔

"جب میری بیٹی میرے پاس ہو تو مجھے کوئی درد محسوس نہیں ہوتا۔" زخرف خاموش رہی۔ ان کی ایسی باتوں پر اس کا دل شرمندگی سے بھر جاتا تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر وہ کتاب پکڑی جو وہ اس کے آنے سے پہلے وہ پڑھ رہے تھے۔ وہ کسی مشہور شخصیت کی آٹو بائیو گرافی تھی۔

"آپ فکشن نہیں پڑھتے کیا؟" کتاب کے صفحے پلٹاتے بولی۔

"پڑھ لیتا ہوں، اگر اچھی کتاب ہو۔"

"اچھا میں نے تو اس دن پورا گھر دیکھا تھا۔ مجھے تو آپ کی کتابوں کی کلیکشن کہیں نظر نہیں آئی۔" وہ انکا چہرہ دیکھتے ہوئے بولی۔

"شاید تم نے سارا گھر نہیں دیکھا تھا۔ آؤ تمہیں کچھ دکھاتا ہوں۔" وہ اٹھ کھڑے ہوئے تو زخرف بھی اٹھ گئی۔

"کیا دکھانا ہے آپ کو؟" وہ ان کے پیچھے چلتی بولی۔

"اس گھر میں چھپا ہوا ایک راز۔" وہ مسکراتے بولے۔ زخرف دوڑتی ان کے قریب آئی۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR LIFE

"راز؟"اس کے ذہن میں اپنے اپارٹمنٹ کا رازدار کمرہ دوڑا۔ کیا اس گھر میں بھی کوئی راز کسی کمرے میں دفن تھا؟

"ہاں راز۔"

"کیا آپ کے علاوہ کوئی اس بارے میں جانتا ہے؟"اسکا تجسس مزید بڑھتا جا رہا تھا۔

"جانتے ہیں لیکن بہت کم لوگ۔ اس گھر میں آنے والے انہی لوگوں کو میں وہ کمرہ دکھاتا ہوں جو اس اہل ہوں۔"وہ چلتے ہوئے لاونج کے آگے بنی سیڑھیوں تک پہنچ گئے تھے۔ وہ سیڑھیاں کافی چوڑی تھیں لیکن گھر کے ایک کونے میں چھپی ہوئی تھیں۔ زخرف نے وہ آج ہی دیکھی تھیں۔

"اوپر جانے کی سیڑھیاں تو کمروں کی دوسری جانب ہیں، پھر یہ سیڑھیاں کہاں جاتی ہیں؟"وہ سر اٹھا کر اوپر دیکھتے بولی۔

"ایک ایسے کمرے کی جانب جو خزانے سے بھرا ہوا ہے۔"وہ مسکرا کر بولتے سیڑھیاں چڑھنے لگے۔ زخرف بھی ان کے پیچھے ہولی۔

"خزانہ؟"اسکا تجسس بڑھتا جا رہا تھا۔ آدھی سیڑھیوں کے آگے بڑی سی کھڑکی تھی۔ زخرف نے آگے ہو کر نیچے جھانکا۔ نیچے نیلے پانی سے بھرا سوئمنگ پول تھا۔ وہ گھر کا عقبی حصہ تھا۔ وہ کھڑکی سے ہٹ کر پھر سے یوسف کے پیچھے چلنے لگی۔

سیڑھیاں ختم ہوئیں تو آگے ایک بے حد اونچا دروازہ تھا۔ وہ دروازہ کافی قدیم دکھتا تھا۔ جیسے گھر کو وقت کے ساتھ بدلتے ہوئے اسے نظر انداز کر دیا گیا ہو یا پھر جان بوجھ کر ایسا رکھا گیا ہو۔

یوسف نے آگے ہو کر دروازہ کھولا اور زخرف کے لیے راستہ چھوڑا۔ وہ آگے بڑھی اور کمرے میں داخل ہوئی۔ کمرے کے اندر داخل ہوتے ہی اسکے ہاتھ خود بخود منہ پر آ گئے۔ یوسف اس کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔ زخرف نے نظریں چاروں جانب دوڑائیں۔ اس کی آنکھیں ششدر تھیں۔

وہ لائبریری تھی۔ ایک بہت بڑی اور قدیمی طرز پر بنی لائبریری۔ دیوہیکل شیلفز چھتوں کو چھو رہی تھیں اور انکے پیٹ کتابوں سے لدے تھے۔ بلکہ کتابیں نہیں خزانوں سے لدے تھے۔ ایک کتابوں سے محبت کرنے والے شخص کے لیے اسکی کتابیں اسکا سب سے بیش قیمت treasure ہی ہوتا ہے نا؟ وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی لال قالین پر آگے

کو بڑھی۔ کتابیں خاموشی سے ان کے بیچ چلتی بیلا کو دیکھ رہی تھیں۔ وہاں مختلف کتابوں کے مختلف سیکشن بنے تھے۔ زخرف کی نظر کلاسک کتابوں کی شیلفز پر پڑی۔ اور پہلی نظر میں ہی اسے وہ کتاب دکھ گئی۔ اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ ہاتھ آگے بڑھایا اور اس کتاب کو باہر نکالا۔ وہ اسکی پسندیدہ کتاب کا پہلا ایڈیشن تھا۔ انیسویں صدی کا ایڈیشن۔ اس نے کتاب کو کھولا تو اس میں قدیم زمانے کی خوشبو قید تھی۔

"یہ لائبریری میرے دادا نے بنوائی تھی۔ کتابوں سے بے حد شغف تھا انہیں۔ ان کے بعد یہ لائبریری میرے والد کو ملی اور ان کے بعد مجھے۔ کیونکہ میں اپنے بہن بھائیوں میں اکلوتا تھا جسے کتاب بینی کا شوق تھا۔" وہ پیچھے ایک سٹڈی ٹیبل پر بیٹھے بول رہے تھے۔

"مجھے سمجھ نہیں آرہی کہ میں کیا بولوں۔ میں نے اپنی زندگی میں اتنی کتابیں اکٹھی کبھی نہیں دیکھیں۔" اس کی نظر ایک کونے میں ایک شیلف کے ساتھ لگی سیڑھی پر پڑی۔ یقیناوہ اونچی کتابوں کو نکالنے کے لیے استعمال ہوتی تھی۔

"میرے بعد یہ لائبریری تمہاری ہوگی۔" زخرف جو کہ ان کتابوں کے سحر میں ڈوبی تھی فوراً سے حقیقت میں واپس آئی۔ اس نے یاسیت سے اس چھپے خزانے کو دیکھا۔

"میرا یہاں دم گھٹ رہا ہے، میں نیچے جارہی ہوں۔ ویسے بھی کافی دیر ہوگئی ہے اب مجھے لوٹ جانا چاہیے۔" وہ یوسف کو دیکھے بنا فوراً دروازہ کی جانب بھاگ گئی۔ اس قدیم دروازے کو پار کرکے وہ تیزی سے سیڑھیاں اتری اور باہر کی جانب چلی آئِی۔ گھر کی دہلیز پر آتے ہی اس کے قدم رکے۔ سامنے سے کچھ لوگ چلتے آرہے تھے۔ وہ الٹے قدم چلتی اندر دوڑی اور ایک دیوار کی اوٹ میں ہو کر کھڑی ہوگئی۔ ان لوگوں کی آوازیں قریب آتی جارہی تھیں۔

"امی میں تو کہتی ہوں آپ ماموں کے پاس کچھ دن رک جائیں۔ اکیلے گھر میں انکا دل گھبراتا ہو گا۔" یہ کسی لڑکی کی آواز تھی۔

"ہاں میں بھی یہی سوچ رہی تھی۔ تمہارے باپ سے بات کروں گی۔" یہ ایک بوڑھی عورت کی آواز تھی۔

"امی میں بھی آپ کے ساتھ رک جاوں؟" اب ایک اور لڑکی بولی۔

"نہیں ہر گز نہیں، رکوں گی تو میں اکیلی۔ تمہارے امتحان ہونے والے ہیں، چپ چاپ گھر بیٹھ کر پڑھائی کرنا۔"

"آپ نا اجازت دیں، میں ماموں سے کہوں گی۔۔۔" ان کی آوازیں دور ہو گئیں۔ کچھ لمحے وہ وہیں کھڑی رہی۔ وہ اس کی پھپھو تھیں اور کزنز۔ وہ دیوار کی اوٹ سے نکلی اور باہر کو بھاگ گئی۔ وہ لوگ انجان تھے، انکے چہرے انکی آوازیں سب انجان تھے۔ وہ انجان لوگ جن کے لیے وہ صرف ماضی کی حیثیت رکھتی تھی۔ اسکا ان لوگوں سے کوئی واسطہ نا تھا۔

....

آج پھر لاہور کا موسم خوشگوار تھا۔ آسمان پر بادلوں کا رنگ گہرا ہوتا جا رہا تھا۔ ٹھنڈیں ہوائیں چل رہی تھیں۔
زخرف نے ناک سے بارش آنے سے پہلے کی خوشبو کو اپنے اندر اتارا اور پھر سے اپنی کتاب کے مطالعہ میں مصروف ہو گئی۔ وہ اس وقت ٹیرس پر کرسی رکھے بیٹھی تھی۔ ہاتھوں میں کتاب تھی جس میں وہ مکمل طور پر ڈوبی ہوئی تھی۔
ارسم اپنے ٹیرس پر آیا تو پہلی نظر اس پر ڈالی۔ اس کے ہاتھ میں ایک پانی کی بوتل تھی۔ وہ اس پر ایک نظر ڈال کر اپنے ٹیرس پر پڑے گملوں میں پانی ڈالنے لگا۔
تم نے وہ کتاب پڑھنا شروع کی؟" زخرف چہرے سے کتاب ہٹا کر بولی۔ اس کے بال اور کتاب کے صفحے ہوا سے پھڑ پھڑا رہے تھے۔ اس کے کالے بالوں میں نیچے چھپا بھورا رنگ ہلکا ہلکا دکھنے لگا تھا۔
"تم ہر کسی کو اپنی پسندیدہ کتاب ایسے ہی زبردستی پڑھواتی ہو کیا؟" وہ اس پر ایک نظر ڈالتے بولا۔
"میری طرف سے ناپڑھو۔" وہ منہ بنا کر بولی اور پھر سے کتاب چہرے کے سامنے کر لی۔ ارسم نے پودوں میں پانی ڈال کر بوتل ایک جانب رکھی اور ان دونوں کے ٹیرس کے بیچ حائل منڈیر کے ساتھ آ کر کھڑا ہو گیا۔
"تم نے پینٹنگز کے بارے میں کیا سوچا ہے؟" اسکا لہجہ سنجیدہ تھا۔ زخرف نے کتاب چہرے سے ہٹائی۔ وہ اپنے لب کاٹ رہی تھی۔
"پتہ نہیں میں اس بارے میں نہیں سوچتی۔" وہ بھی سنجیدہ تھی۔ ارسم کچھ لمحے افسوس سے اسے دیکھتا رہا۔
"جانتی ہو، تمہیں فکشن سے زیادہ نان فکشن کتابیں پڑھنے کی ضرورت ہے۔" سر جھٹکتا بولا۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"تم پھر سے میری کتابوں کی چوائس کے پیچھے پڑ گئے ہو۔" وہ اپنی کتاب بند کر کے ایک جانب رکھتے ہوئے غصے سے بولی۔

"میں یہ نہیں کہہ رہا کہ فکشن کتابیں پڑھنا بری بات ہے۔ لیکن ہماری گروتھ کے لیے نان فکشن کتابیں بہت ضروری ہیں۔ ان سے ہم جو کچھ بھی سیکھتے ہیں وہ ہماری پریکٹیکل لائف کو بہت حد تک آسان بنا دیتا ہے۔" زخرف اپنی کرسی سے اٹھی اور ہاتھ باندھتے ہوئے اس کے قریب آئی۔

"اچھا مسٹر ارسم، تو آپ نے آج تک اپنی کتابوں سے کیا سیکھا ہے؟" وہ ریلنگ کے ساتھ پشت ٹکائے کھڑی ہو گئی یوں کہ رخ ارسم کی جانب تھا۔

"میں نے ایک دفعہ ایک کتاب میں پڑھا تھا کہ ہم کوئی فیصلہ لینے سے جتنا ڈرتے ہوں، ہمیں وہ فیصلہ اتنی ہی جلدی کر لینا چاہیے۔ مشکل فیصلے ان پُلوں کی طرح ہوتے ہیں جن کو پار کرنے والے انسانوں کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ پُل کہ اس پار کیا ہے۔ بہت سے لوگ پُل کو پار نہیں کرتے کیونکہ وہ اس بات سے ڈرتے ہیں کہ نا جانے پُل کے اس پار کیا ہو؟ لیکن جانتی ہو زخرف، یہی تو اصل بات ہے۔ تمہیں کیا معلوم کے پُل کے اس پار کیا ہے؟ اگر تمہیں یہ بات ڈراتی ہے کہ پُل کے اس پار کوئی مونسٹر ہو سکتا ہے تو تمہیں یہ بات کیسے معلوم ہے؟"

"اور اگر تمہیں اس بات کا پورا خدشہ ہے کہ آگے کوئی مونسٹر ہی تمہارا انتظار کر رہا ہے تو تمہیں اس بات کا یقین کیوں نہیں ہے کہ وہ درندہ تمہارے پیچھے سے نہیں آ سکتا ہے؟۔ وہ خاموشی سے سنتی رہی بولی کچھ نہیں۔

" زندگی رسک لینے کا نام ہے اور بہادر لوگ ہمیشہ رسک لیتے ہیں۔ بہادر لوگ دلیری سے اس پُل کو پار کر جاتے ہیں اور آگے آنے والے ہر ایڈوینچر کے لیے تیار رہتے ہیں جبکہ بزدل لوگ کنارے پر ہی کھڑے رہتے ہیں۔ وہ ساری زندگی پچھتانے والے لوگ ہوتے ہیں۔" وہ اپنی بات ختم کر کے خاموش ہو گیا۔ زخرف یونہی اسے دیکھ رہی تھی۔

"اور وہ ہمت کہاں سے لائی جائے؟ جو اس پُل کے آگے جو بھی ہے اسے فیس کرنے کے لیے چاہیے؟"

"جو کام جتنا مشکل ہوتا ہے ناز خرف وہ اتنا ہی آسان بھی ہوتا ہے۔ لیکن یہ بات ہمیں اس وقت سمجھ آتی ہے جب ہم اس کو کر گزرتے ہیں۔ اور اگر ہم اس کو کرنے کی ہمت ہی نا کر پائیں تو وہ ہمیشہ مشکل ہی رہتا ہے۔"

"تمہیں میری اتنی پرواہ کیوں ہے، حالانکہ میں تمہیں اچھی بھی نہیں لگتی۔"

"تمہیں کس نے کہا کہ تم مجھے اچھی نہیں لگتی؟" وہ اسکی بھوری آنکھوں میں دیکھتا سنجیدگی سے بولا تھا۔

"تو کیا اچھی لگتی ہوں؟" اس نے سوال پوچھ کر خود کو کوسا۔ ارسم نے کچھ بولنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ اسکا فون بجا۔ اس نے جیب سے فون نکال کر سامنے کیا۔ ناچاہتے ہوئے بھی زخرف نے اسکی سکرین کی جانب دیکھا۔ سکرین پر Katie نام جگمگا رہا تھا۔ ارسم نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"میری باتوں پر غور ضرور کرنا۔" کہہ کر وہ فون کان سے لگاتا اندر چلا گیا۔

بارش کی ایک بوند زخرف کی شرٹ پر گری اور اپنا نشان ثبت کر گئی۔ وہ گہری سوچ میں تھی۔ وہ اس لڑکی Katie کے بارے میں نہیں سوچ رہی تھی بلکہ وہ اسکے الفاظ کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ اس نے اپنی کتاب اٹھائی اور اندر آ گئی۔

"تمہیں کیا معلوم کہ پُل کے اس پار کیا ہے؟"

وہ اندر آئی اور کتاب صوفے پر اچھال دی۔

"زندگی رسک لینے کا نام ہے۔ اور بہادر لوگ ہمیشہ رسک لیتے ہیں۔"

اس نے جھک کر استری سٹینڈ کے نیچے سے چابی نکالی اور اٹھ کر اس کمرے کا دروازہ کھولا۔ دروازہ کھولتے ہی اندر سے بھنبھناہٹ اس کے کانوں سے ٹکرائی۔ وہ چلتی ہوئی ایک پینٹنگ کے سامنے آ کر رک گئی۔

"تم ایک دن بہت مشہور پینٹر بنو گی۔ ملک کے رئیس تم سے ملا کریں گے۔"

اس نے ہاتھ آگے بڑھا کر اس پینٹنگ کو سٹینڈ سے اتارا۔ کچھ دیر وہ خاموشی سے اس پینٹنگ کو دیکھتی رہی۔

"تم کینوس پر رنگ نہیں اتارتی تم اس پر جادو کرتی ہو۔ تم اس پر ایک سحر اتارتی ہو جو دیکھنے والوں کی آنکھوں کو جکڑ لیتا ہے۔"

وہ پینٹنگ تھامے کمرے سے نکل آئی۔ باہر آ کر اس نے اپنا پرس اور گاڑی کی چابی پکڑی۔ وہ ٹیرس کے دروازے کے پاس آئی۔ باہر بوندا باندی شروع ہو گئی تھی۔ اس نے آسمان کی جانب دیکھا۔ آسمان پر کالے بادل تھے۔ بلکل ویسے ہی جیسے اس دن تھے جب اس نے اپنے ہاتھوں سے نوچ کر اپنی پینٹنگ کی قبر کھودی تھی۔ آسمان کی جانب دیکھتے ہوئے

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ در آئی۔ وہ مسلسل اپنے ذہن میں آنے والے واہموں کو جھٹکتی جا رہی تھی۔ اسکا دل مسلسل ایک بات دہرا رہا تھا۔

"تمہیں کیا معلوم پُل کے اس پار کیا ہو؟" جس زندگی سے وہ ڈرتی تھی وہ زندگی اس نے گزاری تو نہیں تھی، پھر اسے کیا معلوم وہ کیسی ہوگی؟ اس نے ہاتھ بڑھا کر ٹیرس کا دروازہ بند کر دیا اور باہر کے دروازے کی جانب بڑھ گئی۔

سارے راستے میں وہ مسلسل مسکراتی رہی تھی۔ اس کی گاڑی لاہور کی بڑی سی آرٹ گیلری کے سامنے آ کر رکی۔ اب کے بارش کافی تیز ہو چکی تھی۔ زخرف نے پینٹنگ تھامی اور گاڑی سے باہر نکلی۔ باہر نکلتے ہی بارش نے اسے بھگانا شروع کر دیا۔ البتہ پینٹنگ کور میں لپٹی محفوظ تھی۔ وہ دوڑ کر گیلری کی سیڑھیاں چڑھی اور اندر داخل ہو گئی۔ اتنے میں ہی وہ کافی حد تک بھیگ گئی تھی۔ سامنے ریسیپشن ڈیسک پر ایک لڑکی کھڑی تھی۔ اس لڑکی نے اپنی عینک کے اوپر سے اپنے سامنے دیکھا اور اس بھیگی ہوئی لڑکی پر بے زار سی نظر ڈالی۔ زخرف چلتی ہوئی ڈیسک کے قریب چلی آئی۔

"مجھے یہ پینٹنگ اس گیلری میں ڈسپلے کروانی ہے۔" سلام کے بعد وہ سیدھی نقطے پر آئی۔ اس لڑکی نے عینک اتاری اور مزید ناگواریت سے اسے دیکھا۔

"اس چیز کا ایک مکمل پروسیجر ہوتا ہے۔۔۔"

"آپ میری پینٹنگ دیکھ سکتی ہیں۔" زخرف اس کی بات اور اسکی نظریں نظر انداز کرتی پینٹنگ کو کور سے آزاد کرتے بولی۔

"دیکھیں میں نے آپ سے کہا ہے نا یہ سب ایسے نہیں ہوتا اور اوپر سے آپ گندے پیروں سے اندر آ گئی ہیں۔"

اندر سے ایک تھری پیس میں ملبوس شخص وہاں آیا، اس نے ایک نظر زخرف پر ڈالی اور پھر وہ ریسیپشنسٹ کی جانب متوجہ ہوا۔ اچانک اس کی نظر اس پینٹنگ پر پڑی جسے زخرف نے ابھی کور سے نکالا تھا۔ لمحے بھر کو اس آدمی کی نظریں اس پینٹنگ پر ٹھہر گئیں۔ زخرف نے اسکا چہرہ دیکھا اور دھیما سا مسکرائی۔

"سر میں ان کو کہہ ہی رہی تھی۔۔۔" وہ لڑکی بولی لیکن اس آدمی نے ہاتھ اٹھا کر اسے چپ کروا دیا۔ پھر وہ زخرف کی جانب متوجہ ہوا۔

"یہ پینٹنگ آپ نے بنائی ہے؟" زخرف جواب میں مسکرائی اور سر ہلایا۔ وہ آدمی فوراً اس لڑکی کی جانب مڑا۔

"ان کو فوراً میرے آفس لے کر آو۔" وہ کہتا تیزی سے اندر کی جانب بڑھ گیا۔

کچھ دیر بعد وہی لڑکی گیلری کے ایک حصے میں اسکی پینٹنگ ٹانگ رہی تھی۔ پیچھے زخرف ہاتھ باندھے مسکرا کر اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ آدمی بھی اس کے ساتھ کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک کاغذ تھا۔ وہ معاہدہ جسے زخرف نے ابھی سائن کیا تھا۔ وہ پچاس فیصد شئیر پر راضی ہو گئی تھی۔ یعنی وہ پینٹنگ جتنے کی بھی بکے گی اس میں سے اسے آدھا حصہ ملے گا۔ آدھا گیلری کا ہو گا۔ وہ جانتی تھی اس نے گھاٹے کا سودا کیا ہے لیکن فلحال اسے ایسے ایک گھاٹے کے سودے کی ضرورت تھی۔

"آپ نے کہا کہ آپ بچپن سے پینٹ کرتی ہیں، تو یقیناً آپ کی ایک بڑی کلیکشن ہو گی۔" وہ آدمی دلچسپی سے اس بھیگی لڑکی کو دیکھ کر بولا۔

"بلکل۔"

"آپ اپنی باقی پینٹنگز یہاں ڈسپلے کرنا چاہیں گی؟"

"بلکل بھی نہیں۔" وہ لڑکی مڑی تو زخرف نے ایک ہاتھ اسکی جانب بڑھایا۔ لڑکی نے ایک مارکر اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ زخرف چند قدم آگے آئی اور پینٹنگ کے کونے میں اپنا نام لکھا۔ واپس مڑ کر مارکر اس لڑکی کی طرف اچھالا اور باہر کی جانب بڑھ گئی۔

وہ گیلری کی سیڑھیاں اتری تو بارش بے حد تیز تھی۔ وہ کھلے آسمان تلے کھڑی ہوئی اور دونوں ہاتھ کھول کر چہرہ آسمان کی جانب اٹھالیا۔ ٹھنڈی بارش اس کے چہرے پر گر رہی تھی اور وہ مسکرا رہی تھی۔ اسے اپنا بدن روئی کی طرح معلوم ہو رہا تھا۔ جیسے ایک بھاری بوجھ اس کے کندھوں پر سے اترا ہو۔

کہتے ہیں الفاظ بہت طاقتور ہوتے ہیں۔ اس دنیا میں اگر کسی شے کو ہلایا نہیں جا سکتا، بدلا نہیں جا سکتا، موڑا نہیں جا سکتا تو وہ انسانی دل ہے۔ لیکن الفاظ، الفاظ اس کام کو کرنے کی طاقت رکھتے ہیں۔

بارش کی گرتی بوندیں اس لڑکی کو بھگاتی جا رہی تھیں جو سب سے بے نیاز مسکراتی آسمان کی جانب چہرہ اُٹھائے کھڑی تھی۔

گیلری کے شیشوں سے وہ آدمی اور ریسیپشنسٹ اسی کو دیکھ رہے تھے۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

....

وہ دونوں اس وقت لاونج میں ٹی وی کے سامنے بیٹھی تھیں۔ گیلری میں پینٹنگ رکھوائے ایک ہفتہ گزر چکا تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ زخرف کے خدشات پھر سے لوٹنے لگے تھے۔ البتہ اس نے ابھی بھی ایذا یا یوسف کو اس بارے میں نہیں بتایا تھا۔ وہ دونوں اس وقت ٹی وی پر ترکش ڈرامہ دیکھ رہی تھیں۔

"کاش میں اس زمانے میں ہوتی، مجھے بھی کوئی سلطان باندی بنالیتا اور پھر مجھ سے محبت کر بیٹھتا۔ ملکہ کی بھی کیا زندگی ہوتی ہو گی۔" ایذا ہتھیلی پر چہرہ جمائے حسرت سے ٹی وی کی سکرین کو دیکھتے بولی۔

"بہت ہی فضول قسم کی خواہشیں ہیں تمہاری۔" زخرف منہ کا زاویہ بگاڑتے ہوئے بولی۔ ایذا نے ٹی وی سے نظریں ہٹا کر اسے گھورا۔

"اچھا تمہارا دل نہیں چاہتا کہ تمہاری زندگی ایسی ہوتی؟" زخرف نے اس کی بات پر کندھے اچکائے۔

"بلکل بھی نہیں۔ میں ایسے انسان کی ملکہ ہر گز نا بنتی جو عورتوں کو باندی بناتا ہو۔"

"مان لو کہ تم اس زمانے میں ہوتی اور سلطان تمہیں باندی بنالیتا۔ تو تم کیا کرتی؟ کیا ساری زندگی باندھی بن کر گزار دیتی؟"

"میں کیا کرتی؟" وہ کچھ سوچنے والے انداز میں ٹی وی کو دیکھتی رہی۔ پھر وہ ایک دم مسکرائی اور ایذا کو دیکھا۔ "میں بتاتی ہوں میں کیا کرتی۔" وہ فوراً کھڑی ہو گئی۔ "مان لو کہ میں ایک عام لڑکی ہوں جسے وقت کا سلطان باندی بنالیتا ہے۔ وہ مجھے باندھی بنا کر اپنے محل لے جاتا ہے۔ میں اس کے محل میں باقی سب باندیوں کے ساتھ ہاتھ باندھے نظریں جھکائیں کھڑی ہوں کیونکہ وہاں سے سلطان گزرنے والا ہے۔" وہ بولنے کے ساتھ ساتھ ایکٹ بھی کر رہی تھی۔

"اب جیسے ہی سلطان وہاں سے گزرتا ہے تو میں گستاخی کرتی ہوں۔ میں سر اٹھاتی ہوں اور سلطان کو اس کے نام سے پکارتی ہوں۔ سلطان فوراً رک جاتا ہے۔"

"یہ تو وہی ہے جو ڈرامے میں حُورم کرتی ہے۔" ایذا نے فوراً اس کی ایکٹنگ کو بریک لگائی۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"سن تو لو پہلے۔ ہاں، تو میں کہہ رہی تھی کہ سلطان میرے اسے پکارنے پر رک جاتا ہے۔ وہ مڑ کر دیکھتا ہے کہ یہ گستاخی کس نے کی ہے۔ اور جب وہ مڑتا ہے تو اسے خوبصورت آنکھوں والی لڑکی دکھتی ہے۔ جو اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے اسے دیکھ رہی ہوتی ہے۔ سلطان ان آنکھوں میں ڈوب جاتا ہے ان پر مر مٹ جاتا ہے۔۔۔۔"

"لیکن تم ساری ڈرامے کی کہانی سنا رہی ہو۔" ایذا نے پھر چڑ کر اسے ٹوکا۔ زخرف نے اپنی ایکٹنگ روک کر غصے سے اسے دیکھا۔

"تمہارے اندر صبر نہیں ہے کیا۔ اب بیچ میں مت بولنا۔ ہاں تو وہ میری آنکھوں پر مر جاتا ہے۔"

"جتنی خوفناک ہیں مرے گا ہی نا۔" ایذا لقمہ دیے بنا بعض نا آئی۔ زخرف نے اسے نظر انداز کیا۔

"وہ میرے قریب آتا ہے۔ اور پھر میں اس پر سب سے بڑا ظلم یہ کرتی ہوں کہ میں اس کے سامنے بے ہوش ہو جاتی ہوں۔ میں جیسے ہی گرنے لگتی ہوں وہ مجھے پکڑ۔۔۔۔" وہ ہو بہو ایکٹنگ کرتی پیچھے صوفے پر گرنے لگی جب اس کی نظر ایذا کے پیچھے پڑی اور اسی لمحے اس نے زبان دانت کے نیچے دبائی۔ ایذا کے پیچھے دیوار کے ساتھ یوسف کھڑے تھے۔ انکا ایک بازو گردن کے سہارے لٹکا تھا اور دوسرا انہوں نے ٹراوزر کی جیب میں ڈالا تھا۔ وہ خاموشی سے کھڑے اس کی ایکٹنگ دیکھ رہے تھے۔

"بابا؟" وہ ہکا بکا سی بولی اور فوراً سیدھی ہوئی۔ ایذا نے فوراً مڑ کر پیچھے دیکھا۔

"اندازہ نہیں تھا مجھے کہ میری اولاد اتنی بے شرم ہے۔ چچ چچ۔" وہ سر افسوس سے جھٹکتے ہوئے آگے آئے۔

"آ۔۔۔ نہیں تو۔ میں اور ایذا تو بس ایک ڈرامہ ڈسکس کر رہے تھے۔ چاہے تو ایذا سے پوچھ لیں۔" اور ایذا، وہ پیٹ پکڑے ہنستی جا رہی تھی۔ زخرف کا چہرہ شرمندگی سے سرخ ہو گیا۔

"بہت افسوس ہوا۔" وہ اسے مزید چڑاتے ہوئے صوفے پر بیٹھ گئے۔ ایذا بمشکل اپنی ہنسی روکتی ان کے قریب آئی۔ ان کے ایکسیڈینٹ کے بعد وہ پہلی دفعہ انہیں دیکھ رہی تھی۔ زخرف پیر پٹختی وہاں سے چلی گئی۔

کچھ دیر بعد وہ تینوں ٹی وی کے آگے بیٹھے تھے۔ یوسف اور ایذا ایک صوفے پر تھے جب کہ زخرف دوسرے پر ان سے کافی فاصلے پر بیٹھی تھی۔ اس نے منہ پھولا رکھا تھا۔

ایذا اور یوسف نے ہنسی دبائے ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر ایذا نے گلا صاف کیا۔

"ویسے کے بی، ٹی وی دیکھنے کا بلکل مزہ نہیں آرہا۔زی کی ایکٹنگ زیادہ اچھی تھی۔ہے ناں؟" زخرف نے بدلے میں اسے صرف گھوری ڈالی۔

"اچھا نا بتاؤ پھر آگے کیا ہوا؟" ایذا اسرار کرتے ہوئے بولی۔

"میں تمہارا سر پھاڑ دوں گی۔" زخرف نے زور سے ایک کشن اس کی طرف پھینکا۔

"ویسے میں بھی جاننا چاہتا ہوں آگے کیا ہوا؟" یوسف بھی مسکراتے بولے۔

"ابھی تو کہہ رہے تھے کہ بہت بے شرم ہوں میں۔" وہ تڑاخ سے بولی۔

"اچھا نا بس کرو، بتاؤ آگے کیا ہوا۔" ایذا کی بات پر اس نے باری باری دونوں کو دیکھا۔وہ دونوں انتظار کر رہے تھے۔ کچھ لمحے وہ سوچتی رہی پھر کھڑی ہو گئی۔

"تو ہم کہاں تک پہنچے تھے؟"

"سلطان کو تم سے محبت ہو گئی۔" ایذا فورا بولی۔

"ہاں، اسے مجھ سے محبت ہو گئی اور اس نے فیصلہ کیا کہ اگر کوئی اس کی ملکہ بنے گی تو وہ میں ہی ہوں گی۔" ایذا اور یوسف نے اپنی ہنسی دبائی۔

"پھر ہر طرف اعلان کر دیے گئے اور دھوم دھام سے شادی ہوئی۔" وہ کہہ کر ایک دم رکی۔ سوچنے والے انداز میں گال پر انگلی رکھی۔ "ایک بات بتانا تو میں بھول ہی گئی، دلہن شادی پر اپنی دوست سے بہت زیادہ پیاری لگ رہی تھی۔"

"یہ دوست کہاں سے بیچ میں آ گئی۔" ایذا نے فورا احتجاج کیا۔

"میری کہانی ہے۔ میری مرضی میں جسے کہانی میں لے آوں۔" ایذا نے منہ چڑایا۔ "تو دلہن اپنی دوست سے زیادہ پیاری تھی اور اپنے باپ سے زیادہ ذہین تھی۔" یوسف مسلسل مسکرا رہے تھے۔

"اور پھر بلآخر شادی ہو گئی۔"

"شکر ہے۔" ایذا نے ہاتھ منہ پر پھیرے۔

"شادی ہو گئی اور میں سلطان کی بیوی یعنی کے ملکہ بن گئی۔ باندھی سے سیدھی ملکہ۔" وہ مسکرا کر بولی۔

"لیکن تم تو مجھے کہہ رہی تھی یہ بہت چیپ حرکت ہے۔" ایذا فورا بولی۔

"ایذا بی بی میری کہانی ابھی ختم نہیں ہوئی۔" وہ چلتے ہوئے کچن کی جانب آئی۔ ایذا اور یوسف چہرہ موڑ کر اسے دیکھنے لگے۔

"سلطان مجھ سے شادی کرنے کے بعد بے حد خوش ہوتا ہے۔ وہ شادی کی رات جب خوشی خوشی کمرے میں آتا ہے تو۔۔" اس نے رک کر دونوں کے چہرے دیکھے۔ پیچھے پڑی ٹوکری سے فروٹ نائف پکڑی اور ان دونوں کے سامنے کی۔

"میں اس کا قتل کر دیتی ہوں۔" کہہ کر وہ مسکرائی۔ یوسف اور ایذا کا چہرہ سنجیدہ تھا۔

"کہانی ختم ہو گئی ہے۔" زخرف نے چھری رکھ کر کندھے اچکائے۔

"تمہاری کہانی چاقو اور مرڈر کے بغیر ختم نہیں ہو سکتی تھی کیا؟" یوسف افسوس سے بولے۔

"کتنی ہی کوئی بے وقوف عورت ہو گی جو اپنی شادی کی رات اپنے ہی ہاتھوں بیوہ ہو جائے۔" ایذا بھی افسوس سے بولی۔

"دیکھیں میں جانتی ہوں آپ کو سلطان کا ٹریجک اینڈ برا لگ رہا ہے لیکن وہ یہی ڈیزرو کرتا تھا۔ جو انسان عورتوں کو زبردستی باندھی بناتا ہو اس کے ساتھ یہی ہونا چاہیے۔" اس نے ٹوکری سے سیب پکڑ کر اس میں دانت گاڑھے۔ وہ دونوں ابھی بھی اسے افسوس سے دیکھ رہے تھے۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

....

ایچ صوفے پر بیٹھا لیپ ٹاپ میں گھسا تھا۔ ٹانگیں سامنے پڑے میز پر رکھی تھیں۔ وہ اس وقت لاونج میں بیٹھا تھا اور لاونج میں اونچی آواز میں ٹی وی چل رہا تھا۔ اس کی امی ٹی وی کے آگے بیٹھیں نم آنکھوں سے کوئی ڈراما دیکھ رہی تھیں۔ ایچ نے لیپ ٹاپ سے سر اٹھایا اور افسوس سے ان کو دیکھا۔

"ایسی بہوؤں کو خدا کا کوئی خوف ہی نہیں ہوتا۔" وہ دوپٹے سے اپنی آنکھیں صاف کرتی بولیں۔

"امی یہ سب اصل نہیں ہے ڈراما ہے، اور آپ یہ ڈرامے دیکھنا چھوڑ کیوں نہیں دیتیں۔" وہ چڑ کر بولا۔ میز پر رکھا چائے کا کپ اٹھا کر ایک گھونٹ بھرا۔

"ہاں لیکن اصل میں بھی ایسی شاطر لڑکیاں ہوتی ہیں۔ حمزہ تم ایسی کسی لڑکی سے ہر گز شادی مت کرنا۔ تم تو جانتے ہو مجھے تو کوئی سازشیں بھی نہیں آتیں۔" ایچ ان کی بات پر ہنسا۔

"اتنے ڈرامے دیکھے ہیں آپ نے ابھی تک تو آپ کو سازش کوئین بن جانا چاہیے تھا۔" اس کی اس بات پر انہوں نے گھور کر اسے دیکھا۔

"تم شادی کرنے والے بنو، میں سازشیں سیکھ لوں گی۔" ایچ خاموش رہا۔ "میری مراد نا جانے کب پوری ہو گی، کب اس گھر میں تمہاری بیوی، تمہارے چھوٹے چھوٹے بچے ادھر ادھر دوڑا کریں گے۔" ان کی بات ختم ہوئی تو ڈور بیل رنگ ہوئی۔

"اس وقت کون آگیا۔" وہ ریموٹ رکھ کر چپل پہنتی اٹھیں۔

"ہو سکتا ہے آپ کی بہو آگئی ہو۔" ایچ ہنستے ہوئے بولا۔

"ہاں کیونکہ تم تو کبھی لاوگے نہیں۔" وہ کہتی ہوئیں باہر کی جانب چلی گئی۔

دروازے کے سوراخ سے انہوں نے جھانکا تو باہر ایک لڑکی کھڑی تھیں۔ وہ سیدھی ہوئیں۔

"لڑکی وہ بھی ہمارے گھر؟" انہوں ٘نے حیران ہوتے دروازہ کھولا۔

دروازہ کھلتے ہی سامنے کھڑی لڑکی مسکرائی۔

"اسلام وعلیکم آنٹی، کیا یہ حمزہ کا گھر ہے؟" زخرف آنکھوں سے سن گلاسز اتار کر مسکراتے ہوئے بولی۔

"ہاں، میں حمزہ کی امی ہوں۔" وہ بھی مسکرا کر بولیں۔

"کیا میں حمزہ سے مل سکتی ہوں؟"

"ہاں بلکل اندر آجاو۔" زخرف اپنی گاڑی کی جانب دوڑی اور گاڑی میں سے کیک اور پھولوں کا بُکے نکال کر لائی۔ اندر آکر اس نے پھول ان کو پکڑا دیے۔ وہ حیران بھی تھیں اور خوش بھی۔ وہ اسے فوراً اندر لے آئیں۔

زخرف اندر آئی تو ایچ اپنے لیپ ٹاپ پر جھکا تھا۔ اس نے عام سے انداز میں سر اٹھایا۔ اپنے سامنے زخرف کو دیکھ کر اس کا چہرہ ایک دم سفید پڑ گیا۔ وہ ایک جھٹکے سے کھڑا ہوا۔

"حمزہ تم سے ملنے کوئی آیا ہے۔" اس کی امی بس زخرف کو ہی دیکھے جا رہی تھیں۔

"دراصل میں حمزہ کی عیادت کے لیے آئی تھی۔"زخرف ان کو مسکرا کر دیکھتی بولی۔

"ارے اب تو حمزہ بلکل ٹھیک ہے۔بس معمولی سا بخار تھا۔"زخرف نے فوراسر ہلا دیا۔

ایچ کا رنگ اب سفید سے لال ہوتا جارہا تھا۔اس کی امی نے اس کی جانب چہرہ موڑا۔

"تعارف نہیں کرواوگے ؟"

"جی۔۔۔وہ،یہ میری کولیگ ہے۔میرے دفتر میں ہوتی ہے۔"وہ تھوک نگل کر بولا۔

"دفتر؟"زخرف دھیرے سے بولی۔ایچ نے اس کو آنکھیں دکھائیں۔

"اچھا۔بیٹا آپ بیٹھو میں کچھ ٹھنڈا پینے کو لے کر آتی ہوں۔"

"آنٹی زیادہ تکلف مت کیجیے گا۔"جب تک وہ لاونج سے نکل نہیں گئیں وہ دونوں انہی کو دیکھتے رہے۔

"تمہاری طبیعت۔۔۔۔"

"تم میرے گھر میں کیا کر رہی ہو؟"وہ دانت پیس کر بولا۔

تمہاری طبیعت۔۔۔۔"

"تمہیں میرے گھر کا کیسے پتا چلا؟"

"تمہاری طبیعت۔۔۔۔"

"آخر تم یہاں لینے کیا آئی ہو؟"وہ غصے سے پاگل ہو رہا تھا۔

"اپنی بکواس بند رکھوگے تو میں کچھ بولوں گی نا۔"وہ ایک دم چیخ کر بولی۔ایچ زہر نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"تمہاری طبیعت کے بارے میں دریافت کرنے آئی ہوں۔اور تمہارے گھر کا ایڈریس ہسپتال سے ملا ہے مجھے۔اور یہ کیک۔"اس نے اپنے ہاتھوں میں پکڑا کیک کا ڈبہ اس کے سامنے کیا۔"دماغ خراب تھا جو میں نے لیا۔"اس نے زور سے ڈبہ اس کے ہاتھوں میں تھمایا۔

"تم نے ابھی تک مہمان کو بٹھایا نہیں؟"ایچ کی امی ٹرے پکڑے لاونج میں داخل ہوتی بولیں۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"بیٹھو۔" ایچ نے برے سے منہ سے ایک چھوٹے صوفے کو صاف کر کے اسے بولا۔ اس کی امی نے اس حرکت پر اسے گھورا۔ زخرف بیٹھ گئی تو ایچ بھی ساتھ بیٹھ گیا۔ اس کی امی نے دونوں کے سامنے ایک ایک کولڈ ڈرنک کا گلاس رکھ دیا۔

"بیٹا اسے اپنا ہی گھر سمجھو۔" وہ زخرف کا بازو دباتے ہوئے بولیں۔ زخرف بدلے میں مسکرا دی۔ ایچ منہ بنائے ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔ اتنا کہہ کر وہ کیک کا ڈبہ اٹھا کر اندر چلی گئیں۔

"تم اپنی امی پر بلکل نہیں ہو۔ کتنی سویٹ ہیں وہ۔ اور خود کو دیکھو۔ ویسے تمہارے فادر کیا کرتے ہیں، ضرور تم نے اپنا مزاج انہی سے لیا۔۔۔" اس کی بات منہ میں ہی تھی اور ایچ اس کی جانب جھکا۔

"اپنے منہ سے کوئی بات نکالنے سے پہلے کچھ سوچتی کیوں نہیں ہو تم؟ میں نے تم سے زیادہ ڈھیٹ لڑکی اپنی زندگی میں نہیں دیکھی۔ اگر تو تم یہاں اس لیے آئی ہو نا کہ میں تمہیں سعد آغا کے بارے میں کچھ بتاوں گا تو انتہائی گھٹیا حرکت ہے یہ۔ تمہیں ایسے کسی کی ذاتی زندگی میں۔۔۔" اور زخرف نے میز سے گلاس اٹھا کر کولڈ ڈرنک اس کے منہ پر پھینک دی۔ ساتھ وہ بے یقین بھرے غصے سے اسے دیکھ رہی تھی۔

ایچ شاکڈ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ کچھ لمحے وہ ایسے ہی دیکھتا رہا۔ پھر اس نے بھی سامنے میز سے گلاس اٹھایا اور کولڈ ڈرنک سیدھی زخرف کے منہ پر پھینک دی۔ اب کے شاکڈ ہونے کی باری زخرف کی تھی۔

"تم نے مجھ پر کولڈ ڈرنک پھینکی؟"

"تو تم نے کونسا شربت پھینکا ہے۔"

اسی لمحے ایچ کی امی دو پلیٹس میں کیک پکڑے اندر آئیں۔ ان دونوں نے سر اٹھا کر ان کو دیکھا۔ وہ جہاں تھیں وہی بت بن گئیں۔ ایچ اٹھا اور تیزی سے اندر چلا گیا۔ زخرف نے سر نیچے کر لیا۔ اس کے بالوں سے کولڈ ڈرنک کے قطرے بہہ کر گر رہے تھے۔ وہ دھیرے دھیرے چلتیں اس کے پاس آئیں اور کیک اس کے سامنے رکھا۔ وہ حیرت سے زخرف کا گیلا چہرہ دیکھ رہی تھیں۔ زخرف ان کی طرف دیکھ کر مسکرائی۔

"آپ کا واش روم استعمال کر سکتی ہوں میں، آنٹی؟"

کچھ دیر بعد وہ دونوں پھر سے وہیں بیٹھے تھے۔ان دونوں کے چہرے دھل چکے تھے۔زخرف کا کیک ان چھوا پڑا تھا جبکہ ایچ اپنا کیک کھا رہا تھا۔

"تم میں مینرز نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔"زخرف طنزیہ لہجے میں بولی۔

"تم میں تو بہت ہیں نا جیسے۔"وہ کیک کی بڑی سی بائٹ لیتا بولا۔

"تم مجھ پر شک کر رہے ہو۔جب کہ میری نیت بلکل صاف تھی یہاں آنے کی۔"

"تم بھی تو مجھ پر شک کرتی ہو نا۔"زخرف نے سر جھٹکا۔

"یہ تم ہو؟"وہاں ایک فریم میں چھوٹے بچے کی تصویر تھی۔زخرف نے اسے پکڑا۔اسی لمحے ایچ اٹھا اور اس سے فریم کھینچا۔

"اپنے ارد گرد ہر چیز سے دور رہو۔"اس نے فریم واپس اس کی جگہ پر رکھ دیا۔

جب وہ جانے لگی تو ایچ اسے باہر تک چھوڑنے آیا۔وہ دیکھ سکتی تھی اس کی امی اندر کھڑکی سے انہی کو دیکھ رہی تھیں۔

"تمہارے گھر آکر بلکل بھی اچھا نہیں لگا۔ہاں لیکن تمہاری امی اچھی عورت ہیں۔"

"یہاں آکر مجھے اور میری امی کو زحمت دینے کا بہت شکریہ۔دوبارہ اس گھر کی جانب کبھی رُخ نا کرنا۔"ایچ نے اس کے لیے دروازہ کھولا۔زخرف نے رک کر اسے دیکھا۔

"تمہیں اب مجھ سے ڈرنا چاہیے بے وقوف ہیکر۔کیونکہ اب مجھے تمہاری کمزوریاں معلوم ہیں۔"وہ مسکرائی۔ایچ ہونٹ بھینچے اسے دیکھ رہا تھا۔"تم چھپکلیوں سے ڈرتے ہو اور تمہاری امی کو تمہارے پیشے کے بارے میں نہیں پتا۔"

"تم؟"وہ غصے سے اس کی جانب بڑھا جب زخرف نے ایک ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا۔

"ویسے اتنی بری ہوں تو نہیں میں کہ کسی کی کمزوری کو اس کے خلاف استعمال کروں۔"وہ ایچ کی جانب جھکی۔"لیکن کبھی کبھار برُا بننے میں کیا حرج ہے؟"ہنس کر وہ گھر کی سیڑھیاں اتر گئی۔

" سومکار لوگ مرے ہونگے تو یہ پیدا ہوئی ہو گی۔"اس نے زور سے دروازہ بند کر دیا۔

•••••••••••••••••••••••••

وہ گاڑی سے نکلا تو اس کی نظر گیراج میں لال رنگ کی ایس یو وی ایس پر پڑی۔ سعد کے ماتھے پر بل نمایاں ہوئے۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتا اندر کی جانب بڑھا۔ لابی میں قدم رکھتے ہی اس کی نظر افتی پر پڑی۔ وہ وہاں کھڑا ایک چائنا کیوپڈ کو سیٹ کر رہا تھا۔

"تم نے پھر سے ان کو گھر گھسا لیا؟" وہ افتی کے قریب آتے ہوئے دانت پیس کر بولا۔

"روزینہ تمہاری ماں ہے۔ تمہارے باپ نے طلاق کے بعد بھی اس کو کبھی آنے سے نہیں روکا تو میں کیسے روک سکتا ہوں۔" افتی عام سے انداز میں بولا۔

"تم جانتے ہو مجھے وہ عورت بلکل نہیں پسند۔"

"مجھے بھی۔ لیکن اس عورت کا تم پر حق ہے۔ میں چاہ کر بھی اس کا حق نہیں چھین سکتا۔" سعد کچھ دیر وہاں کھڑا رہا پھر لمبے لمبے ڈگ بھرتا اپنے کمرے کی جانب چلا گیا۔

اس نے اپنے کمرے کا دروازہ کھولا تو زنانہ پرفیوم کی تیز خوشبو اس کے نتھنوں میں گھسی۔ وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا اندر آیا۔

وہ اس کی وارڈراب کے سامنے کھڑی تھیں۔ اس کے اندر آتے ہی وہ فوراً اس کی جانب مڑیں اور مسکرائیں۔ بال ڈائی کر کے ماتھے پر بینگز ڈال رکھے تھے۔ منہ پر ڈارک میک اپ اور جوتے، کپڑے ہر لحاظ سے ٹرینڈی لگتے تھے۔ اپنی پینسل ہیلز سے چلتی وہ سعد کی جانب آئیں۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"سعد میرے بیٹے۔" انگوٹھیوں سے لدے دونوں ہاتھ اس کے کندھوں پر رکھے جسے سعد نے فوراً جھٹک دیا۔

"کیوں آتی ہیں آپ یہاں، جبکہ آپ بڑے اچھے سے جانتی ہیں کہ مجھے آپ کو دیکھنے میں، آپ سے ملنے میں کوئی انٹرسٹ نہیں ہے۔" اس کا لہجہ سرد تھا۔

"میں تمہاری وارڈراب دیکھ رہی تھی، بہت وقت ہو گیا تم نے نئے کپڑے نہیں بنائے۔ کسی دن شاپنگ کرنے چلتے ہیں۔" وہ اس کے سخت لہجے کو مکمل نظر انداز کر کے مسکرا کر بولیں۔

"میں نے کہا نا جائیں یہاں سے۔ مجھے آرام کرنا ہے۔" وہ بیڈ کے کنارے بیٹھ کر اپنے جوتے اتارنے لگا۔

"سعد کب تک اپنی ماں کو سزا دیتے رہو گے، اب تو میں بوڑھی بھی ہو گئی ہوں۔" وہ اس کے پاس بیڈ پر بیٹھتے ہوئے بولیں۔

"تو کیا ہوا۔ ایک سرجری کی مار ہے یہ آپ کے چہرے کی جھریاں۔ آپ کو اچھے سے سرجن کی ضرورت ہے، میری نہیں۔" وہ ان کا چہرہ دیکھتے بولا۔

"تمہارا یہ کاٹ دار لہجہ مجھے تکلیف دیتا ہے۔ آخر تم مجھے معاف کیوں نہیں کر دیتے۔" سعد مسلسل ان کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔ ان کی کاجل سے بھری آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے جسے وہ ٹشو سے صاف کرنے لگیں۔

"مجھے اچھا لگتا ہے آپ کو تکلیف میں دیکھ کر۔ جب میں چھوٹا تھا تو آپ میری تکلیف کی پروہ نہیں کرتی تھیں تو اب مجھے بھی آپ کی تکلیف کی کوئی پروہ نہیں ہے۔" وہ ان کی آنکھوں میں دیکھتا سرد لہجے میں بولا۔ روزینہ کی کاجل سے بھری آنکھیں تکلیف سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

"سعد، میرے بیٹے۔" اس نے ایک ہاتھ سعد کی گال پر رکھا۔

"ہاتھ مت لگائیں مجھے۔" سعد نے فوراً وہ ہاتھ جھٹک دیا۔ "افتی۔۔افتی۔۔۔سنائی نہیں دے رہا کیا تمہیں؟ یہ میرے آرام کا وقت ہے۔ ایسے ہی ہر کسی کو میرے کمرے میں مت آنے دیا کرو۔" وہ کھڑا ہو کر اونچی اونچی بولنے لگا۔

روزینہ انگلیوں کے پوروں سے آنکھوں کے کنارے صاف کرتی کھڑی ہو گئی۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور کہتی سعد واش روم چلا گیا۔ وہ کچھ دیر افسوس سے واش روم کے دروازے کو دیکھتی رہی پھر کمرے سے نکل گئی۔

اندر واش روم میں سعد سنک کے سامنے کھڑا، ہونٹوں میں دبائی سگرٹ کو جلاتا، روزینہ کے دور ہوتے قدم سن رہا تھا۔

جب وہ کمرے سے نکل گئی تو وہ باہر آ گیا۔ وہ چلتا ہوا کھڑکی تک آیا اور پردہ ہٹایا۔ دور اسے روزینہ کی گاڑی دکھ رہی تھی۔ وہ ہیلز میں چلتی آہستہ آہستہ گاڑی کی جانب بڑھ رہی تھی۔ روزینہ بوڑھی ہو گئی تھی لیکن اسے پشت سے دیکھ کر سعد کو آج بھی وہ ویسی ہی دکھتی تھی۔

(وہ نیوی بلیو جینز میں سوٹ کیس تھامے اسی راہداری میں آگے بڑھ رہی تھی۔ وہ اسی کھڑکی میں کھڑا اسے جاتا دیکھ رہا تھا۔

"ڈیڈ مجھے موم کے ساتھ جانا ہے۔" اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

"کیا تم کمزور لوگوں کی طرح آنسو بہانا بند کرو گے؟" اسکا باپ پیچھے بستر پر نیم دراز لیٹا تھا۔

"مجھے گھر پر اکیلے نہیں رہنا ہے۔ مجھے بھی ان کے ساتھ جانا ہے۔" روزینہ گاڑی میں بیٹھ گئی تو ڈرائیور نے گاڑی آگے بڑھا دی۔

"سعد سٹاپ اٹ۔" اب کے اسکا باپ غصے سے بولا۔ سعد خاموش ہو گیا۔

واصف آغا نے آنکھیں کھولیں اور کھڑکی کے قریب کھڑے اپنے بیٹے کو دیکھا۔ وہ اٹھ کر بیٹھا اور اسے اپنے قریب بلایا۔ سعد چلتا ہوا بیڈ کے قریب آ گیا۔

"آنسو صاف کرو اپنے۔" تحکم سے بولا۔ سعد نے دونوں ہاتھوں سے اپنے گال رگڑے اور چہرہ صاف کیا۔ "جانتے ہو آنسو بہانا بزدل اور کمزور لوگوں کی نشانی ہوتی ہے۔ جو بہادر ہوتے ہیں وہ کبھی اپنی آنکھ میں آنسو نہیں آنے دیتے۔ اور دوسروں کے سامنے تو کبھی بھی نہیں۔" سعد سر جھکائے سنتا گیا۔

"تمہاری ماں کو تمہاری کوئی پروہ نہیں ہے۔ وہ تمہیں چھوڑ کر دو مہینے کے لیے اپنی دوستوں کے ساتھ vacations پر جا رہی ہے، اس کا کیا مطلب ہے؟ یہی کہ تم اس کے لیے کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ اور اگر تم اس کے لیے کوئی حیثیت نہیں رکھتے تو وہ بھی تمہارے لیے اہم نہیں ہونی چاہیے۔ سمجھے؟" سعد نے دھیرے سے سر ہلا دیا۔

"دوبارہ میں تمہاری آنکھوں میں آنسو نا دیکھوں۔")

روزینہ کی گاڑی جا چکی تھی۔ سعد یونہی کھڑکی کے ساتھ کھڑا تھا۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

....

اگلے دن تقریباً گیارہ بجے تھے جب ایذا نے زخرف کو میسج کیا۔ اس کے مطابق اسے جمیل سے آدھے دن کی چھٹی مل گئی تھی اور اب وہ دونوں لنچ پر جا سکتی تھیں۔ یہ لنچ ایذا کی پروموشن کی خوشی میں تھا۔

دو بجے ایذا اپارٹمنٹ واپس آئی اور زخرف کو نیچے آنے کا میسج کیا۔ وہ اپنی گاڑی کے ساتھ کھڑی زخرف کا انتظار کر رہی تھی جب اسے پارکنگ میں ارسم داخل ہوتا دکھائی دیا۔ وہ فون کان سے لگائے تیزی سے اپنی گاڑی کی جانب بڑھ رہا تھا۔

"یہ تو وہی لڑکا ہے۔" ایذا دھیرے سے بڑبڑائی۔ وہ فون پر کسی سے ملنے کی بات کر رہا تھا۔ ایذا کے دونوں کان اسی جانب لگ گئے۔ وہ کسی ریستوران کا نام لے رہا تھا۔ ایذا نے سر ہلاتے ہوئے ہنسی دبائی۔

جب زخرف پارکنگ میں آئی تو ارسم کی گاڑی جا چکی تھی۔ ایذا یونہی اپنی گاڑی کے ساتھ کھڑی تھی۔

"مجھے دیر تو نہیں ہو گئی۔" زخرف تیزی سے گاڑی کی جانب بڑھتی بولی۔

"بلکل بھی نہیں۔" ایذا جواب میں مسکرائی۔ زخرف نے رک کر اسے دیکھا۔ وہ کافی وقت لگا کر آئی تھی اور اسے یقین تھا کہ ایذا اسے دو تین ضرور سنائے گی۔ لیکن اس کے بر عکس ایذا مسکرا رہی تھیں۔

وہ دونوں گاڑی میں بیٹھیں اور ایذا گاڑی پارکنگ سے نکال کر سڑک پر لے آئی۔

"خیریت تو ہے؟ مسلسل مسکرا رہی ہو تم اور میرے لیٹ آنے پر غصہ بھی نہیں کیا تم نے۔" زخرف گاڑی کے vanity mirror میں دیکھتے لپ گلوس لگاتی بولی۔

"ہم دونوں اتنی دیر بعد لنچ کرنے جا رہے ہیں تو خوش ہی ہوں گی میں۔ اور ویسے بھی آج بہت سپیشل جگہ لنچ کرواوں گی میں تمہیں۔" زخرف نے لپ گلوس بند کرتے ہوئے گھور کر اسے دیکھا۔

"مجھے تم سے کسی شیطانیت کی بو آ رہی ہے۔" ایذا جواب میں صرف مسکرائی۔

مطلوبہ ریستوران کے باہر آ کر ایذا نے گاڑی روکی۔ اسے پارکنگ میں داخل ہوتے ہی کالی مرسیڈیز دکھ گئی تھی۔

"ہم نے اس جگہ کا کھانا کبھی ٹرائے نہیں کیا۔ اگر اچھا نہ ہوا تو؟" زخرف گاڑی سے نکلتے بولی۔

"میرا تو پتہ نہیں لیکن تمہیں تو بہت پسند آئے گا کھانا۔" ایذا اپنا پرس پکڑے آگے بڑھ گئی۔

"پتہ نہیں اس کے شیطانی دماغ میں کیا چل رہا ہے۔" زخرف بھی اس کے پیچھے چل پڑی۔

وہ دونوں اندر آئیں تو ایذا نے نظر گھما کر چاروں طرف دیکھا۔ وہ ایک کونے کی ٹیبل پر بیٹھا تھا۔ اس کے ساتھ ایک اور مرد تھا۔ وہ لنچ کرتے آپس میں بات کر رہے تھے۔

"وہ دیکھو تمہارا ہمسایہ۔ چلو اس کے ساتھ چل کر بیٹھتے ہیں۔" ایذا پورا بازو اٹھا کر ارسم کی جانب اشارہ کرتے بولی۔

زخرف نے اس جانب دیکھا اور اس کے چہرے کی ہوائیاں اڑ گئی۔ اس نے فوراً ایذا کا بازو کھینچ کر نیچے کیا اور زبردستی اسے کھینچتے ہوئے دوسرے کونے میں لے گئی جہاں ان کی نظر نا پڑ سکے۔

"تمہارا دماغ سیٹ ہے۔ یہ کیا تھا؟" دانت پیستے ہوئے بولی۔

"بھئی تمہارا ہمسایہ اتفاق سے یہی پر موجود ہے۔ تمہاری تو اچھی خاصی واقفیت ہے اس سے تو اسے بھی لنچ پر انوائیٹ کر لیتے ہیں۔"

"منہ بند رکھو تم۔ اور ایک تو پتہ نہیں یہ سارے اتفاق میرے ساتھ ہی کیوں ہونے ہوتے ہیں۔" وہ بے زار لہجے میں بولی۔ ایذا نے ہنسی دبائی۔

"خوش قسمت ہوتے ہیں وہ لوگ جن کے ساتھ ایسے اتفاق ہوتے ہیں۔ اور ہماری ایسی قسمت کہاں۔" وہ ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے بولی۔

"چلو یہاں سے ہم کہیں اور چلے جاتے ہیں۔" زخرف باہر کی جانب بڑھنے لگی جب ایذا فوراً سے ایک کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔

"میرے میں تو کہیں اور جانے کی ہمت نہیں ہے۔ ہم یہیں کھانا کھائیں گے۔" دونوں ہاتھ باندھتے بولی۔ زخرف چلتے ہوئے اس کے قریب آئی۔

"ایذا چپ چاپ اٹھو اور یہاں سے چلو۔" انداز دوٹوک تھا۔

"کیوں؟ وجہ؟" ایذا آگے ہو کر اس کی آنکھوں میں جھانکتے بولی۔

"ایذا۔۔۔ ایسے کیوں دیکھ رہی ہو مجھے؟" زخرف ایک دم چڑ گئی۔

"دیکھ رہی ہوں کہ تمہیں اس لڑکے کہ یہاں ہونے سے اتنا مسئلہ کیوں ہے۔" یونہی اسے دیکھتے ہوئے بولی۔ زخرف نے کچھ بولنے کے لیے منہ کھولا لیکن کچھ بول نا سکی۔

"بولو۔ اگر تمہارے اور اس لڑکے کے بیچ کچھ نہیں ہے تو یہاں بیٹھ کر کھانا کھانے میں کیا مسئلہ ہے؟" زخرف دانت پیستی اسے دیکھ رہی تھی۔ اس وقت ایذا اسے دنیا کی سب سے زہر عورت لگ رہی تھی۔

"فائن۔" اپنا پرس زور سے ٹیبل پر پھینکنے کے انداز میں رکھتی وہ بیٹھ گئی۔ "اور خبردار اگر تم نے دوبارہ اس کی جانب اشارہ کیا۔"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

مینیوُ آیا تو ایذا مینیو دیکھنے لگی اور زخرف باہر۔ وہ پوری کوشش کر رہی تھی کہ وہ ارسم کی جانب نا دیکھے۔ لیکن وہ سخت اضطراب میں تھی۔ کیا وہ اسے دیکھ چکا ہو گا؟ کیا وہ اسے ہی دیکھ رہا ہو گا؟ زخرف نے ایذا کی جانب دیکھا۔ وہ مکمل مینیو میں مگن تھی۔ زخرف نے ایک لمحے کے لیے چوری کی نظر ارسم کی جانب ڈالی۔ وہ لنچ ختم کر چکے تھے اور اب وہ دونوں کچھ پیتے ہوئے بات کر رہے تھے۔ ارسم کے سامنے اسکا لیپ ٹاپ بھی کھلا تھا اور وہ خود بھی تھری پیس میں ملبوس تھا۔ یقیناً یہ اسکی کوئی بزنس میٹنگ تھی۔ اس سے پہلے کے ایذا اسے دیکھتی اس نے فوراً نظر ہٹالی۔

ایذا آرڈر کر کے فارغ ہوئی تو اس کے فون پر میسج کی ٹیون بجی۔ اس نے فون اٹھا کر دیکھا اور میسج دیکھ کر اس کے چہرے پر غصہ امنڈ آیا۔ اس نے میسج کھولا۔

'ایذا پلیز کیا ہم ایک دفعہ مل سکتے ہیں؟' یہ سمیر کا میسج تھا۔ اس واقع کے بعد وہ اسے مسلسل میسج کر کے پریشان کرتا تھا اور ملنے پر اسرار کرتا تھا۔ وہ اس کے کئی نمبر بلاک کر چکی تھی اور وہ ہر دفعہ نئے نمبر سے میسج کر دیتا تھا۔ ایذا نے اس بارے میں زخرف کو نہیں بتایا تھا کیونکہ وہ اپنے مسئلوں میں الجھی تھی۔ وہ اسے مزید پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اس نے سر اٹھا کر زخرف کو دیکھا۔ وہ اب اپنے فون میں مگن تھی۔ ایذا میسج ٹائپ کرنے لگی۔

'اگر تم نے ایک دفعہ مزید مجھے میسج کیا تو میں سائبر کرائم میں تمہاری کمپلین کر دوں گی۔' اس نے میسج ٹائپ کر کے بھیج دیا۔ جس لمحے اس نے میسج بھیجا تو فوراً سمیر کا نیا میسج ابھرا۔

'میں جانتا ہوں تم اس وقت کہاں ہو۔ میں تم سے ملنے آرہا ہوں، پلیز ایک دفعہ مل لو۔' لیکن ایذا نے میسج پڑھے بغیر نمبر بلاک کر کے ڈیلیٹ کر دیا۔

کھانا آیا تو وہ دونوں مکمل کھانے کی جانب متوجہ ہو گئیں۔ ابھی انہوں نے کھانا شروع ہی کیا تھا کہ پھر سے ایذا کا فون بجا۔ سکرین دیکھتے ہی اس نے فوراً فون اٹھالیا۔ زخرف اسٹیک کھاتے ہوئے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"اوہ، میں کیسے بھول گئی۔ میں۔۔ میں بس ابھی آرہی ہوں۔ دس منٹ تک میں وہاں ہوں گی۔" زخرف نے چھری کانٹا رکھ کر اسے دیکھا۔

"کہاں جا رہی ہو دس منٹ میں؟"

"یار میرے ذہن سے نکل گیا تھا۔ میری آج سیلون میں اپائیمنٹ ہے۔" ایذا اپنا والٹ بیگ سے نکالتے ہوئے بولی۔

"ایذا تم مجھے ایسے چھوڑ کر نہیں جا سکتی۔"

"آئی ایم سوری زی، پہلے ہی دو مہینوں کے بعد جا کر اپائیمنٹ ملی ہے۔ یہ ضروری ہے۔" اس نے اپنا کارڈ نکال کر زخرف کی جانب بڑھایا۔

"تم اس سے بل پے کر دینا۔" زخرف نے غصے سے اسکا کارڈ واپس اسکی جانب دھکیلا۔

"میں پے کر دوں گی۔ جاو تم۔"

"اب غصہ تو مت کرو۔" ایذا نے پھر سے کارڈ اس کی جانب بڑھایا۔

"غصہ نہیں کر رہی میں۔ تم جاو اور کارڈ اپنے پاس رکھو تمہیں ضرورت پڑ سکتی ہے۔" اب اس کے تاثرات کچھ نرم پڑے تھے۔

"میرے پاس کچھ کیش ہے۔"

"میں نے کہانا، میں پے کر دوں گی۔"۔ ایذا نے ایک ہاتھ آگے بڑھا کر اس کے ہاتھ پر رکھا۔

"آئی ایم رئیلی سوری۔ مجھے اچھا نہیں لگ رہا ایسے جانا۔"

"اٹس اوکے۔ میں ٹھیک ہوں تم جاو۔" زخرف نے اس کا ہاتھ دبایا۔

"پکا؟"

"ہاں نا پکا۔" ایذا نے اپنا بیگ پکڑا اور مشکوک نظروں اسے دیکھا۔

"بلکل، میرے جانے کے بعد اب تم اپنے ہمسائے کو سکون سے دیکھ جو سکتی ہو۔ اب تو وہ ہے بھی اکیلا۔"

"ایذا۔۔۔" ایذا ہنستی ہوئی باہر کو بھاگ گئی۔ زخرف نے پھر سے چھری کانٹا اٹھالیا۔ اسٹیک کی بائٹ لیتے ہوئے اس نے ارسم کی جانب دیکھا۔ اب وہ اکیلا تھا اور مکمل اپنے لیپ ٹاپ پر جھکا تھا۔

ایذا کی گاڑی کے وہاں سے نکلنے کے چند ایک منٹ بعد ایک اور گاڑی وہاں داخل ہوئی۔ سمیر گاڑی سے نکلا اور سائیڈ ویو مرر میں دیکھتے ہوئے اپنے بال درست کیے۔ بال درست کر کے وہ اندر کی جانب بڑھ گیا۔

اندر آتے ہی وہ ایذا کو تلاش کرنے لگا۔ زخرف کی میز پر نظر پڑتے ہی وہ چونکا۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"یہ؟" اس نے غصے سے دانت پیسے۔ زخرف کو دیکھتے ہی اس کی آنکھیں لال ہو گئی جیسے کسی نے ان میں مرچیں ڈال دی ہوں۔ ایذا اسے کہیں بھی نہیں دکھی۔ وہ زخرف کو ہی نظروں کے حصار میں رکھتے اس سے کچھ فاصلے پر ایک کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔

زخرف کھانے سے فارغ ہوئی تو ویٹر فوراً بل لے آیا۔ اس نے والٹ کی تلاش میں اپنا بیگ کھولا لیکن والٹ اندر کہیں نہیں تھا۔ یک دم اس کا رنگ پھیکا پڑا۔ اس نے دو تین دفعہ پورا بیگ دیکھا لیکن والٹ اندر نہیں تھا۔ یہ لنچ ایذا کی جانب سے تھا اس لیے وہ لاشعوری طور پر ہی والٹ گھر چھوڑ آئی تھی۔ اس نے پھیکا سا مسکرا کر ویٹر کو دیکھا۔

"میں کچھ دیر میں بل پے کر دیتی ہوں۔" ویٹر سر ہلاتا وہاں سے ہٹ گیا۔ وہ اضطراب میں انگلیاں مروڑنے لگی۔ پھر فون نکال کر ایذا کو ملایا۔ اس کا فون بند جا رہا تھا۔ یقیناً وہ سیلون جا کر فون آف کر چکی تھی۔

"اب کیا کروں؟ کس سے پیسے مانگوں۔" یہ سب سوچتے اس کے ذہن میں ایک ہی نام تھا اور وہ ارسم تھا۔ لیکن وہ اس سے پیسے کیسے مانگے؟ اس نے سر گھمایا اور اس سے پہلے کہ وہ ارسم کو دیکھتی اس کی نظر سمیر پر پڑی۔ وہ اس سے کچھ دور ہی بیٹھا گہری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ زخرف نے فوراً سر سیدھا کر لیا۔

"یہ یہاں کیا کر رہا ہے؟ یا اللہ یہ کس مصیبت میں پھنس گئی ہوں میں۔" اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ سمیر کی مسلسل اس پر آنکھیں اسے خوفزدہ کر رہی تھیں۔ وہ فوراً بل دے کر وہاں سے بھاگنا چاہتی تھی اور یہی ممکن نہیں تھا۔ اگر وہ اٹھ کر اس کے پاس آ گیا اور۔۔۔ نہیں۔ اس نے فوراً ارسم کو دیکھا۔ کیا وہ اس کے پاس چلی جائے؟ یہی سب سوچتے ویٹر پھر سے آ گیا۔

"میں نے آپ سے کہا نا میں کچھ دیر تک بل دے دیتی ہوں۔" وہ چڑ کر بولی۔ ویٹر عجیب نظروں سے اسے دیکھتا وہاں سے ہٹ گیا۔

زخرف کی ہتھیلیوں پر ٹھنڈے پسینے آ رہے تھے۔ وہ سمیر کی نظریں خود پر مسلسل محسوس کر سکتی تھی۔

"کچھ نہیں ہو گا میں اس سے جا کر پیسے مانگ لیتی ہوں۔ کہہ دوں گی مجبوری ہے میرا والٹ گھر رہ گیا ہے۔" اس نے خود کو تسلی دی اور ارسم کی جانب پھر سے دیکھا۔ اب وہ کھڑا ہوا اپنا لیپ ٹاپ بیگ میں ڈال رہا تھا۔ یقیناً وہ جا رہا تھا۔

زخرف کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ وہ لیپ ٹاپ بیگ پکڑے باہر کی جانب بڑھ گیا۔ ایک ہاتھ سے فون کان کو لگا

رکھا تھا۔وہ باہر نکلنے ہی والا تھا کہ زخرف نے ہمت کر کے اسے آواز دے دی۔ارسم نے فون کان کو لگائے آواز پر ادھر ادھر دیکھا۔جب وہ اسے نظر آئی تو وہ تھوڑا حیران ہوا۔پھر فون کان کو لگائے ہی سر سے "کیا ہے؟"کا اشارہ کیا۔ زخرف کو سمجھ نا آئی کہ وہ کیا بولے۔ارسم اسے "ایک منٹ"کا اشارہ کر کے باہر چلا گیا۔

ویٹر جو کہ اسی کو دیکھ رہا تھا وہ پھر سے اس کی ٹیبل پر آ گیا۔

"میں بس ابھی بل پے کر دوں۔۔۔"بولتے ہوئے کنکھنی سے زخرف کو سمیر اپنی کرسی سے اٹھتا نظر آیا تھا۔وہ اسی کی جانب آ رہا تھا۔زخرف کا دل بری طرح دھڑکنے لگا۔

"کیا یہ لڑکی بل پے نہیں کر رہی؟"اس کی ٹیبل کے قریب آ کر وہ ویٹر سے مخاطب ہوتا بولا۔"یہ پے بھی نہیں کرے گی۔بڑے اچھے سے جانتا ہوں میں اسے۔"وہ خبیث مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"اپنی بکواس بند رکھو تم۔اور یہاں سے چلے جاو ورنہ۔۔۔"

"ورنہ کیا؟"سمیر نے اس کے بیگ کو دیکھا۔"ورنہ آج بھی تم مجھ پر حملہ کر دو گی۔"وہ ویٹر کی جانب مڑا۔"میں تمہیں بتاتا ہوں اس کی اصلیت۔یہ ایسے ہی ریسٹورینٹس میں جا کر کھانا کھاتی ہے اور پھر جو بکرا اس کے جال میں پھنس جائے اس سے بل ادا کروا لیتی ہے۔تم نے دیکھا نہیں کیسے اس لڑکے کو اشارہ کر رہی تھی۔"زخرف نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR LIFE

"یہ۔۔۔بکواس کر رہا ہے یہ۔اس کو یہاں سے نکالو۔"

"مجھے نہیں تمہیں یہاں سے نکالنا چاہیے۔ہمیں ایسی عورتوں کو سبق ضرور سکھانا چاہیے ورنہ وہ عورت کارڈ کے پیچھے چھپ کر ہر حد پار کر دیتی ہیں۔"وہ ویٹر کو کہہ کر زخرف کی جانب مڑا۔

"اس کو دھکے دے کر یہاں سے نکالو گے تو دوبارہ ایسا کچھ کرنے سے پہلے سو دفعہ سوچے گی۔"سمیر نے آگے بڑھ کر زور سے زخرف کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔اسی لمحے ارسم اندر داخل ہوا۔اس کی نظر سیدھی زخرف کے ہاتھ پر گئی تھی۔

"میرا ہاتھ چھوڑو۔"وہ ایک دم غرائی تھی۔

"اُس کا ہاتھ چھوڑو۔"وہ زخرف سے بھی اونچا غرایا تھا۔ویٹر اور سمیر نے مڑ کر اس جانب دیکھا۔

ارسم تیزی سے ان کی جانب بڑھا۔اس نے سمیر کو سیدھا جا کر سینے کے مقام پر شرٹ سے دبوچا۔اسے اتنی زور سے پیچھے کو دھکیلا کہ زخرف کا ہاتھ جھٹکے سے چھوٹ گیا۔ارسم اسے گھسیٹتا ہوا پیچھے دیوار تک لے گیا۔ہر طرف ایک دم شور مچ گیا۔لوگ تیزی سے اپنی کرسیوں سے اٹھنے لگے۔

سمیر نے اپنی ٹانگ زور سے ارسم کے پیٹ میں ماری،وہ پیچھے ایک میز سے جالگا۔اگلے ہی لمحے وہ سنبھل کر پھر سے اس پر حملہ آوار ہوا۔اس کے گریبان سے پکڑ کر اسکا سر زور سے دو تین دفعہ دیوار میں مارا۔سمیر کے سر سے خون بہنے لگا تھا۔وہ سنبھل کر سیدھا ہوا اور ایک زور دار مکا ارسم کے منہ پر جڑ دیا۔ارسم کے منہ سے خون بہنے لگا۔سٹاف نے آگے بڑھ کر دونوں کو پکڑ لیا۔دور پولیس کی گاڑیوں کے سائرن سنائی دینے لگے تھے۔زخرف اپنے ٹیبل کے پاس کھڑی یہ سب دیکھ رہی تھی۔اس کی سمجھ سے باہر تھا کہ وہ کیا کرے۔ارسم نے خود کو چھڑوایا اور زخرف کی جانب آیا۔

"کیا تھا یہ سب؟ کون ہے یہ؟"اس کے قریب آکر دھیمی آواز میں بولا۔اس کے منہ سے خون نکلتا دیکھ کر زخرف کی بائیں آنکھ سے آنسو بہہ گیا۔

"مجھے نہیں پتہ۔۔۔میرا والٹ گھر رہ گیا تھا اور مجھے بل پے کرنا تھا۔"ارسم نے اپنی کنپٹی کو مسلا۔اس کا چہرہ غصے سے سرخ تھا۔

"بل کہاں ہے؟"وہ خاموش رہی۔ارسم پیچھے ویٹر کی جانب مڑا۔"بل کہاں ہے؟"اب کے چیخ کر بولا۔ویٹر نے فورا ٹیبل سے بل اٹھا کر اس کی جانب بڑھایا۔ارسم نے بل دیکھے بغیر اپنے والٹ سے پیسے نکال کر اس کے منہ پر مارنے کے انداز میں اس کی جانب پھینکے۔

پولیس ریستوران میں داخل ہو گئی تھی۔

"تم یہی رہنا۔"زخرف کو کہہ کر وہ ان کی جانب بڑھ گیا۔زخرف نے اس کو دیکھا وہ پولیس والے کو اپنا کارڈ دکھا رہا تھا۔کچھ دیر وہ ان سے بات کرتا رہا اور پھر اس کی جانب آیا۔

ادھر سمیر کو پولیس اپنے ساتھ لے گئی تھی۔زخرف بھی اپنا بیگ پکڑ کر ارسم کے ساتھ باہر آگئی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"تم نے مجھے پوری بات نہیں بتائی؟" جب وہ گاڑی کے قریب پہنچے تو وہ بولا۔ زخرف نے اسے سارا ہسپتال والا اور آج کا قصہ سنا دیا۔ وہ خاموشی سے بس اسے دیکھتا رہا۔ بولا ایک لفظ نہیں۔

زخرف نے اپنے بیگ سے ایک ٹشو نکال کر اسے دیا جسے ارسم نے تھام لیا۔ وہ ٹشو اپنے ہونٹوں کے قریب رکھے خون صاف کرنے لگا۔

"تمہاری گاڑی میں میڈیکل باکس ہو گا؟" وہ خاموش رہا۔ زخرف آگے بڑھی اور گاڑی سے میڈیکل باکس نکالا۔ اس نے کاٹن پر پایوڈین لگا کر اسے پکڑائی تو ارسم نے پکڑ لی۔ سائڈ ویو مرر میں دیکھتے ہوئے اس نے اپنے زخموں پر دوا لگائی۔ زخرف نے ایک بینڈج نکال کر اسے پکڑایا۔ اس کے ماتھے پر بھی ایک جگہ خراش آئی تھی، اس نے بینڈج ماتھے پر لگا لیا۔ زخرف نے میڈیکل باکس بند کیا لیکن وہ اپنی جگہ سے نا ہلا۔ زخرف نے کچھ دیر انتظار کیا کے وہ کچھ بولے لیکن وہ خاموش رہا۔

"میں۔۔۔ میں کیب لے کر چلی جاتی ہوں۔" اس نے گاڑی پر رکھا اپنا پرس اٹھایا۔

"آئی ایم سوری۔" وہ اسے نہیں دیکھ رہا تھا۔ زخرف نے حیران ہو کر اسے دیکھا۔

"تم سوری کیوں بول رہے ہو؟"

"کیونکہ اس سب میں میری غلطی ہے۔ مجھے فوراً تمہارے پاس آنا چاہیے تھا۔" اس کی نظریں دور کہیں ٹکی تھیں۔

"نہیں ارسم۔ اس سب میں تمہارا کوئی قصور۔۔۔۔"

"مجھے فوراً آنا چاہیے تھا۔ مجھے وہ سٹوپڈ کال نہیں سننی چاہیے تھی۔" بولتے ہوئے اس نے زخرف کے ہاتھ کو دیکھا۔ وہی ہاتھ جسے سمیر نے پکڑ کر کھینچا تھا۔ زخرف نے نامحسوس طریقے سے ہاتھ پیچھے کر لیا۔

"تم سے ایک بات پوچھ سکتی ہوں؟"

"اگر تو تمہیں یہ پوچھنا ہے کہ میں نے یہ سب کیوں کیا تو مت پوچھو۔" اس نے آگے بڑھ کر زخرف کے لیے گاڑی کا فرنٹ ڈور کھولا۔

"کیونکہ تم ہمیشہ کی طرح کہو گے کہ میری جگہ کوئی بھی ہوتا تو تم یہی کرتے۔" ارسم مزید کچھ نہیں بولا۔ وہ بیٹھ گئی تو اس نے نرمی سے دروازہ بند کر دیا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

....

وہ کچن میں سنک کے سامنے کھڑی تھی۔ نل کھلا تھا اور اس نے اپنا ہاتھ نل کے نیچے کر رکھا تھا۔ پانی دھاری کی صورت اس کے ہاتھ پر گرتا جا رہا تھا۔ یہ وہی ہاتھ تھا جسے سمیر نے کھینچا تھا۔ اس ہاتھ کو دیکھتے بہت کچھ یاد آ رہا تھا۔ فرزانہ اور انعام اللہ کے ظلم، دادی کی ہمیشہ کی طرح اس کو بچانے کی بیکار کوششیں اور فیضی؟ فیضی سے ایک فضول امید۔ وہ اسے کبھی نہیں بچاتا تھا۔ وہ ہمیشہ زخم لگنے کے بعد اس پر مرہم رکھنے آتا تھا۔ چاہے وہ اس کی سگی بہن نہیں تھی لیکن انہوں نے بچپن ایک ساتھ گزارا تھا۔ لیکن وہ کبھی اس کو بچانے کے لیے آگے نہیں بڑھا۔ پھر ارسم اس کو کیوں ہر جگہ بچانے آ جاتا تھا؟ اس کے ذہن میں ایذا کی بات گھومی۔ کیا وہ واقعی اس کے لیے فیلنگز رکھنے لگا تھا؟ لیکن اس نے کبھی ایسا کچھ نہیں کہا تھا۔ ان کے بیچ ایک اجنبیت کی دیوار تھی جو ہمیشہ سے قائم تھی۔ ارسم نے کبھی اس دیوار کو گرانے کی کوشش نہیں کی تھی۔

باہر کا دروازہ بجا تو وہ ایک دم چونکی۔ نل بند کر کے کچن ٹوول سے ہاتھ صاف کیے اور دروازے تک آئی۔ اس نے دروازہ کھولا تو سامنے زوہا کھڑی تھی۔ اس کی ایکس کولیگ زوہا۔ دروازہ کھلتے ہی زوہا نے زخرف کو اوپر سے نیچے تک دیکھا۔

"تم ایک نہایت بری دوست ہو۔" وہ انگلی اٹھا کر فوراً بولی۔

"زوہا تم یہاں کیا کر رہی ہو؟" زخرف اسے دیکھ کر حیران تھی۔

"تم نے نوکری چھوڑ دی اور ایک دفعہ بھی مجھے نہیں بتایا۔ اور تو اور تم میرا فون بھی نہیں اٹھاتی۔" وہ روہانسی ہو کر بولی تھی۔

"وہ دراصل سب کچھ بہت جلدی میں ہوا تھا۔"

"ہٹو پیچھے۔" وہ زخرف کو دھکیل کر اندر آ گئی۔ "تمہارے گھر میں کوئی دکھ کیوں نہیں رہا۔ تمہارے پیرنٹس کہاں ہیں۔" وہ لاونج میں گھوم کر پورے اپارٹمنٹ کا جائزہ لیتے ہوئے بولی۔ زخرف نے دروازہ بند کیا اور اندر آئی۔

"میں یہاں اکیلی رہتی ہوں۔" ضبط سے بولی۔ اسے زوہا کی اتنی بے تکلفی بری لگی تھی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"کیا؟" زوہا اکسائیٹڈ ہو کر بولی۔ "تم اکیلی رہتی ہو؟ سچ میں، اس کا مطلب میں یہاں کبھی بھی کسی بھی وقت آسکتی ہوں۔" وہ مسکراتے ہوئے صوفے پر بیٹھ گئی۔

"نہیں، ایسا نہیں ہو سکتا ہے زوہا۔" زخرف نے بولا لیکن زوہا نے اس کی بات پر بلکل کان نا دھرا۔

"تم جانتی ہو تمہارے نوکری چھوڑنے سے کتنا پریشان تھی میں۔ ایذا کی اتنی منتیں سماجتیں کی پھر جا کر اس نے تمہارا ایڈریس دیا۔"

"اس گدھی سے اور توقع بھی کیا کی جاسکتی ہے۔" زخرف منہ میں بڑبڑائی۔

"بتاؤ مجھے تم میرا فون کیوں نہیں اٹھا رہی تھی؟" اب کے وہ اس کے سامنے آکر کھڑی ہو گئی۔

"وہ۔۔۔ وہ میں نے نمبر چینج کر لیا ہے۔" یہ جھوٹ تھا۔ وہ جان بوجھ کر اسکا فون نہیں اٹھا رہی تھی۔

"اچھا اپنا نیا نمبر دو مجھے پھر۔" زوہا نے فوراً اپنے کراس باڈی بیگ سے فون نکالا۔

"آ۔۔۔ تم بیٹھو تو سہی نا۔ میں تمہارے لیے چائے بناتی ہوں۔" وہ فوراً کہہ کر کچن میں چلی گئی۔ زوہا صوفے پر آکر بیٹھ گئی۔

"تم نے بتایا نہیں زی، تم نے نوکری کیوں چھوڑی؟" منہ پیچھے کی جانب کر کے زخرف کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"کچھ ذاتی وجوہات کی وجہ سے چھوڑی ہے۔" زخرف کندھے اچکا کر بولی۔

"کیا ذاتی وجہ تھی۔ مجھے بتاؤ؟ دوستوں سے تھوڑی نا کچھ چھپاتے ہیں۔" زخرف نے سر اٹھا کر بے زار ہو کر اسے دیکھا۔

"میں ہر کسی سے اپنی ذاتی زندگی ڈسکس نہیں کر لیتی۔" اب کے اسکا لہجہ سخت تھا۔ زوہا کچھ دیر اس کو یونہی دیکھتی رہی۔ پھر اس نے سر ہلایا۔

"یعنی تم ابھی بھی مجھے اپنی دوست نہیں مانتی۔"

"زوہا کیا ہم کوئی اور بات کر سکتے ہیں؟" زخرف چڑ گئی تھی۔ زوہا نے چہرہ سامنے کر لیا اور خاموش ہو گئی۔

زخرف خاموشی سے چائے بنانے لگی۔ فون پکڑ کر اس نے یوسف کو میسج کر دیا کہ ابھی اس کے ہاں مہمان ہیں تو وہ نا آئیں۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

چائے لا کر اس نے زوہا کے سامنے رکھی لیکن اس نے نہیں پکڑی۔ زخرف نے گہری سانس لے کر خود کو کمپوز کیا اور اس کے سامنے صوفے پر بیٹھی۔

"زوہا تم بلکل ٹین ایجرز کی طرح بیہیو کرتی ہو۔"

"تم مجھے اپنا دوست نہیں مانتی۔" اس کی گال پر ایک موٹا آنسو بہہ گیا۔ زخرف نے ٹشو کا باکس پکڑ کر اس کے سامنے رکھا۔

"ایسا نہیں ہے۔"

"لیکن تم مجھے ایذا کی طرح ٹریٹ نہیں کرتی۔" اس نے ٹشو باکس سے ٹشو نکال کر اپنی آنکھیں رگڑیں۔

"کیونکہ ہماری زندگی میں سب انسانوں کی اہمیت ایک جیسی نہیں ہوتی۔ تم میری ورک پلیس پر دوست تھی۔ اگر وہ کام ہی نہیں رہا تو یہ دوستی بھی نہیں رہی۔ اور تم بات بات پر ایذا کو بیچ میں مت لایا کرو۔ اس کی میری زندگی میں بہت زیادہ اہمیت ہے۔" زوہا تکلیف سے اسے یہ سب کہتے سن رہی تھی۔ اس کی آنکھوں سے پانی جھرنے کی صورت بہہ رہا تھا۔

"تم مجھ سے دوستی ختم کر رہی ہو؟" وہ بے یقینی سے بولی تھی۔ زخرف نے افسوس سے اسے دیکھا۔

"پلیز زی ایسا مت کرو۔ مجھ سے دوستی ختم مت کرو۔ سب میرے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں۔ سب مجھ سے دوستی ختم کر دیتے ہیں۔" اس نے آگے ہو کر زخرف کا ہاتھ پکڑ لیا۔ "پلیز مجھ سے دوستی ختم مت کرو۔" وہ روتی جا رہی تھی۔

"زوہا پلیز دوستی ایسے نہیں ہوتی۔"

"سب میرے ساتھ ایسے کرتے ہیں۔ کیونکہ میں موٹی ہوں اس لیے سب مجھے حقارت سے دیکھتے ہیں اور مجھ سے دوستی نہیں کرتے۔"

زخرف اٹھ کر کچن سے پانی لائی اور اسے پکڑایا۔

"تم سے لوگ دوستی اس لیے چھوڑ دیتے ہیں کیونکہ تم دوستی کو لے کر ڈیسپریٹ ہوتی ہو۔ clingy لوگوں سے کوئی تعلق نہیں بنانا چاہتا۔ تمہیں خود کو بدلنے کی ضرورت ہے۔"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"تم خوبصورت، دبلے پتلے لوگ بہت مغرور ہوتے ہو۔ تمہیں اپنے اچھے دکھنے پر بہت غرور ہوتا ہے۔ تم لوگوں کو کیا لگتا ہے ہم لوگ خوشی سے موٹے ہوتے ہیں؟" اب کے وہ سخت غصے سے بولی تھی۔

"تم کس بات کو کہاں لے گئی ہو۔ میں نے ایسا کچھ بھی نہیں بولا۔"

"تمہیں پتہ بھی ہے جب کوئی آپ کی جسامت کو دیکھ کر ہنسے تو آپ کو کیسا فیل ہوتا ہے؟ تمہیں کیسے پتا ہوگا۔ تمہاری تو ہر کوئی تعریف کرتا ہوگا۔ فِٹ باڈی کی، خوبصورت بالوں کی، خوبصورت چہرے کی۔ تو تم اس اذیت کو کیسے جانتی ہو گی۔" زخرف خاموشی سے اس کی بات مکمل ہونے کا انتظار کرتی رہی۔ جب وہ چپ ہوئی تو زخرف صوفے سے اٹھی اور ٹیرس کے دروازے تک آئی۔ اس نے دروازہ کھولا اور ہاتھ باندھ کر باہر دیکھنے لگی۔

"میں تمہیں نہیں سمجھا سکتی اور میری زندگی میں زبردستی کی دوستیوں کی کوئی جگہ نہیں ہے زوہا۔"

....

زوہا کے جانے کے بعد وہ وہیں لاونج میں بیٹھ گئی۔ وہ ٹی وی دیکھتے ہوئے زوہا کی باتوں کو ہی سوچ رہی تھی جب اسکا فون بجا۔ اس نے فون اٹھا کر دیکھا۔ کال فرزانہ کی تھی۔ زخرف نے فون واپس رکھ دیا۔ فون بج بج کر تھک کر خاموش ہو گیا۔ ایک دو منٹ گزرے اور فون پھر سے بجنے لگا۔ اب کے زخرف نے فون اٹھایا اور کچھ دیر ناگواریت سے آنے والی کال کو دیکھتی رہی۔ پھر یس کا بٹن دبا کر کان سے لگایا۔

"بولیں؟" اس کی آواز قدرے خشک تھی۔

"کیسی ہو؟" فرزانہ کی آواز البتہ کافی دھیمی اور نرم تھی۔

"کام کی بات کریں۔" دوسری طرف کچھ دیر خاموشی رہی۔

"تمہاری دادی تمہیں یاد کرتی ہیں، تم آتی ہی نہیں ہو۔"

"دادی سے کہہ دیں کہ میں مصروف ہوتی ہوں لیکن جلد ان سے ملنے آوں گی۔ اور اب اپنی بات کریں۔ میں جانتی ہوں محض دادی کا پیغام دینے کے لیے کال نہیں کی آپ نے۔"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ہاں ٹھیک کہا تم نے۔ لیکن مجھ جیسی مجبور عورت اور کر بھی کیا سکتی ہے۔ میں تو اپنے دن گن رہی ہوں۔ انعام اللہ خود مر گیا اور اپنی اولاد کو میرے گلے ڈال گیا۔" زخرف نے اپنی کنپٹی مسلی۔

"اتنی لمبی تمہید مت باندھیں۔ پیسے چاہیے تو صاف صاف بولیں۔" دوسری جانب پھر سے چند ثانیے کے لیے خاموشی چھا گئی۔

"چاہیے تو پیسے ہی تھے۔۔۔۔"

"نہیں ہیں۔ میری نوکری چلی گئی ہے۔ میں بھی بے روزگار ہوں آج کل۔" وہ تیزی سے بولی۔

"نوکری چلی گئی ہے؟ تو تم کیا کر رہی ہو آج کل۔"

"میرا نہیں خیال کے آپ کا اس سب سے کوئی واسطہ ہے۔"

"وہ دراصل ثانیہ کی شادی کر رہی ہوں میں۔ بڑی مشکلوں سے رشتہ ملا ہے۔ طلاق یافتہ، ایک بچے کی ماں کو کون رشتہ دیتا ہے۔ بس میں چاہ رہی تھی کہ سادگی سے شادی کر دوں۔"

"تو کر دیں سادگی سے شادی۔ مجھے کیوں کال کر رہی ہیں؟"

"سادگی سے بھی شادی کرو تو کچھ نا کچھ تو کرنا ہی پڑتا ہے نا۔ زیادہ نہیں بس دس لوگوں کا کھانا بنانا ہے نکاح پر اور ثانیہ کے دو تین جوڑے لینے ہیں۔" زخرف کچھ دیر غصے سے لب کاٹتی رہی۔

"اپنے بیٹے سے کہیں نا۔ اس کی بہن کی شادی ہے۔ میں نے آپ لوگوں کی ہر شے کا ٹھیکا لیا ہوا ہے کیا؟" اب کے وہ چیختے ہوئے بولی۔

"تم تو اس کو بڑے اچھے سے جانتی ہو۔ خیر مفت میں تو میں بھی تم سے کچھ نہیں مانگ رہی۔ بیس سال تمہیں اپنے گھر جگہ دی ہے۔ تمہیں کھلایا پلایا ہے، اتنا تو حق بنتا ہے میرا بھی۔" زخرف ان کی بات پر طنزیہ مسکرائی۔

"صحیح کہا۔ ساری زندگی بھی لگا دوں تو احسان نہیں اتار پاؤں گی۔" کچھ دیر ان کے بیچ عجیب سی خاموشی حائل رہی۔

"تین دن بعد نکاح ہے۔ تم اس سے پہلے آجانا۔" فرزانہ نے اتنا کہہ کر کال کاٹ دی۔ زخرف نے فون کان سے ہٹا کر زور سے صوفے پر پٹخا۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

اچانک سے باہر کچھ گرنے کی آواز آئی تھی۔ جیسے اس کے اپارٹمنٹ کے سامنے کچھ گرا ہو۔ وہ اٹھی اور جا کر دروازہ کھولا۔ دروازہ کھولتے ہی سامنے کا منظر دیکھ کر اسکا ہاتھ سیدھا منہ پر گیا تھا۔ وہاں ارسم تھا۔ اس کے سر پر پٹی بندھی تھی۔ ہاتھ بھی زخمی تھا۔ وہ نیچے بیٹھ کر کچھ بیگ اٹھا رہا تھا جن میں شاید کھانا تھا۔ زخرف تیزی سے اس کے قریب آئی اور نیچے بیٹھی۔

"ارسم یہ، یہ سب کیا ہوا ہے؟" اس کی سر کی پٹی کی جانب اشارہ کر کے بولی۔ دوپہر کی لڑائی میں تو اسے معمولی سے زخم آئے تھے۔ ارسم نے سر اٹھا کر اس کو دیکھا۔ اس کو دیکھتے ہی جیسے وہ شرمندہ ہو گیا۔

"نہیں کچھ نہیں۔" وہ فوراً اپنے بیگز سمیٹ کر کھڑا ہو گیا۔ زخرف بھی کھڑی ہو گئی۔

"یہ اتنی چوٹیں کیسے لگی ہیں تمہیں؟" وہ حیران سی کبھی اس کے سر کو دیکھ رہی تھی اور کبھی اس کے ہاتھ کو۔

"ایک معمولی سا ایکسیڈینٹ ہوا ہے اور میں بلکل ٹھیک ہوں۔" وہ تیزی سے اپنے اپارٹمنٹ کی جانب بڑھ گیا۔ زخرف نے محسوس کیا وہ چلتے ہوئے ہلکا سا لنگڑا رہا تھا۔ وہ تیزی سے اندر گیا اور دروازہ بند کر دیا۔ زخرف کچھ دیر وہیں کھڑی رہی پھر اپنے اپارٹمنٹ میں آ گئی۔

اندر آ کر وہ انگلیاں مروڑتی ادھر سے ادھر چکر کاٹنے لگی۔ اسے اتنی چوٹیں کیسے آئیں؟ وہ مسلسل یہی سوچ رہی تھی۔ کیا سچ میں اس کا ایکسیڈینٹ ہوا تھا؟ اس کو دیکھ کر لگتا تھا کہ وہ کسی سے لڑ کر آیا ہو۔ کہیں پھر سے سمیر کے ساتھ؟ لیکن اسے تو پولیس لے گئی تھی۔

وہ ٹیرس پر آئی لیکن ارسم کے ٹیرس پر اندھیرا چھایا تھا۔ اس نے منڈیر پر آگے کو ہو کر جھانکا لیکن شیشے کا دروازہ بند تھا اور آگے پردے تھے۔ یوسف آ گئے تو وہ اندر چلی گئی۔

اگلی صبح بڑی سست سی تھی۔ فجر پڑھ کر وہ دوبارہ سو گئی اور پھر تقریباً نو بجے اٹھی۔ اپنا ناشتہ بنا کر وہ ٹی وی کے آگے لے کر بیٹھ گئی۔ وہ بے دلی سے چائے پیتے ہوئے مسلسل اسی کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ وہ کیسا ہو گا؟

اس نے چائے کا کپ رکھ کر آملیٹ کی ایک بائٹ لی جب اسکا دروازہ بجا۔ میز پر کھانے کی ٹرے رکھ کر وہ دروازہ کھولنے اٹھی۔ دروازہ کھولا تو سامنے وہی تھا۔ زخموں پر پٹیاں ویسے ہی تھیں۔

"وہ۔۔۔ تمہارے پاس چائے کی پتی ہو گی؟ میری گروسریز ختم ہو گئی ہیں۔"

"ہاں۔" زخرف نے غور سے اس کا چہرہ دیکھا۔ اسکا چہرہ پیلا سا پڑا تھا۔ شاید وہ سر کی تکلیف کی وجہ سے تھا۔ "تم کہو تو میں چائے بنا دوں؟" ارسم نے چونک کر اسے دیکھا۔

"نہیں میں بنا لوں گا۔ تم چائے کی پتی دے دو بس۔"

"دراصل میں اپنے لیے بھی بس بنانے لگی تھی۔ ایک کپ تمہارے لیے بھی بنا دوں گی۔ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔"

"اوہ۔۔۔ اوکے۔"

"ارسم؟" وہ مڑنے لگا جب وہ فورا بولی۔

"کیا؟"

"کیا تمہارا سچ میں ایکسیڈینٹ ہوا ہے؟ کہیں وہی لڑکا۔۔۔"

"میں تم سے جھوٹ کیوں بولوں گا۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔ زخرف خاموش ہو گئی۔ وہ اپنے اپارٹمنٹ کی طرف چلا گیا تو زخرف تیزی سے اندر آئی۔ اپنا ناشتہ وہ بھول گئی تھی۔ اس نے کچن میں آکر چائے کا پانی چڑھایا۔ فریج کھول کر آدھا بچا ہوا چاکلیٹ کیک نکالا جو کل رات یوسف لائے تھے۔ ایک بڑا، صاف ستھرا پیس کاٹا اور اسے ایک پلیٹ میں نکالا۔ پائپنگ بیگ میں کچھ کریم بھر کر اس نے اس کیک کے پیس پر Get Well Soon لکھا۔ چائے میں چینی ڈالتے ہوئے اس نے سوچا کے وہ کتنی چینی لیتا ہو گا لیکن پھر کندھے اچکا کر دو چمچ ڈال دیے۔ چائے بنا کر اس نے ایک بڑا سا مگ چائے سے بھرا اور کیک اور چائے ایک ٹرے میں رکھے۔ کچھ سوچ کر وہ کمرے میں گئی اور ایک پیپر پینسل لے کر آئی۔ اس نے پیپر پر ہنستے ہوئے کچھ لکھا اور پیپر کو بھی ٹرے میں رکھ دیا۔ ٹرے لے کر وہ باہر آ گئی۔

ارسم کے اپارٹمنٹ کا دروازہ کھلا تھا۔ اس نے دروازہ ہلکا سا کھلا چھوڑ دیا تھا۔ زخرف کچھ دیر سوچتی رہی پھر نیچے زمین پر بیٹھی۔

اندر ارسم صوفے پر بیٹھا تھا۔ لیپ ٹاپ گود میں تھا جس پر وہ ناگواریت سے کچھ دیکھ رہا تھا۔ اسے ہلکا سا دروازہ سرکتا محسوس ہوا تو اس نے دروازے کی جانب دیکھا۔ دروازہ دھیرے دھیرے سرک رہا تھا۔ تھوڑا سا دروازہ کھل کر رک گیا۔ ایک ٹرے گھِسٹتی ہوئی اندر آئی اور دروازہ بند ہو گیا۔ وہ ایک دم مسکرا دیا۔ لیپ ٹاپ ایک جانب رکھ کر وہ ہلکا سا لنگڑاتا دروازے تک آیا اور دروازہ کھولا۔ باہر کوئی نہیں تھا۔ اس نے دروازہ بند کیا اور ٹرے پکڑ لی۔ ٹرے لیے وہ

صوفے تک آیا اور بیٹھ گیا۔ کچھ دیر وہ خاموشی سے کیک کو دیکھتا رہا جس پر اس نے Get Well Soon لکھا تھا۔ پھر اس کی نظر کاغذ پر پڑی تو اس نے وہ اٹھایا۔ اس نے کاغذ پر انگریزی میں لکھی تحریر پڑھی۔

'سوری اور تھینک یو کے کیا سپیلنگ ہوتے ہیں بزنس مین؟' وہ تحریر پڑھ کر ہنس پڑا۔

زخرف اپنے اپارٹمنٹ میں کچن کے کاونٹر پر چڑھ کر بیٹھی تھی۔ ایک پلیٹ میں چاکلیٹ کیک پکڑ رکھا تھا جس کی چھوٹی چھوٹی بائٹ لیتے ہوئے وہ بار بار دروازے کی جانب دیکھتی تھی۔ تقریبا دسویں بائٹ لیتے ہوئے وہ رکی اور اپنے ہاتھ کو دیکھا۔ ایک جھٹکے سے پلیٹ واپس شیلف پر رکھ دی۔

"لگتا ہے دماغ خراب ہو گیا ہے میرا جو اتنا میٹھا کھائے جا رہی ہوں میں۔" اس نے پلیٹ کو گھور کر دیکھا اور تھوڑا اور پیچھے کر دیا۔ دروازہ بجا تو فورا شیلف سے چھلانگ لگا کر اتری اور دروازے تک آئی۔ دروازہ کھولنے لگی، پھر ایک دم رکی۔

"کیا سوچے گا وہ اتنی فارغ ہوں میں؟ دو تین منٹ ٹھہر کر کھولوں گی۔" وہ وہیں کھڑی ہو گئی۔ ابھی ایک منٹ بھی نہیں گزرا تھا لیکن اس نے دروازہ کھول دیا۔ باہر وہ نہیں تھا۔ زخرف نے ادھر ادھر دیکھا وہاں کوئی نہیں تھا۔ اس کی نظر نیچے پڑی تو اس کے دروازے کے قریب ٹرے پڑی تھی۔ وہ ٹرے پکڑ کر اندر آ گئی۔ ٹرے میں ایک مختلف کاغذ پڑا تھا۔ اس نے ٹرے کچن میں رکھ کر فورا کاغذ کھولا۔ اس پر لکھی تحریر اردو میں تھی۔

'نالائق لڑکی، تم تھینک یو اور سوری اردو میں بھی لکھ سکتی ہو۔ مجھے اردو آتی ہے۔' وہ کاغذ ہاتھ میں پکڑے مسکرا رہی تھی جب کھٹاک سے اسکا دروازہ کھلا۔ زخرف نے تیزی سے کاغذ اپنی ٹراوزر کی جیب میں ڈال لیا۔ ایذا کسی ہوا کے طوفان کی طرح اندر آئی۔

"امی کم از کم آپ کو مجھے پہلے بتانا چاہیے تھا۔ یہ کوئی طریقہ نہیں ہے۔" وہ فون پر بات کرتے ہوئے ادھر سے ادھر ٹہلنے لگی۔ زخرف اسے پینڈولم کی طرح ادھر سے ادھر جاتا دیکھ رہی تھی۔ کال ختم کر کے وہ زخرف کی جانب مڑی۔ اس کے چہرے پر غصہ تھا۔ زخرف نے تھوک نگلتے ہوئے اپنی جیب میں موجود کاغذ پر ہاتھ پھیرا۔

"یہ کوئی طریقہ ہے؟" وہ شدید غصے میں بولی۔

"کیا؟" زخرف نے جیب میں ہاتھ ڈال کر کاغذ کو زور سے مٹھی میں دبا لیا۔

"یہاں نیچے بلڈنگ میں پہنچ کر مجھے کہہ رہے ہیں کہ ہم آگئے ہیں۔ کم از کم انسان کو آنے سے پہلے بتانا تو چاہیے نا؟"

"ہاں بلکل۔"

"میں نے تو کچھ بنایا بھی نہیں ہے۔" ایذا بڑبڑاتی ہوئی باہر چلی گئی۔ زخرف نے فوراً سے دروازہ بند کیا اور کاغذ جیب سے نکالا۔ کاغذ کی حالت خراب ہو چکی تھی۔

....

یہ لاہور کا مصروف سا بازار تھا۔ خوانچہ فروش اونچی اونچی ریٹ بتاتے گاہکوں کو گھیرنے کی کوششوں میں مشغول تھے۔ وہ اور فیضی ایک ساتھ چلتے آگے بڑھتے جا رہے تھے۔

"خود تو تم بڑے بڑے مالز سے شاپنگ کرتی ہو۔ اور ثانیہ کے لیے یہاں لے آئی ہو۔" فیضی منہ میں پان ڈالتا بولا۔

"زیادہ منہ مت کھولو۔ شکر کرو کپڑے لے کر دے رہی ہوں۔ ورنہ تم نے تو ایک ڈھیلہ بھی نہیں دیا ہو گا اسے۔" فیضی نے اس کی جانب چہرہ کیا اور دانت نکال کر مسکرایا۔

"تم ہو نا میری پیاری بہن۔ تمہارے جیسی بہن ہوتے ہوئے مجھے کچھ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔" زخرف وہیں رک گئی تو وہ بھی گیا۔

"یہ منہ سے پان نکالو۔ ایسے نہیں چلوں گی میں تمہارے ساتھ۔" فیضی نے منہ بنا کر اس کو دیکھا۔

"میرے پان سے تمہیں کیا تکلیف ہے۔"

"میں نے کہا نا میں ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھوں گی۔" اس کا لہجہ اٹل تھا۔ فیضی کچھ دیر اسے دیکھتا رہا۔

"ایک شرط پر۔ کپڑے خریدنے کے بعد تم خود مجھے پان خرید کر دو گی۔" اپنے پیلے دانت دکھاتا بولا۔

"ہاں بلکل خریدوں گی اور اندر سپیشلی چوہے مار گولیاں بھی ڈلواوں گی۔" فیضی اس کی بات پر ہنسا اور پان پھینک دیا۔

"میں جانتا ہوں تم بہت اچھی ہو اور تمہیں اپنے سوتیلے بھائی کا بہت احساس ہے۔ تم جانے سے پہلے مجھے پیسے ضرور دو گی۔" زخرف نے جواب نہیں دیا۔ فیضی بغور اس کو دیکھنے لگا۔ "یہ تم نے بال کیوں کالے کر لیے ہیں؟"

"تمہیں اس سے مطلب؟" وہ ایک طرف دکان کے اندر چلی گئی۔

"ثانیہ کیوں نہیں آئی، تمہیں کیوں بھیجا ہے انہوں نے؟" وہ دوکاندار کے پھیلائے ہوئے کپڑوں میں سے ایک کپڑا اٹھا کر دیکھتے ہوئے بولی۔

"وہ اس کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔" وہ اپنے کان میں انگلی مارتے بولا۔ "اور ہاں سنو تم شادی پر تو آو گی نا؟" زخرف نے کپڑا رکھ اس کی جانب دیکھا۔

"جو تم لوگوں کو چاہیے تھا وہ مل تو رہا ہے نا۔"

"ہاں لیکن، تمہارا ہونا بھی ضروری ہے۔ آخر کو تو تم ہماری بہن ہو۔" وہ اپنے پورے کے پورے دانت دکھاتا بولا۔

"یہ ڈرامے بازیاں میرے ساتھ نا کیا کرو۔" زخرف سر جھٹک کر بولی اور پھر سے کپڑے دیکھنے لگی۔

"سچ کہہ رہا ہوں۔ تم سے پیار کرتے ہیں اسی لیے تو امی نے اتنے پیار سے فون کر کے بلایا ہے۔" زخرف خاموش رہی۔

"سلامی کتنی دو گی؟" وہ کچھ دیر بعد اپنی داڑھی کھجاتا بولا۔ "اچھا پھر مجھے ہی ایک کُرتا خرید دو۔ آخر کو میں دلہن کا بھائی ہوں۔" زخرف نے خاموشی سے کچھ کپڑے علیحدہ کیے اور دکاندار کو پیک کرنے کا بولا۔

"نہیں؟" فیضی نے اس کے چہرے کے سامنے ہاتھ لہرایا۔ زخرف نے ایک جھٹکے سے اسکا ہاتھ پیچھے کیا۔

"بیچ بازار میں مجھ سے اپنا براحشر مت کروالینا۔" اسے آنکھیں دکھاتی بولی۔

" صحیح کہتے ہیں۔ نوکریاں کرنے والی لڑکیاں بہت مغرور ہوتی ہیں۔"

ثانیہ کے لیے چند کپڑے خرید کر وہ سیدھا فیضی کے ساتھ اسی کے گھر چلی آئی۔ اسکا ارادہ صرف دادی سے مل کر واپس جانے کا تھا۔

وہ سب صحن میں بچھی چارپائی پر بیٹھے تھے۔ دادی نیم دراز لیٹی تھیں، جبکہ ماہ نور دادی کے پاس بیٹھی ڈائجیسٹ پڑھ رہی تھی۔ فرزانہ بھی ساتھ بچھی چارپائی پر بیٹھی پرات میں سبزی کاٹ رہی تھی۔ ثانیہ البتہ اسے کہیں نظر نہیں آئی۔

"امی آپ کی سوتیلی بیٹی بہت سخت دل ہے۔ میں نے بہت کہا کہ دلہن کی ماں کے لیے ایک جوڑا خرید لو لیکن کہنے لگی میں اپنی دشمن کے لیے کپڑے کیوں خریدوں؟" فیضی نے بولتے ہوئے کپڑوں کا شاپر فرزانہ کے پاس رکھا۔ زخرف ان سب کو نظر انداز کر کے سیدھا دادی کے پاس گئی۔ ماہ نور تیزی سے اٹھی اور جا کر شاپر کھول کر کپڑے دیکھنے لگی۔

"کیسی ہو میری بیٹی؟" دادی نے زخرف کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرا۔

"ٹھیک ہوں۔اور جانتی ہوں آپ ناراض ہوں گی۔اتنی دیر بعد جو آئی ہوں۔"وہ ان کے پاس چارپائی پر بیٹھ گئی۔

"میں نے کیوں ناراض ہونا ہے۔جانتی ہوں تم مصروف ہوتی ہو۔"

"امی یہ جوڑا میں پہنوں گی۔"ماہ نور نے ایک جوڑا نکال کر اپنے ساتھ لگایا۔

"واپس رکھ۔"فرزانہ نے ہاتھ میں پکڑی چھری کی پچھلی سائڈ اس کے ہاتھ پر ماری۔"بہن کے ساتھ بھیجنے ہیں جوڑے۔"

"لیکن امی میں کیا پہنوں گی؟"وہ منہ بسور کر بولی۔

"پچھلی عید پر بنایا تھا جوڑا۔وہی پہن لینا۔"اس نے منہ بسور کر جوڑا واپس رکھا اور پھر سے اپنا ڈائیجیسٹ لے کر بیٹھ گئی۔

"تمہاری دوسری دشمن بھی گھر پر نہیں ہے۔"زخرف جو ادھر ادھر دیکھ رہی تھی اسکو دیکھ کر فیضی بولا۔"امی نے منہ پر پلستر کروانے بھیجا ہے اسے۔بیوٹی پارلر۔"

"بکواس نا کیا کر۔"فرزانہ نے اس کے کندھے پر زور سے چت لگائی۔"کھانا میں خود ہی بنالوں گی تم بس فیضی کو سامان وغیرہ کے پیسے دے دینا۔"اب کے زخرف کی جانب دیکھ کر بولی۔

"ہونہہ،شرم نہیں آتی اس سے پیسے مانگتے ہوئے۔"دادی دھیرے سے بڑبڑائی۔

"ارے دادی تمہیں نہیں پتہ،شرم کا اور امی کا کوئی تعلق نہیں ہے۔دور کا بھی نہیں۔"کہتے ہوئے وہ فورا اٹھا تھا کیونکہ فرزانہ نے چپل اٹھا کر سیدھا اس کی جانب پھینکی تھی۔چپل سیدھی فیضی کی کمر پر لگی۔

"جب سے تیرا باپ مرا ہے تیری زبان زیادہ ہی چلنے لگی ہے بے غیرت انسان۔تھوڑی سی تو شرم کر لے۔تیری بہن کی شادی ہے اور تو ہر طرف دانت نکالتا پھر رہا ہے۔کم بخت۔"وہ کہتے ہوئے رونے لگی تھی۔

"تو کیا کروں میں۔خود کو بیچ کے تیری بیٹی کا جہیز بنادوں؟"وہ احتیاطا کچھ فاصلے پر رہتے ہوئے بولا۔

"تو بس یہاں سے چلا جا۔ہماری زندگیوں سے دفعہ ہو جا۔آج تک بس اپنی ماں کا کلیجہ ہی جلایا ہے تو نے۔نہیں چاہیے مجھے تیرے جیسی اولاد۔"وہ دوپٹے سے اپنے آنسو پونچھتی پرات اٹھا کر اندر چلی گئی۔زخرف خاموشی سے آنکھیں گھماتی ان کا تماشہ دیکھ رہی تھی۔فرزانہ چلی گئی تو فیضی اس کی جگہ بیٹھ گیا۔

"یہ بالوں کو کیا کر لیا ہے؟" دادی بغور زخرف کا چہرہ دیکھتے بولی۔

"بس ایسے ہی دل چاہ رہا تھا تو رنگ تبدیل کر لیا۔" وہ جھینپ کر بولی۔ "آپ بتائیں کیسے لوگ ہیں وہ، جہاں اب رشتہ کیا ہے؟"

"میری بلا جانے۔ مجھے یہ فرزانہ کچھ بتاتی ہو تو پھر ہی نا۔ بس کہہ رہی تھی کہ لڑکا بھی طلاق یافتہ ہے اور تین بچے بھی ہیں اس کے۔" زخرف خاموش ہو گئی۔

"یہ کیا تم فضول چیزیں سارا دن پڑھتی رہتی ہو۔" فیضی ماہ نور کو ڈائجیسٹ میں سر جھکائے دیکھ کر بولا۔

"تمہیں اس سے مطلب۔" ماہ نور نے جھٹ سے جواب دیا۔

"میں بتا رہا ہوں امی۔ اس کی حرکتیں ٹھیک نہیں لگتی مجھے۔ یہ کسی دن کوئی نا کوئی گُل ضرور کھلائے گی۔" وہ پیچھے کو لیٹتا اونچی آواز میں بولا۔

"جیسے گُل تم نے کھلائے ہیں ان کا تو مقابلہ ہی نہیں ہے۔" زخرف زہریلی آنکھوں سے اسے دیکھتی بولی۔

"تم نے جو کہنا ہے کہہ لو۔ تمہاری باتوں کا برا نہیں مانوں گا میں۔" کھسیانی ہنسی ہنستا بولا۔ زخرف نے سر جھٹکا اور دادی کی جانب مڑی۔

"میں چلتی ہوں۔ اب جلدی ملنے آوں گی آپ سے۔" دادی سے مل کر وہ باہر آ گئی۔

گاڑی سٹارٹ کرتے اسے ثانیہ نظر آئی۔ وہ ایک چار پانچ سال کی بچی کا ہاتھ تھامے گھر کی جانب ہی آ رہی تھی۔ شکل و صورت میں وہ پوری فرزانہ جیسی تھی۔ ثانیہ عمر میں زخرف سے چند سال بڑی تھی۔ اس نے بغور زخرف کی گاڑی کو دیکھا۔

زخرف نے گاڑی آگے بڑھا دی۔ اس نے سائیڈ ویو مرر میں دیکھا وہ مڑ کر اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

....

واپسی پر وہ سیدھا ایذا کے اپارٹمنٹ آئی۔ ایذا کی امی اسے دیکھ کر بے حد خوش ہوئی تھیں۔ وہ اس کی نوکری جانے پر بھی خاصی دکھی تھیں۔ یاسر ہمیشہ کی طرح لاپرواہ سا تھا۔ کچھ دیر وہ ان کے پاس بیٹھی پھر اپنے اپارٹمنٹ آ گئی۔

یوسف اس کے آنے سے پہلے ہی آ چکے تھے۔ وہ لاونج میں جائے نماز بچھائے نماز پڑھ رہے تھے۔ زخرف کچھ دیر ان کو دیکھتی رہی۔ وہ بیٹھ کر نماز پڑھ رہے تھے اور زخمی بازو کی وجہ سے سجدہ بھی پوری طرح نہیں کر پا رہے تھے۔ لیکن ان کے چہرے پر کوئی تکلیف نہیں تھی۔ انکا چہرہ ہمیشہ کی طرح پرسکون تھا۔ زخرف نے ٹیرس سے کرسی میز نکال کر تھوڑا اندر کی جانب رکھ دیے۔ یوں کہ باہر سے کسی کی وہاں نظر نا پڑے۔ وہ وہیں کرسی پر بیٹھ کر ان کو دیکھنے لگی۔ اب یوسف ایک ہاتھ اٹھائے دعا مانگ رہے تھے۔ وہ دعا مانگ کر اٹھے تو زخرف نے فوراً آگے ہو کر جائے نماز اٹھا کر ایک طرف رکھ دی۔ اس نے ڈائننگ ٹیبل کی ایک کرسی اسی میز کے پاس رکھی اور وہ دونوں وہیں بیٹھ گئے۔

"بابا؟"

"ہمم؟" وہ اس کی جانب دیکھتے بولے۔ ان کے چہرے پر بلا کا اطمینان تھا۔ زخرف حیران تھی۔ انہیں اس کے چہرے پر کیا دکھتا ہو گا؟ مایوسی؟ ناشکری؟

"آپ ساری نمازیں پڑھتے ہیں؟"

"بس اللہ توفیق دے دیتا ہے۔"

"اتنے مصروف ہونے کے باوجود ساری نمازیں کیسے پڑھ لیتے ہیں؟"

"بس وہ رب بلا لیتا ہے۔ اور میں سر جھکا کر چلا جاتا ہوں۔ کیا اس رب کو بھی انکار کیا جا سکتا ہے؟" زخرف کا دل شرمندگی سے بھرنے لگا۔

"لیکن پانچ نمازیں بہت مشکل ہوتی ہیں۔ میں بس فجر پڑھتی ہوں۔ وہ بھی اکثر چھوٹ جاتی ہے۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ لوگ پانچ نمازوں کے لیے وقت کیسے نکال لیتے ہیں۔" یوسف اس کی بات پر مسکرائے۔

"نماز کی طرف جانے کے لیے ایک پکار ہے جو ہر ایک کو سنائی نہیں دیتی۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ جب موذن نماز کے لیے پکارتا ہے تو ان لوگوں کو وہ پکار محض ایک شور لگتا ہے۔ ایسا اس لیے ہوتا ہے کہ ان کے کان اس دنیا کی آوازوں میں اتنا الجھے ہوتے ہیں کہ وہ اس پکار کو سن ہی نہیں پاتے۔ اس پکار کو وہی سنتے ہیں

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

جو اپنے کانوں سے دنیا کو کم سے کم سنتے ہیں۔ وہ اپنے کانوں میں صرف اچھی باتیں ڈالتے ہیں۔ اللہ کا کلام ہمیشہ پاک جگہوں پر ہی بسیرا کرتا ہے زخرف۔" وہ اپنے گھٹنے پر تھوڑی ٹکائے ان کو سن رہی تھی۔

"پتہ ہے بابا مجھے لگتا ہے اللہ نے آپ کو بہت پیار سے بنایا ہے۔ اللہ آپ سے بہت پیار کرتا ہے۔" یوسف اس کی بات پر مسکرائے۔

"اللہ نے اپنے سب بندوں کو پیار سے بنایا ہے۔ ہاں جو اس سے زیادہ محبت کرتے ہیں، وہ بھی ان سے باقی بندوں سے بڑھ کر پیار کرتا ہے۔"

"اللہ تعالی سے پیار کیسے کیا جاتا ہے؟"

"اس کے دیے ہوئے پر خوش رہ کر اور اس کے لیے ہوئے پر شکایت نا کر کے۔"

"اسکا مطلب جو تکلیف میں ہے وہ صبر کر کے تکلیف برداشت کرتا رہے اور جو غریب ہے وہ ساری زندگی صبر سے غربت میں ہی زندگی گزار دے؟"

"نہیں۔ تکلیف میں مبتلا شخص اس تکلیف سے نجات کی دعا مانگے۔ لیکن خود کو تکلیف میں مبتلا کرنے پر اللہ سے شکوہ نا کرے۔ غریب شخص محنت کرے، دولت اور رزق کے لیے دعا کرے لیکن خود کو دولت سے دور رکھنے پر اللہ سے شکوہ نا کرے۔"

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اور وہ لوگ کیا کریں جن کی زبان میری طرح ہے۔ جس پر نا چاہ کر بھی شکوہ آ ہی جاتا ہے۔"

"جانتا ہوں یہ مشکل ہے۔ زبان بھی ایک پیٹرن پر ساری زندگی ٹرین ہوئی ہوتی ہے۔ اسے بھی ایک نیا طرز اپنانے میں وقت لگتا ہے۔ جو زبان جھوٹ بولنے کی عادی ہو، لاکھ کوشش کے باوجود وہ جھوٹ بول جاتی ہے۔ جو زبان شکوے کی عادی ہو اس پر بھی انجانے میں شکوہ آ ہی جاتا ہے۔ اس کا حل یہی ہے کہ جہاں زبان پھسلے اسے وہیں پکڑ لو۔ اسی وقت معافی مانگ لو اور آگے بڑھ جاو۔ ایک دن وہ فوری توبہ کی عادت زبان کو صحیح راستے پر ضرور لے آئے گی۔" زخرف چہرہ موڑ کر باہر دیکھنے لگی۔ اس کے ماتھے پر الجھن کی ایک لکیر سی کھینچ گئی تھی۔

"ہم زبان کو تو ٹرین کر لیں لیکن دل کا کیا کریں؟ آخر اللہ اتنے دکھ دیتا ہی کیوں ہے۔" وہ اب باہر ہی دیکھ رہی تھی۔

یوسف نے افسوس سے اسے دیکھا۔

"جانتی ہو اس سوال کا جواب حاصل کرنے میں مجھے بھی کچھ وقت لگا تھا۔ اور جس دن مجھے اسکا جواب ملا، میں مکمل پر سکون ہو گیا۔" زخرف نے چہرہ ان کی جانب موڑا۔

"کیسا جواب؟" یوسف دھیرے سے مسکرائے۔

"تم ہمیشہ سوچتی ہو نا کہ اللہ نے یہ سب تمہاری ہی قسمت میں کیوں لکھا ہے؟ تمہارے ارد گرد کے لوگ تو پر سکون زندگیاں گزار رہے ہیں۔ ان کی زندگی میں تکلیف ہے بھی تو اتنی نہیں۔ پھر تم ہی کیوں؟ تم سے ہی سب کچھ کیوں چھینا گیا؟ جو نعمتیں، رشتے تمہارے ارد گرد کے لوگوں کو بنا مانگے مل گئے، تو تمہیں ان سے محروم کیوں رکھا گیا؟"

زخرف نے دھیرے سے سر ہلایا۔

"میرے ذہن میں بھی شروعات میں ایسے سوال اٹھتے تھے۔ میرا ہی گھر کیوں اجڑا؟ اپنی بیوی کے مرنے پر تو صبر آ جاتا لیکن بیٹی؟ میری ہی بیٹی کیوں چھینی گئی؟ آخر میری بیٹی کو مجھ سے دور کرنے میں اللہ کی کیا حکمت ہو سکتی ہے۔" وہ لمحے بھر کو رکے۔

"لیکن پھر کچھ وقت بعد مجھے میرے سوال کا جواب مل گیا۔ مجھے یہ سمجھ آگئی زخرف کہ ہماری زندگی میں رشتوں سے زیادہ اہم بھی ایک چیز ہوتی ہے۔ وہ چیز جو ہم بھول جاتے ہیں۔ اور وہ ہے ہماری زندگی کا مقصد۔ وہ جس کے لیے ہمیں پیدا کیا گیا۔"

"زندگی کا مقصد؟ یعنی اللہ کی عبادت؟"

"نہیں زخرف۔ اگر اللہ نے صرف اپنی عبادت ہی کروانی تھی تو انسانوں کی جگہ مزید فرشتے پیدا کر لیتا۔ لیکن اس نے انسانوں کو پیدا کیا۔ اور ہر انسان کو ایک مقصد کے تحت پیدا کیا۔ اس مقصد کو تلاش کرنا انسان کا کام ہے۔"

"عبادت کے علاوہ مقصد؟"

"ہاں۔ میں نے اللہ کے بنائے انسانوں کی خدمت اپنی شادی سے عرصہ پہلے ہی شروع کر دی تھی۔ لیکن جانتی ہو جس سے اللہ نے زیادہ بڑے کام لینے ہوں، وہ اس کو زیادہ مشکلوں سے بھی گزارتا ہے۔ شاید اس نے مجھ سے میری بیوی کو دور کر دیا تاکہ میں ان لوگوں کی تکلیف کو صرف سمجھوں نا جو اسی سب سے گزرتے ہیں بلکہ میں ان کی تکلیف کو محسوس بھی کروں۔ اس نے میری بیٹی کو مجھ سے دور کر کے مجھے یہ احساس دلایا کہ ان ماؤں کے دل کیسے ہوتے ہیں

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

جن کے بچے ان سے چھن جاتے ہیں۔ان بچوں کی کیفیت کیا ہوتی ہے جن کے ماں باپ ان کے بچپن میں ان سے دور ہو جاتے ہیں۔اللہ ہماری زندگی میں ایسے واقعات کرواتا ہے کیونکہ وہ ہمیں یاد دلانا چاہتا ہے کہ ہمیں صرف ان رشتوں کے لیے پیدا نہیں کیا گیا،ہمارا مقصد اس سے کہیں بڑا ہے۔"یوسف خاموش ہوئے تو کچھ دیر ان کے بیچ خاموشی چھا گئی۔

"بابا ایک بات کہوں؟"یوسف اسکا چہرہ دیکھنے لگے۔زخرف نے چہرہ جھکا لیا۔

"جب میں چھوٹی تھی تو۔۔۔"رک کر تھوک نگلا۔اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ بات کیسے کرے۔"میں تقریبا اتھیسٹ تھی۔میں خدا کے وجود پر بھی یقین نہیں رکھتی تھی۔"زخرف نے رک کر انکا چہرہ دیکھا۔ان کے تاثرات میں کوئی تبدیلی نا آئی۔وہ خاموش ہو گئی۔یوسف نے ہاتھ بڑھا کر اس کے ہاتھ پر رکھا۔

"مجھے اچھا لگے گا اگر تم مجھ سے شئیر کرو گی۔"نرمی سے بولے۔زخرف نے دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی اپنے سامنے کی۔وہ ہتھیلی نرم تھی۔ہاتھوں کا خیال رکھنے سے اور اچھی پروڈکٹس استعمال کر کے اس نے اپنے ہاتھوں کو اچھے سے مینٹین کر رکھا تھا۔وہ اپنی ہتھیلی کو دیکھ کر نم آنکھوں سے مسکرائی۔وہ جانتی تھی یہ ہتھیلیاں ہمیشہ ایسی ملائی جیسی نرم نہیں تھیں۔

"الہان۔خوبصورت ہاتھوں والی الہان۔اس کا نام الہان تھا۔"وہ ہتھیلی کو دیکھتے ہوئے مسکرا کر بولی۔اس کا ملائم ہاتھ اچانک سے نرم سے سخت دکھنے لگا تھا۔

تیرہ چودہ سالہ زخرف اپنی ہتھیلیوں کو دیکھتے ہوئے مسکرا نہیں رہی تھی۔بلکہ اس کے چہرے پر تکلیف تھی۔اس کے چہرے پر نفرت تھی۔وہ اپنی ہتھیلیوں کو دیکھ رہی تھی جو فیکٹری میں کام کرنے کے باعث کالک زدہ تھیں۔جلد نہایت سخت تھی۔اس نے ہاتھوں کو کپڑوں پر رگڑ کر ان کی کالک کو کم کرنے کی ناکام کوشش کی۔وہ اس وقت اس نیلے دروازے والے گھر کے سامنے بنے پلاٹ کی چھوٹی دیوار پر بیٹھی تھی۔اس پلاٹ میں محلے والے اپنا کوڑا کرکٹ پھینکتے تھے۔اس کے پیروں میں بھی ارد گرد کوڑا پھیلا تھا۔

اپنے ہاتھوں کو دیکھتے ہوئے زخرف نے دل ہی دل میں سوچا کے کاش جادو سے ڈھیر سارا لذیذ کھانا اس کے سامنے آ جائے۔اس کے پیٹ سے بھوک کی وجہ سے آوازیں آ رہی تھیں۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

وہ ہاتھوں کو دیکھنے میں مگن تھی جب دو سپید پیر اس کے پاس آکر رکے۔ زخرف نے سر اٹھا کر دیکھا۔ وہ لڑکی تھی جو اس کے گھر کے ساتھ والے گھر میں رہتی تھی۔ وہ لڑکی کبھی بھی دوسرے محلے والوں کے ساتھ زیادہ گھلتی ملتی نہیں تھی اس لیے زخرف اس کے بارے میں زیادہ نہیں جانتی تھی۔ بس اتنا جانتی تھی کہ وہ اور اس کا شوہر یہاں اکیلے رہتے ہیں۔

اس لڑکی نے خوبصورت سی مونگیا رنگ کی چادر لے رکھی تھی۔ وہ زخرف کو ہی دیکھ رہی تھی۔

"تمہیں مجھ سے کچھ چاہیے کیا؟" جب وہ بغیر کچھ بولے مسلسل زخرف کو دیکھتی رہی تو زخرف چڑ کر بولی۔

"میں اکثر دیکھتی ہوں، تم یہاں بیٹھی ہوتی ہو۔ کیا میں پوچھ سکتی ہوں کیوں؟"

"کیوں کہ مجھے کوڑے میں بیٹھنے کا مزہ آتا ہے۔" زخرف نے بگڑے منہ سے جواب دیا اور ایک لکڑی پکڑ کر زمین پر کھرچنے لگی۔ اس کی توقع کے برعکس وہاں سے جانے کی بجائے وہ لڑکی اس کے پاس بیٹھ گئی۔ اس بات کی پرواہ کیے بغیر کہ اس کے کپڑے گندے ہو جائیں گے۔

"میں واقعی جاننا چاہتی ہوں۔" زخرف نے بگڑے زاویے سے اسے دیکھا۔

"میں اس وقت کسی سے بات نہیں کرنا چاہتی۔"

"کیوں کوئی پریشانی ہے کیا؟ تم مجھے بتا سکتی ہو۔" وہ نرمی سے بولی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"کیوں تمہیں کیوں بتاؤں؟"

"مجھے اچھا لگے گا۔ مجھے تمہیں یہاں بیٹھے دیکھ کر اچھا نہیں لگتا۔" کہتے ہوئے اس نے اپنے گھر کے دروازے کی جانب دیکھا۔ "بھوک لگی ہے تمہیں؟ کچھ کھاؤ گی؟"

"تمہارا مسئلہ کیا ہے؟ تمہیں سمجھ نہیں آرہی کہ مجھے تم سے بات نہیں کرنی۔" وہ لڑکی کچھ دیر افسوس سے زخرف کو دیکھتی رہی۔ پھر اٹھ گئی۔

"تمہاری مرضی۔ لیکن تم میرے گھر جب آنا چاہو آسکتی ہو۔ میں تمہارا انتظار کروں گی۔" کہہ کر وہ اپنے گھر کی جانب بڑھ گئی۔ جب وہ دروازے کے پار او جھل ہوگئی تو زخرف نے اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھا۔ بھوک سے اس کے پیٹ سے مسلسل آوازیں آرہی تھیں۔ وہ وہاں سے اٹھی اور اپنے گھر تک آئی۔ زور سے دروازہ بجایا۔

"دروازہ کھولو فیضی۔ دادی۔" اندر سے کوئی آواز نا آئی۔ "دروازہ کھولو مجھے بھوک لگی ہے۔" اسے دو قدم دروازے کی جانب بڑھتے محسوس ہوئے۔ لیکن فرزانہ کی آواز نے ان قدموں کو بیچ راستے میں روک دیا۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے دروازہ کھولنے کی فیضی۔ رہنے دو سارا دن اسے باہر۔ یہ بھی تو زبان چلانے کا مزہ چکھے۔" اور دروازہ نہیں کھلا۔ زخرف نے اس گھر کی جانب دیکھا جہاں سے وہ لڑکی آئی تھی۔ وہ واپس جا کر اس دیوار پر بیٹھ گئی۔ اس نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر نکالا تو اس میں صرف دو سکے تھے۔ اس نے وہ واپس جیب میں ڈال لیے۔ وہ وہیں بیٹھی تھی جب اس کے نتھنوں سے اس کی سب سے پسندیدہ خوشبو ٹکرائی۔ اس نے اُس گھر کی جانب دیکھا۔ کیا وہ خوشبو وہیں سے آرہی تھی؟ وہ چلتے ہوئے دروازے تک آئی۔ خوشبو اندر سے آرہی تھی۔ زخرف کا سوکھا ہوا منہ پانی سے بھر گیا۔ اس کا پیٹ صبح سے خالی تھا اور اب بھوک برداشت کرنا مشکل ہو گیا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر دروازہ بجایا۔ کچھ دیر بعد اندر سے قدموں کی آواز آئی اور فوراً دروازہ کھل گیا۔ دروازہ اسی لڑکی نے کھولا تھا۔ وہ زخرف کو دیکھ کر مسکرائی اور بغیر کچھ بولے اس کے لیے اندر آنے کا راستہ چھوڑا۔

زخرف اندر آئی تو یہ گھر اس کے گھر سے کچھ چھوٹا لیکن نہایت صاف ستھرا تھا۔ چھوٹا سا صحن اور آگے برآمدہ تھا جہاں چار کرسیوں والا ڈائیننگ ٹیبل پڑا تھا۔ گھر اس قدر صاف ستھرا تھا جیسے ہر دو گھنٹے بعد وہاں کی صفائی کی جاتی ہو۔

"میں نے بریانی دم پر رکھی ہے۔ تم آرام سے یہاں بیٹھو میں کچھ دیر میں لے کر آتی ہوں۔" اس لڑکی نے ایک کرسی زخرف کے لیے کھینچی تو زخرف اس پر بیٹھ گئی۔ اس کے بیٹھتے ہی وہ لڑکی کچن میں چلی گئی۔

زخرف نے شرمندگی سے اپنے اوپر ایک نظر ڈالی۔ اس گھر میں ہر چیز صاف ستھری تھی سوائے اس کے۔

چند منٹوں بعد وہ لڑکی ایک بڑی سی پلیٹ میں بریانی لے کر کچن سے نکلی۔ اس نے پلیٹ لا کر زخرف کے سامنے رکھی۔

زخرف نے ایک نظر لذیذ بریانی کو دیکھا اور پھر اس لڑکی کو۔

"تم یہ مت سمجھو کہ میں مفت میں کھانے آگئی ہوں۔ میں تمہیں اس کے پیسے دے دوں گی۔ مگر ابھی میرے پاس نہیں ہیں، لیکن جلدی دے دوں گی۔" وہ لڑکی اس کی بات پر محض مسکرائی۔

زخرف نے پلیٹ اپنی جانب بڑھا کر کھانے کے لیے چمچ پکڑا جب اس لڑکی نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"پہلے جا کر ہاتھ دھو۔" باہر صحن میں لگے بیسن کی جانب اشارہ کیا۔ زخرف ناچاہتے ہوئے بھی اٹھ کر ہاتھ دھونے چلی گئی۔ اس کے واپس آنے تک وہ لڑکی سلاد، رائتہ اور پانی ٹیبل پر رکھ چکی تھی۔ زخرف نے بیٹھتے ہی کھانا شروع کر دیا۔ وہ لڑکی سامنے بیٹھ کر اسے دیکھنے لگی۔ زخرف نے کھاتے ہوئے ہی سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"تمہارا نام کیا ہے؟"

"الہان۔ اور تمہارا؟"

"زخرف۔"

"زخرف۔ بہت خوبصورت نام ہے تمہارا۔ جانتی ہو میں زخرف نام کی سورت ہی پڑھ رہی ہوں۔" زخرف نے کھاتے حیران ہو کر اس کو دیکھا۔

"کیا مطلب؟"

"تم نہیں جانتی؟ قرآن میں زخرف نام پر ایک پوری سورت ہے۔"

"کیا سچ میں؟"

"ہاں۔ تمہیں نہیں معلوم کیا؟"

"نہیں۔ کیونکہ میں نے کبھی قرآن نہیں پڑھا۔" زخرف کندھے اچکا کر بولی۔

"قرآن نہیں پڑھا، لیکن کیوں؟" اب کے الہان کے چہرے پر پریشانی آئی تھی۔

"میں اپنے سکول کا کام کر لوں وہی بہت ہے۔ اور ویسے بھی مستقبل میں سکول کی تعلیم ہی میرے کام آئے گی۔ قرآن پڑھ کر میں کیا کروں گی؟" الہان اس کی بات پر کافی دیر خاموش رہی۔ اس کے چہرے سے لگتا تھا کہ اس چھوٹی بچی نے اپنے خیالات سے اسے ششدر کر دیا ہو۔

"تمہیں ایسا کیوں لگتا ہے کہ قرآن کی تعلیم تمہارے کسی کام نہیں آئے گی؟"

"تم بتاو کس کام آئے گی؟ کیا وہ مجھے نوکری دلائے گی؟"

"نوکری بہت چھوٹی چیز ہے زخرف۔ قرآن تو انسانوں کو بادشاہ بنا کر تخت پر بٹھا سکتا ہے۔" زخرف اس کی بات پر دل کھول کر ہنسی۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"تم بلکل میری دادی جیسی ہو۔ وہ بھی یہی سب کہتی ہیں۔ وہ اللہ سے بہت امیدیں رکھتی ہیں۔ اللہ کی بہت عبادت کرتی ہیں۔ لیکن جانتی ہو انکا اپنا بیٹا بھی ان سے پیار نہیں کرتا۔ ان کی بہو، ان کے پوتے پوتیاں کوئی بھی ان سے اچھا سلوک نہیں کرتا۔ تم سب اس اللہ کی عبادت کرتے نہیں تھکتے جس نے کبھی تم لوگوں کی مدد نہیں کی۔ مجھے تو لگتا ہے کوئی خدا ہے ہی نہیں۔" اس نے نہایت عام انداز میں تبصرہ کیا۔ الہان کچھ دیر خاموشی سے اس کی باتوں کو ہضم کرتی رہی، پھر وہاں سے اٹھ گئی۔

"تم آرام سے کھاو۔ میں عصر کی نماز پڑھ لوں۔" زخرف نے کوئی جواب نا دیا بلکہ مزے سے کھاتی رہی۔

الہان وہیں بر آمدے میں جائے نماز بچھائے نماز پڑھنے لگی۔ زخرف نے کھانا ختم کر کے پلیٹ پرے کھسکا دی اور الہان کی نماز ختم ہونے کا انتظار کرنے لگی۔ الہان نے سلام پھیرا اور دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ زخرف اسی کو دیکھ رہی تھی۔ اور پھر زخرف منٹ گنتی گئی لیکن الہان کی دعا ختم نا ہوئی۔ وہ مسلسل ہاتھوں میں منہ دیے وہاں بیٹھی رہی۔ زخرف کو کوفت سی ہونے لگی تھی۔ آخر وہ اتنی دیر سے کیا مانگ رہی ہے؟

اللہ اللہ کر کے ایک لمبی دعا کے بعد وہ جائے نماز سے اٹھ گئی۔

"تم اتنی لمبی دعا میں کیا مانگ رہی تھی؟" وہ تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر پوچھ بیٹھی۔

"میں اللہ سے اپنے لیے دوست مانگ رہی تھی۔" الہان مسکرا کر بولی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"دوست؟"

"ہاں دوست۔ میں نے اللہ سے کہا کہ میں چاہتی ہوں زخرف میری دوست بن جائے۔" زخرف نے حیرت سے اسکا چہرہ دیکھا۔ اسے سمجھ نہیں آئی کہ وہ کیا بولے۔ وہ بریانی کے لیے اس کا شکریہ ادا کر کے واپس چلی گئی۔

کچھ دن بعد وہ پھر سے اس گھر کے باہر تھی۔ الہان کے قدم دروازے کی جانب دوڑے اور دروازہ کھل گیا۔ وہ زخرف کو دیکھ کر پورے دل سے مسکرائی۔

"تمہیں دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔"

"جانتی ہوں تم مجھ سے پیسے نہیں لوگی اس لیے میں یہ تمہارے لیے لائی ہوں۔" زخرف نے ہاتھ میں پکڑا ڈبہ اس کی جانب بڑھایا۔ الہان نے ڈبہ پکڑ کر کھولا تو اس میں ایک چھوٹی سی پیسٹری تھی۔

"اب تم آ ہی گئی ہو تو میں تمہیں کھانا کھائے بنا نہیں جانے دوں گی۔"

"لیکن۔۔۔" الہان نے اس کی ایک نا سنی اور اسے اندر لے آئی۔

"تم چاہتی ہو میں تمہارے کھانوں کی عادی ہو جاوں اور اس طرح تم مجھے دوست بنانے میں کامیاب ہو جاو؟" وہ قورمے کی پلیٹ سے اٹھتی خوشبو کو اپنے اندر اتارتے ہوئے بولی۔

"بلکل ایسا ہی ارادہ ہے میرا۔" الہان مزے سے اپنی پیسٹری کھاتے بولی۔

"تم گھر پر بلکل اکیلی ہوتی ہو کیا؟"

"ہمم۔ سارا دن اکیلی ہوتی ہوں۔ میرے شوہر صبح جاتے ہیں اور رات میں دیر سے کام سے واپس آتے ہیں۔"

"تم تو سارا دن بہت بور ہوتی ہو گی۔"

"ہاں بہت زیادہ۔ اور تو اور میری کوئی دوست بھی نہیں ہے۔" الہان منہ بنائے بولی۔ زخرف اس کی بات پر ہنس دی۔

"ٹھیک ہے میں تمہاری دوست بننے کے لیے تیار ہوں۔ لیکن تمہارے کھانوں کی وجہ سے نہیں۔ لالچی مت سمجھنا مجھے۔" الہان اس کی بات پر مسکرا دی۔

"ٹھیک ہے پھر تم روز یہاں آو گی اور مجھ سے پیاری پیاری باتیں کیا کرو گی۔" زخرف نے اس کی پیاری پیاری باتوں والی بات پر آنکھیں گھمائیں۔ الہان نے اس کی اس حرکت پر قہقہہ لگایا۔ "تم بہت کیوٹ ہو۔" اس نے آگے بڑھ کر اسکا ایک گال کھینچا۔

جب زخرف نے کھانا کھالیا تو وہ دونوں ایک ساتھ دروازے کی جانب بڑھ گئیں۔

"تم نے دیکھا زخرف؟" زخرف دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھے اس کی بات پر مڑی۔

"کیا؟"

"یہی کے اللہ کتنی جلدی دعائیں قبول کر لیتا ہے۔ ابھی کچھ دن پہلے ہی تو میں نے اس سے دعا مانگی تھی کہ زخرف میری دوست بن جائے۔ اور آج اس نے میری دعا قبول کر لی۔"

"اس میں تمہارا کمال ہے۔ میں تمہاری دوست بنی کیوں کہ تم بہت اچھی ہو اور ہاں تمہارے ہاتھ میں بہت ذائقہ ہے۔" زخرف نے ناک سے مکھی اڑائی۔

"ٹھیک ہے پھر کسی دن تم بھی دعا مانگ کر دیکھو۔ میں تمہیں یقین دلاتی ہوں۔ وہ تمہاری دعا کبھی رد نہیں کرے گا۔ اور تمہیں اس بات کا یقین ہو جائے گا کہ خدا اپنا وجود رکھتا ہے۔" زخرف کوئی جواب دیے بنا چلی گئی۔

یہ منظر کچھ دن بعد کا تھا۔ زخرف چارپائی پر نیم دراز لیٹی ہلکے نارنجی آسمان کو دیکھ رہی تھی۔ الہان برآمدے میں عصر کی نماز ادا کر رہی تھی۔ زخرف اسی کی نماز ختم ہونے کا انتظار کر رہی تھی۔ الہان نے سلام پھیرا تو زخرف نے چہرہ موڑ کر اس کو دیکھا۔

"اب دعا میں دو گھنٹے تو کہیں نہیں گئے۔" وہ الہان کو دیکھتے ہوئے منہ میں بڑبڑائی۔ لیکن اس کی توقع کے برعکس الہان اٹھ کر اس کے پاس آئی۔

"تمہیں یاد ہے کچھ دن پہلے میں نے کیا کہا تھا؟"

"کیا؟"

"کہ تمہیں اللہ سے دعا مانگنی چاہیے۔ مجھے پورا یقین ہے وہ تمہاری دعا سنے گا۔"

"اور میں نے تمہاری بات ایک کان سے سن کر دوسرے سے نکال دی تھی۔ جیسے میں دادی کی بات نکال دیتی ہوں۔"

"تم ایک دفعہ میرے کہنے پر ٹرائی تو کرو زخرف۔"

"میرے اندر تمہارے جتنا صبر نہیں ہے الہان کہ میں دو گھنٹے جائے نماز پر بیٹھ کر دعا مانگتی رہوں۔"

"تمہیں دو گھنٹے کی دعا مانگنے کو کون کہہ رہا ہے۔ چاہے صرف دو منٹ مانگ لینا۔"

"اور تم میری دو منٹ کی دعا سے خوش ہو جاوٴ گی؟" الہان نے سر ہلایا تو وہ بادل ناخواستہ اٹھ گئی۔

وہ الہان کے ساتھ آ کر جائے نماز پر بیٹھ گئی۔ اس کی طرح ہاتھ اٹھائے اور دو منٹ تک منہ میں کچھ بولتی رہی پھر آنکھیں کھول لیں۔ الہان نے بھی جلد ہی آنکھیں کھول لیں اور زخرف کو دیکھا۔

"تو پھر کیا مانگا تم نے؟"

"وہ جو مجھے کبھی نہیں ملے گا۔" زخرف مسکرا کر بولی۔

"ایسا کیا ہے؟"

"میں نے چکن کری کا جوڑا مانگا ہے۔ ثانیہ نے اس دفعہ عید پر وہی پہننا ہے۔ لیکن میں ہمیشہ کی طرح پرانے کپڑے پہنوں گی۔"

مجھے یقین ہے تمہیں وہ مل جائے گا۔"

"تم نے کیا مانگا؟" وہ اس کی بات کو نظر انداز کر کے بولی۔

"میں نے مانگا کہ تم جو مانگو وہ تمہیں مل جائے۔"

"تم بہت عجیب ہو۔" زخرف کہتے ہوئے جائے نماز سے اٹھ گئی۔

اب یہ پھر سے کچھ دن بعد کا منظر تھا۔ وہ باقی سب فیکٹری میں کام کرنے والے بچوں کے ساتھ ایک ہال میں تھی۔ ان سب کو ایک لائن میں کھڑا کیا گیا تھا۔ سامنے ایک آدمی تھا جو مزدوری کرنے والے بچوں کے لیے عید کے تحفے لایا تھا۔ وہ ایک ایک بچے کے پاس رکتا، اسکا نام پوچھتا، اسکا حال پوچھتا اور ایک ڈبے سے نکال کر پیکٹ اس کی جانب بڑھا دیتا۔ جب وہ زخرف کے سامنے آیا تو اس نے پیار سے ہاتھ آگے بڑھایا۔ زخرف نے اسکا ہاتھ تھام کر سلام کیا۔ اس نے پیار سے اسکا نام پوچھا تو زخرف نے بتا دیا۔ وہ دو تین مزید باتیں کر کے اپنے ڈبے پر جھکا اور ایک پیکٹ نکال کر اس کی جانب بڑھایا۔ زخرف نے پیکٹ نہیں پکڑا۔

"میں صدقہ نہیں لیتی۔" آدمی پہلے اس کی بات پر حیران ہوا اور پھر مسکرا کر اس کے پاس جھکا۔

"آپ سے کس نے کہا کہ یہ صدقہ ہے۔ یہ تو آپ سب کی عیدی ہے۔ کیا آپ عیدی بھی نہیں لیتی؟" زخرف کچھ دیر لب کاٹتی رہی پھر پیکٹ تھام لیا۔

اس آدمی کے جانے کے بعد وہ بھی باقی بچوں کی طرح فوراً پیکٹ کھولنے لگی۔ پیکٹ کھول کر وہ حیران رہ گئی۔ اس میں سفید رنگ کا چکن کری کا جوڑا تھا۔

اپنی شفٹ ختم ہونے پر وہ ہاتھ میں پیکٹ تھامے دوڑتے ہوئے فیکٹری سے واپس آئی تھی۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے اس پیکٹ کو پکڑے سینے سے لگایا ہوا تھا۔ الہان کے دروازے کے سامنے آکر اس نے زور سے دروازہ بجایا۔ دروازہ کھلا تو زخرف الہان سے لپٹ گئی۔ اپنا چہرہ اٹھا کر اس نے الہان کو دیکھا۔

"تم نے سچ کہا تھا۔ اللہ نے میری دعا بھی سن لی۔ مجھے یقین نہیں آرہا الہان اس نے میری دعا سن لی۔ ایسا کیسے ممکن ہے۔ یہ کیسے ہو گیا؟" وہ الہان کا چہرہ دیکھتی بولے جا رہی تھی۔ گال پر دو تین آنسو بہے تھے۔

"آج میں بھی تمہارے ساتھ نماز پڑھوں گی۔ مجھے اس سے اور بھی بہت کچھ مانگنا ہے۔ بہت بہت کچھ۔ الہان تم مجھے نماز پڑھنا سکھاو گی نا؟"

"ہاں بلکل۔" وہ زخرف کو اندر لے آئی۔ پہلے اس نے زخرف کو وضو کروایا۔

"کیا تم مجھے ساری نمازیں پڑھنا سکھاو گی اور قرآن پڑھنا بھی؟" الہان کے لاکھ بتانے کے باوجود بھی کہ وضو میں خاموش رہتے ہیں زخرف بول پڑی۔ الہان نے محض ہنس کر سر ہلا دیا۔ پھر اسے ہدایت کی کے وہ فلحال بغیر کچھ پڑھے بس اسے فولو کرتے ہوئے نماز پڑھتی جائے۔ زخرف نے ایسا ہی کیا۔ وہ دونوں رکوع میں جاتیں تو زخرف گردن موڑ کر اسے دیکھتی کہ اب آگے کیا کرنا ہے۔ الہان نے بمشکل نماز میں کئی دفعہ اپنی ہنسی روکی۔

جب انہوں نے نماز ختم کر لی تو زخرف دونوں ہاتھ اٹھائے فوراً اس کی جانب مڑی۔

"چلو اب دعا مانگتے ہیں۔" اس کی اتنی اکسائٹمنٹ دیکھ کر الہان کی آنکھوں میں نمی آگئی۔

"پہلے مجھے تمہیں کچھ بتانا ہے۔"

"پہلے دعا مانگتے ہیں نا الہان۔"

"نہیں پہلے میری بات سنو۔" زخرف نے منہ بنا کر ہاتھ نیچے کر لیے۔

"بولو۔"

"آج تمہاری فیکٹری میں جو آدمی یہ تحفے لے کر آیا تھا اسے میں نے ہی بھجوایا تھا۔ میں ہر عید پر بچوں میں تحفے بانٹتی ہوں۔" زخرف کے چہرے پر ایک دم سایہ لہرا گیا۔ اس کی ساری اکسائٹمنٹ جھاگ کی طرح بہہ گئی۔ الہان اس کی آنکھوں میں شکوہ دیکھ سکتی تھی۔

"تم نے ایسا کیوں کیا میرے ساتھ؟ تم مجھے پاگل بنا رہی تھی؟"

"نہیں زخرف ایسا نہیں ہے۔" اس نے زخرف کے ہاتھ تھامے۔ "میں بس تمہیں کچھ سکھانا چاہتی تھی۔" زخرف نے زور سے ہاتھ اس سے چھڑوا لیے۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"یعنی اللہ نے میری دعا نہیں سنی۔ یہ سب تم نے کیا۔"

"ایک دفعہ ٹھہر کر میری بات سن لو پلیز۔" وہ اٹھنے لگی جب الہان نے اسے واپس بٹھا دیا۔

"مجھ سے بات مت کرو۔ تم دھوکے باز ہو۔"

"تم مجھے کچھ بھی کہہ لو لیکن زخرف اللہ مدد ایسے ہی کرتا ہے۔ وہ خود آکر مسائل حل اور خواہشیں پوری نہیں کرتا۔ وہ بندوں کے ذریعے ہی بندوں کی مدد کرتا ہے۔"

"ہاں لیکن یہ سب تم نے کیا۔"

"ہاں یہ سب میں نے کیا۔ لیکن۔۔۔ لیکن تمہیں وہ دن یاد ہے جب ہم پہلی دفعہ ملے تھے۔ ایک دفعہ میرے کہنے پر اس دن کو ذہن میں دہراو۔" زخرف خاموش ہوگئی۔ الہان نے اس کے ہاتھ تھام رکھے تھے۔ زخرف اس دن کو ذہن میں دہرانے لگی۔ اس دن اسکی فرزانہ سے لڑائی ہوئی تھی اور ہمیشہ کی طرح اس نے زخرف کو گھر سے نکال دیا تھا۔ وہ سارا دن بھوکی رہی تھی۔ اس کے پاس پیسے بھی نہیں تھے جس سے وہ کچھ کھانے کو خرید سکتی۔

"تمہیں اس دن کچھ کھانے کو چاہیے تھا۔ تمہاری خواہش تھی کے تمہیں کچھ کھانے کو مل جائے۔" الہان اس کی بھوری آنکھوں میں دیکھ کر بول رہی تھی۔ زخرف خاموش رہی۔ الہان سچ کہہ رہی تھی۔

"میں اس دن اپنی مرضی سے وہاں نہیں آئی تھی۔ میں نے اپنی مرضی سے تمہارا پسندیدہ کھانا بھی نہیں بنایا تھا۔ اس دنیا میں کوئی اپنی مرضی سے کچھ نہیں کرتا۔"

"تم کہنا کیا چاہتی ہو؟"

"یہی کہ اللہ کی مدد ایسی ہی آتی ہے۔ تمہیں کھانے کی خواہش تھی تو اس نے تم تک وہ کھانا میرے ذریعے پہنچایا۔ تمہاری زندگی میں دوستوں کی کمی تھی تو اس نے میرا دل تمہاری جانب موڑ دیا۔ تمہیں کیا لگتا ہے؟ یہ سب ایسے ہی ہو جاتا ہے؟ زخرف اللہ سے بڑھ کر یہ بات کوئی نہیں جان سکتا کہ ہمیں کس وقت کس چیز کی ضرورت ہے۔ وہ ہمیں کوئی شے اسی وقت دیتا ہے جب پرفیکٹ ٹائمنگ ہو۔ اس کی مصلحتوں کو سمجھنا آسان نہیں ہے۔" الہان بول کر خاموش ہو گئی۔ اس نے زخرف کے ہاتھ بھی چھوڑ دیے۔ جیسے کہہ رہی ہو کہ اب جانا چاہتی ہو تو چلی جاو۔ لیکن زخرف بیٹھی رہی۔ کچھ لمحے بیتے تو اس نے اپنے ہاتھ پھر سے اٹھائے۔ الہان نے بھی ہاتھ اٹھا کر آنکھیں بند کر لیں۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

زخرف کئی لمحے اپنی ہتھیلیوں کو دیکھتی رہی۔ اسکا دماغ بلکل خالی تھا۔ وہ کیا مانگے؟ اس نے چہرہ موڑ کر الہان کے ہاتھوں کو دیکھا۔ اُس کے ہاتھ نرم تھے۔ کسی روئی کے گالے کی طرح نرم وملائم۔ اس نے واپس اپنے ہاتھوں کو دیکھا۔ اس کے ہاتھ سخت تھے۔ جِلد ایک دو جگہ سے پھٹی پھٹی سی تھی۔ بے حد کھردرے اور بنجر ہاتھ۔ اس نے آنکھیں بند کیں اور دعا مانگنے لگی۔ آج اس نے لمبی دعا مانگی تھی۔

دعا مانگ کر اس نے آنکھیں کھولیں تو الہان اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"تم نے کیا مانگا؟"

"نہیں بتاوں گی۔ کیونکہ میں نہیں چاہتی اس بار بھی تم میری خواہش پوری کرو۔" الہان شرمندگی سے مسکرا دی۔ "تم نے کیا مانگا؟"

"یہی کے تم نے جو مانگا وہ تمہیں مل جائے۔"

"تمہاری اپنی کوئی خواہشیں نہیں ہیں کیا؟" زخرف چڑ کر بولی۔

"ہیں ناں۔ وہ میں باقی نمازوں میں مانگتی ہوں۔"

زخرف جائے نماز سے اٹھ گئی۔ الہان جائے نماز تہ کرتی اندر رکھنے چلی گئی۔ زخرف اپنی ہتھیلیوں کو اٹھا کر دیکھنے لگی۔

"کیا میری دعا قبول ہو گی؟" اس کی ہتھیلیاں بنجر تھیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ نرم ہو گئیں۔ زخرف ان کو دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔

"جانتے ہیں بابا اس دن میں نے کیا مانگا تھا؟ میں نے اللہ سے الہان جیسے خوبصورت اور نرم ہاتھ مانگے تھے۔"

....

یہ اگلا دن تھا۔ زخرف نے سرٹیرس کے دروازے سے باہر نکالا تو ارسم اسے وہاں بیٹھا دِکھا۔ وہ کرسی پر سر پیچھے ٹکائے آنکھیں موندھے ہوئے تھا۔ وہ چلتی ہوئی باہر آگئی۔ اس کے سر کی پٹی اب چھوٹی ہو گئی تھی۔ وہ کچھ لمحے اسے دیکھتی رہی۔

"تمہارے زخم کیسے ہیں اب؟" وہ ہنوز ویسے ہی رہا۔ کیا وہ وہاں بیٹھا سو گیا تھا؟ زخرف آگے منڈیر تک آئی۔ اس کے سامنے میز پر اسکا فون اور ایک فریم رکھا تھا۔ فریم الٹا پڑا تھا۔

"ارسم؟" اس نے پھر سے پکارا۔ لیکن کوئی جواب نا آیا۔ زخرف نے ہاتھ آگے کر کے اس کے چہرے کے سامنے لہرایا۔ کوئی حرکت نہیں۔ زخرف نے زبان دانتوں کے نیچے دبائی اور دھیرے سے ہاتھ میز تک لے کر گئی۔ اس کا ہاتھ فریم کی جانب بڑھ رہا تھا۔ آخر کس کی تصویر تھی وہ؟

"شرم آنی چاہیے تمہیں۔" اس کی انگلی نے ہلکا سا فریم کو چھوا ہی تھا کہ ارسم کی آواز سے اس کا ہاتھ وہیں رک گیا۔ زخرف نے دھیرے سے انگلیاں فولڈ کیں اور ہاتھ واپس کھینچ کر سیدھی ہو گئی۔ ایک ہاتھ گردن پر پھیر کر تھوک نگلا۔ چہرہ شرمندگی سے لال ہو گیا تھا۔ اب وہ آنکھیں کھولے اسی کو دیکھ رہا تھا۔

"تم نے آج اپنے پودوں کو پانی نہیں دیا کیا؟" اپنی شرمندگی کو چھپاتے ہوئے اس کے گملوں کو دیکھ کر بولی۔

"ویسے میں حیران ہوں، یہ سب حرکتیں کرتے ہوئے تمہیں تھوڑی سی بھی شرمندگی محسوس نہیں ہوتی کیا؟" زخرف نے دانت پیس کر اس کو دیکھا۔

"جس نے تمہارا سر پھاڑا ہے بہت اچھا کیا ہے۔" ہلکی سی آواز میں بڑبڑائی۔ "میں نے آج اچھا سا کھانا بنایا تھا۔ سوچا تھا تمہیں بھی دے دوں گی۔ لیکن تم اس قابل نہیں ہو۔" اب کے اونچی آواز میں کہہ کر منڈیر سے پیچھے ہٹ گئی۔

"پلیز مت دینا۔ پہلے ہی تمہاری بنائی چائے پی کر میرا حلق ابھی تک کڑوا ہے۔" وہ فوراً بولا۔ زخرف نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔

"کتنے ناشکرے انسان ہو تم۔ تم جیسے لوگوں پر ترس ہی نہیں کھانا چاہیے۔"

"تمہاری مہربانی ہو گی اگر تم میرے جیسے لوگوں پر ترس نا کھاؤ۔ اس میں میرے جیسے لوگوں کا ہی بھلا ہے۔" کہتے ہوئے اس نے فون اٹھا لیا۔ زخرف پیر پٹخ کر اندر جانے کے لیے مڑی۔

"سڑیل نا ہو تو۔" منہ میں بڑبڑاتی وہ رکی۔ کہیں سے گیند آ کر اس کے ٹیرس پر گری تھی۔ اس نے گیند اٹھائی اور ارسم کو دیکھا۔ گیند کو مارنے کے انداز میں پکڑا یوں کہ سیدھا اس کے سر پر مارنے والی ہو۔ ارسم نے فون سے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"اگر مجھے ایک قتل معاف ہوتا تو میں خوشی سے تمہارا کر دیتی۔" ہاتھ نیچے کر کے بولی۔

"میں بھی۔" وہ بھی عام سے انداز میں بولا۔

"سمجھتا کیا ہے خود کو۔ کیا اپنی دولت کا غرور ہے اسے۔ ہو نہ ہو باپ کی دولت ہے ساری اس کی۔ اور اگر بات باپ کی دولت کی ہے تو میرے باپ کے پاس زیادہ ہی دولت ہو گی۔" وہ اندر آ کر مسلسل بولتی جا رہی تھی۔ کچن میں آئی تو پچھلے دن سے کچن ایسے ہی بکھرا ہوا تھا۔ وہ مسلسل اسے سناتی کچن صاف کرنے لگی۔

"کہہ رہا تھا میری چائے سے حلق کڑوا ہے اس کا۔ جس کو کبھی اتنی اچھی چائے زندگی میں نا ملی ہو وہ ایسے ہی بولتا ہے۔" کہتے ہوئے اس نے چولہے کے پاس سے چینی کا ڈبہ اٹھایا جو کل سے وہیں پڑا تھا۔ ڈبہ پکڑتے ہوئے اس کے ہاتھ سے پھسلا اور نیچے جا گرا۔ کھل کر ساری چینی نیچے بکھر گئی۔

"لو جی ہو گئی صفائی۔" وہ سر جھٹک کر نیچے بیٹھی اور اوپر اوپر سے چینی اٹھا کر ایک پلیٹ میں ڈالنے لگی۔ باقی کی چینی اس نے اٹھا کر پھینک دی۔

کچن صاف کر کے اس نے چولہے پر رکھے سالن کا ڈھکن ہٹایا۔ چمچ سے تھوڑا سا سالن ہاتھ پر ڈال کر چکھا۔ چکھتے ہی اس کا منہ برا سا بنا۔ سالن میٹھا تھا۔ اس نے فوراً کیبن سے نمک کا ڈبہ نکالا جس سے اس نے تھوڑی دیر پہلے سالن میں نمک ڈالا تھا۔ اس نے نمک نکال کر چکھا۔ وہ نمک نہیں چینی تھی۔ اس نے دوڑ کر آ کر وہ ڈبہ پکڑا جسے اس نے چینی سمجھ کر ارسم کی چائے میں ڈالا تھا۔ وہ نمک تھا۔

"تمہاری چائے پی کر ابھی تک حلق کڑوا ہے میرا۔" اس نے اپنی کنپٹی کو چھوا۔ اس نے اسے نمک والی چائے بنا کر دی تھی؟ اس نے ایک ڈرار کھولا اور اس میں سے مصالحوں کے نیم ٹیگ نکالے۔ اس دفعہ مصالحوں کے ڈبے دھونے کے بعد اس نے وہ دوبارہ لگانے میں سستی کی تھی۔ وہ ان ٹیگز کو لگاتے ہوئے خود کو کوس رہی تھی، کیا سوچ رہا ہو گا وہ؟ میں نے جان بوجھ کر اس کی چائے میں نمک ڈالا، وہ بھی دو چمچ بھر کے۔

اسی لمحے دروازہ کھلا اور ایذا اندر آئی۔

"زی تم نے کچھ بنایا ہے کیا؟" وہ کچن تک آئی اور چولہے کے پاس رکی۔ دیگچی کا ڈھکن اٹھا کر دیکھا۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"قورمہ؟ یار مجھ سے کچھ نہیں بن رہا۔ میں تمہارا سالن لے کر جا رہی ہوں۔ تم کچھ آرڈر کر لینا۔ امی اور یاسر کی بھوک سے جان نکل رہی ہے۔" ایذا نے ایک رومال سے سالن کی دیگچی اٹھالی۔

"ہاں لے جاو۔" زخرف مصالحوں کے ٹیگ ان پر لگاتی کھوئی سی بولی۔ کچھ دیر بعد زخرف نے چونک کر سر اٹھایا۔

"ایک منٹ۔" وہ فوراً پیچھے مڑی۔ ایذا جا چکی تھی۔ "سالن تو میٹھا ہے۔" وہ سب کچھ وہیں چھوڑ کر باہر کو بھاگی۔

وہ دوڑتی ایذا کے اپارٹمنٹ تک آئی۔ ایذا نے دروازہ صحیح سے بند نہیں کیا تھا۔ دروازہ تھوڑا سا کھلا ہوا تھا۔ زخرف نے دروازہ دھکیلنے کے لیے ہاتھ بڑھایا لیکن اس کا ہاتھ ہوا میں ٹھہر گیا۔ وجہ اندر سے آنے والی آواز تھی۔

"میں جانتی ہوں تم یہ سب زخرف کی وجہ سے کر رہی ہو۔" یہ ایذا کی امی تھیں۔

"امی زخرف کہاں سے بیچ میں آگئی۔" ایذا کی آواز قدرے تیز تھی۔ جیسے وہ شدید غصے میں ہو۔

"تم اسی سے سب سیکھتی ہو۔ جو وہ کرتی ہے تم بھی وہی کرنا چاہتی ہو۔ سب سمجھتی ہوں میں۔"

"امی بس چپ کر جائیں۔"

"کیوں چپ کر جاوں۔ جو رشتے دار ملتا ہے ایک ہی بات کرتا ہے کہ بیٹی کی شادی کیوں نہیں کی اب تک۔ کوئی مسئلہ ہے۔ اب تو لوگ عجیب عجیب باتیں بھی کرنے لگے ہیں۔"

"آپ کو لوگوں کی باتوں سے کوئی غرض نہیں ہونی چاہیے۔"

"تم میری ماں مت بنو۔ جب آپ ایک خاندان سے جڑے ہوں تو سو لوگوں کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔ اور جس کے پیچھے لگ کر تم یہ سب کر رہی ہو نا اس کا کوئی خاندان نہیں ہے۔ وہ ساری زندگی بھی ایسے رہ لے تو اس سے کوئی کچھ نہیں پوچھے۔" زخرف کا ہوا میں معلق ہاتھ دھڑم سے نیچے گر گیا۔

"امی پلیز بس کر دیں۔" اب کے یاسر بولا تھا۔

"بس مجھے ساری سمجھ آگئی ہے یاسر۔ وہ سمیر کے رشتے سے انکار کرنے کا بھی مشورہ اسی نے اسے دیا ہو گا۔" زخرف الٹے قدموں لفٹ کی جانب بڑھ گئی۔

اپنے اپارٹمنٹ تک واپس آنے پر اس کی آنکھیں دھندلی ہو چکی تھیں۔ ایک آنسو گرنے ہی والا تھا کہ اس نے بے دردی سے اسے گرنے سے پہلے ہی صاف کر دیا۔ کمرے میں آ کر وہ ڈریسنگ کے شیشے کے سامنے کھڑی ہوئی۔ اس

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

نے شیشے میں اپنا عکس دیکھا۔ اس کی آنکھوں کے کٹورے پانی سے بھرے تھے۔ اس نے ایک کانپتی انگلی اپنے عکس کی جانب اٹھائی۔

"روگی نہیں تم۔ سنا تم نے؟ رونا نہیں ہے۔ سب لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں۔" وہ چیختے ہوئے بولی تھی۔ ایک بے بس آنسو نیچے کو لڑھک گیا۔ اس نے زور سے اپنا ہاتھ گال پر پھیرا۔ "سنا نہیں تم نے؟ رونا نہیں ہے۔" وہ پیچھے ہٹتی ہوئی بیڈ کے ساتھ لگ کر نیچے بیٹھ گئی۔ سر اپنے گھٹنوں میں دیے وہ اونچی آواز میں رونے لگی۔

تقریباً دو گھنٹے وہیں بیٹھ کر وہ وہاں سے اٹھی۔ واش روم جا کر اس نے اچھے سے اپنا چہرہ دھویا۔ باہر لاونج میں آئی تو اندھیرا ڈھلنے لگا تھا۔ وہ ٹیرس کا دروازہ بند کرنے کے لیے اس جانب آئی تو وہاں اس کے اور ارسم کے ٹیرس کے بیچ والی منڈیر پر اسے کچھ پڑا نظر آیا۔ وہ باہر آئی۔ ایک چھوٹی سی ٹرے میں باول پڑا تھا۔ زخرف نے اس پر سے ڈھکن ہٹایا۔ اس میں پاستہ تھا۔ اس نے اس کے ٹیرس کے دروازے کو دیکھا۔ آگے پردے تھے لیکن اندر روشنی محسوس ہوتی تھی۔ وہ ٹرے اٹھائے اندر آ گئی۔ اس نے ٹی وی آن کیا اور فرینڈز کی رینڈم سی قسط لگائی۔ باول ٹرے سے اٹھایا تو اس کے نیچے ایک کاغذ تھا۔ زخرف نے کاغذ اٹھا کر کھولا۔

'رونے میں کوئی برائی نہیں ہے۔ اور ویسے بھی عورتوں میں ایموشنز زیادہ ہوتے ہیں اس لیے ان کو تو دل کھول کر رو لینا چاہیے۔'

جب وہ چیخ رہی تھی تو ٹیرس کا دروازہ کھلا تھا۔ یقیناً اس نے سن لیا ہو گا۔ ایک آنسو ٹوٹ کر اس کاغذ پر گرا اور اسے بھگا گیا۔ اس نے کاغذ رکھ کر پاستہ اٹھایا۔ پاستہ کا پہلا چمچ منہ میں ڈالا تو دو اور آنسو ٹوٹ کر کپڑوں میں جذب ہو گئے۔

....

اگلی صبح اٹھ کر اس نے سب سے پہلے ارسم کے برتن دھوئے۔ ایک کاغذ لے کر اس پر ایک تحریر لکھی۔

'میں نے اپنی زندگی میں اتنا بدمزہ پاستہ نہیں کھایا۔ تم کتنا زیادہ نمک استعمال کرتے ہو۔' نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے اس نے برتن اچھے سے سوکھا کر وہ کاغذ ان میں رکھا اور جا کر اسی منڈیر پر برتن رکھ دیے۔

اندر آکر اس نے ایک ہلکا سا فینسی جوڑا نکال کر استری کیا۔ آج ثانیہ کا نکاح تھا۔ اس کا جانے کا کوئی ارادہ نہیں تھا لیکن دادی نے سپیشل فیضی کے فون سے کال کر کے اسے کہا تھا کہ وہ ضرور آئے۔ اب اسے بادل ناخواستہ جانا پڑ رہا تھا۔

کپڑے استری کر کے اس نے فون دیکھا۔ پچھلے دو دنوں سے اسے دو دفعہ ثانیہ کی کال آئی تھی۔ دونوں دفعہ وہ فون سے دور تھی۔ اسے حیرت تھی کہ وہ اسے فون کیوں کر رہی تھی۔ وہ تو اس سے سلام تک نہیں لیتی تھی، پھر اب اسے کیا کام پڑ گیا۔

نکاح بارہ بجے تھا۔ وہ پورے بارہ بجے گھر سے نکلی۔ وہاں پہنچی تو گھر کے باہر شادی کے کوئی آثار نہیں تھے۔ وہ اندر آ گئی۔ اندر دو چارپایوں پر چند مہمان بیٹھے تھے۔ چند لڑکیاں تھیں، ایک بوڑھی عورت اور اس عورت سے بھی بوڑھا مرد۔ شاید دولہا ابھی نہیں آیا تھا۔ اس کے اندر آتے ہی سب مڑ کر اسے دیکھنے لگے۔ فیضی ہنستا ہوا اس کے قریب آیا۔

"یہ ثانیہ کی دوست ہے۔" اس نے ہنس کر زخرف کا تعارف ان لوگوں سے کروایا۔ زخرف نے آنکھیں نکال کر فیضی کو دیکھا لیکن بولی کچھ نہیں۔

وہ ان کو چھوڑ کر اندر برآمدے میں آ گئی۔ دادی کے کمرے کے قریب آئی جب فرزانہ کے کمرے سے ماہ نور نکل کر اس کے پاس آئی۔

"زخرف تمہیں ثانیہ باجی بلا رہی ہے۔" زخرف نے ٹھہر کر اسے دیکھا۔ اس نے گہرے سبز رنگ کا کام سے بھرا ہوا جوڑا پہنا تھا۔ منہ پر فاونڈیشن اپنی سکن سے دو شیڈز ہلکی لگائی تھی۔ ستارے لگی ہوئی ہیلز میں مشکل سے چل رہی تھی۔ اسے کہہ کر وہ مہمانوں کی جانب چلی گئی۔

زخرف فرزانہ کے کمرے تک آئی اور دروازہ دھکیلا۔ اندر ثانیہ بیڈ پر بیٹھی تھی۔ اس نے لال رنگ کی پشواس پہنی تھی۔ یہی پشواس اس نے اپنی پہلی شادی پر بھی پہنی تھی۔ زخرف کو وہ دن یاد تھا۔ اس دن ثانیہ کے پیر زمین پر نا لگتے تھے۔ وہ بے حد خوش تھی۔ لیکن آج اس کے چہرے پر کوئی خوشی نہیں تھی۔ آج اس چہرے پر سایوں کا راج تھا۔ بیڈ پر اس کے پاس اس کی بیٹی سوئی ہوئی تھی۔

"شادی کی مبارک ہو تمہیں۔" اس کے قریب آ کر خشک لہجے میں بولی۔ ثانیہ نے چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"مبارک دے کر میرے زخموں میں اضافہ تو نا کرو۔"

"کیوں تم اس شادی سے خوش نہیں ہو کیا؟"

"میں نے تمہیں کالز کیں، لیکن میں جانتی تھی کہ تم نہیں اٹھاؤ گی۔ مجھے تو لگا کہ تم آؤ گی بھی نہیں۔"

"تمہارے لیے آئی بھی نہیں ہوں۔ دادی کے کہنے پر آئی ہوں۔" ثانیہ نے اداس چہرے سے سر ہلا دیا۔

"پوچھو گی نہیں مجھے تم سے کیا کام تھا؟"

"مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ لیکن پھر بھی بتانا چاہتی ہو تو بتا دو۔ بس پیسے مت مانگنا۔"

"پیسے نہیں چاہیے مجھے۔" کہتے ہوئے ایک آنسو اس کی گال پر لڑھک گیا۔ زخرف نے اس کے چہرے کو دیکھا۔

"پھر؟"

"میری بیٹی۔ میری بیٹی چاہیے مجھے۔" کہہ کر وہ منہ پر ہاتھ رکھ کر رونے لگی۔ زخرف نے اس کے پاس لیٹی اس کی بیٹی کو دیکھا۔ وہ ثانیہ جیسی نہیں تھی۔ شاید وہ اپنے باپ پر گئی تھی۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟"

"کیا تم نہیں جانتی میری شادی کس سے ہو رہی ہے؟"

"نہیں۔ جب میں آئی تھی تو لڑکا باہر نہیں تھا۔ اس لیے میں نے نہیں دیکھا۔"

"لڑکا؟ جو باہر ساٹھ سال کا مرد بیٹھا ہے اس سے شادی ہو رہی ہے میری۔" اب کے زخرف واضح حیران ہوئی تھی۔

"امی تو بس مجھ سے جان چھڑوانا چاہتی ہیں۔ اور اس کے لیے وہ کسی بھی حد تک چلی جائیں گی۔ لیکن بات صرف یہ نہیں ہے زخرف۔ اگر وہ مجھے کسی گھوڑے گدھے کے ساتھ بھی رخصت کر دیتیں تو میں خوشی سے چلی جاتی۔ لیکن اپنی بیٹی کو چھوڑ کر نہیں۔ وہ آدمی اس کی ذمے داری نہیں اٹھانا چاہتا۔" اس نے اپنی سوئی بیٹی کو دیکھا۔ "امی نے کہا کہ وہ اسے پال لیں گی۔ بس میں یہاں سے جا کر ان کا بوجھ ہلکا کر دوں۔" زخرف خاموشی سے اسے سنتی بیڈ کے کنارے پر بیٹھ گئی۔

"میں نے بہت کہا کہ میں کسی سکول میں ٹیچنگ کر کے اپنی بیٹی کو پال لوں گی۔ میری شادی نہیں کریں لیکن انہوں نے میری کوئی نہیں سنی۔" کچھ لمحے وہاں خاموشی چھائی رہی۔ پھر زخرف نے گلا صاف کیا۔

"تو تم مجھ سے کیا چاہتی ہو؟"

"میں جانتی ہوں میں نے ہمیشہ تمہارے ساتھ بہت برا کیا ہے۔ لیکن کیا تم ایک دن کے لیے وہ سب بھلا نہیں سکتی؟ میں جانتی ہوں یہاں اگر کوئی کچھ کر سکتا ہے تو وہ تم ہو۔ ایک ماں سے اسکی بیٹی چھننے والی ہے۔ ایک بیٹی سے اس کی ماں کو چھننے سے بچالو زخرف۔ ماں باپ کے بغیر زندگی کیسی ہوتی ہے، تم تو یہ بہت اچھے سے جانتی ہونا؟" وہ مسلسل روتے ہوئے بول رہی تھی۔ زخرف اسکی بات پر طنزیہ مسکرائی۔

"بلکل، مجھ سے بہتر یہ بات کوئی کیسے جان سکتا ہے۔ ماں باپ کے بغیر تو لوگ بچوں کی ہڈیاں تک نوچ لیتے ہیں۔" یہ بات وہ ثانیہ کی جانب دیکھتے ہوئے بولی تھی۔ ثانیہ نے سر جھکا لیا۔ "تمہیں وہ دن یاد ہے جب ہم باہر صحن میں کھیل رہے تھے اور ہماری لڑائی ہوئی تھی؟" ثانیہ نے سر نہیں اٹھایا۔ "تمہیں کیسے یاد ہو گا۔ تم جیسے لوگ تو سب کچھ بھول جاتے ہوگے۔ لیکن ہر کوئی اتنی آسانی سے نہیں بھول جاتا۔ کچھ لوگوں کے لیے ماضی ایک بھیانک چہرے والا انسان ہوتا ہے۔ جو ہر وقت سائے کی طرح ان کے ساتھ چلتا ہے۔" ثانیہ خاموشی سے آنسو بہاتی گئی۔

"مجھے آج بھی وہ دن بہت اچھے سے یاد ہے۔"

زخرف کی بھوری آنکھوں میں کچھ لہریں رقص کرنے لگی تھیں۔ وہ ایک دوسرے سے ٹکراتیں تو روشنی کا فوارا چھوٹتا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ روشنی سفید سے سنہری رنگ اختیار کر گئی۔ اس روشنی میں چند بچے کودتے دکھ رہے تھے۔ زخرف اس وقت صحن میں ایک کونے میں بیٹھی تھی۔ اس کی عمر لگ بھگ سات آٹھ سال لگتی تھی۔ اس کے سامنے ثانیہ اور فیضی کھیل رہے تھے۔ انہوں نے زمین پر چاک سے سٹاپو بنا رکھا تھا۔

زخرف نے ایک چھوٹا سا پتھر اٹھا کر فیضی کی کمر پر مارا۔ وہ اس کی جانب مڑا۔

"مجھے بھی کھیلنا ہے۔" زخرف سرگوشی کرتے بولی۔ فیضی نے ثانیہ کو دیکھا جو سٹاپو کے ڈبوں میں ایک ٹانگ پر چلتی اپنی باری لے رہی تھی۔

"ثانیہ زخرف کو بھی کھلالیں کیا؟" ثانیہ نے آخری ڈبے میں پہنچ کر وہاں پڑے پتھر کو پیر سے باہر دھکیلا اور ہنستی ہوئی واپس ڈبوں سے نکل آئی۔

"ہر گز نہیں۔ اگر یہ میرے سٹاپو کے قریب بھی آئی تو میں اسکا منہ بگاڑ دوں گی۔" اس نے پتھر اٹھا کر فیضی کو پکڑا دیا۔ "تم چپ کر کے اپنی باری لو۔ زیادہ اس کے چہیتے نا بنا کرو۔" فیضی چپ چاپ باری لینے لگا۔ ثانیہ نے ناگواریت سے زخرف کی طرف دیکھا۔ زخرف نے بدلے میں اسے منہ چڑایا اور اٹھ کر سیڑھیوں کی جانب بڑھنے لگی۔ جاتے ہوئے وہ رکی۔ اس نے پیر سے جوتا اتارا اور پیر آگے بڑھا کر سٹاپو کی پہلی لکیر کو آدھا مٹا دیا۔ ثانیہ نے اس کو یہ حرکت کرتے دیکھ لیا۔ زخرف واپس جوتا پہن کر آگے بڑھی لیکن ثانیہ نے آکر اسے پیچھے سے بالوں سے پکڑ لیا۔ زخرف ایک دم چیخی۔

"میرا سٹاپو کیوں مٹایا تم نے۔" ثانیہ اس کے بال مزید کھینچتی چلائی۔ فیضی بوکھلا کر ان کی جانب آیا۔ اس نے بمشکل آگے ہو کر زخرف کے بال ثانیہ سے چھڑوائے۔ زخرف نے بکھرے ہوئے بالوں کے ساتھ ثانیہ کی جانب دیکھا۔ ثانیہ نے اس کی جانب تھوک پھینکا۔ زخرف کسی چھلاوے کی طرح اسکی جانب بڑھی۔ اسے نیچے گرا کر زخرف اس کے اوپر بیٹھ گئی۔ وہ غراتی ہوئی دونوں ہاتھوں سے اسے تھپڑ مارتی جا رہی تھی۔ فیضی امی کو آواز دیتا اندر کی جانب بھاگا۔

ثانیہ نے اپنے ہاتھ زخرف کے منہ کی جانب بڑھائے اور دونوں ہاتھوں کے ناخن اس کی گالوں میں گاڑھ دیے۔ زخرف کے ہاتھ رک گئے۔ اس نے ثانیہ کے ہاتھ پکڑ کر ہٹانا چاہے لیکن وہ ناکام رہی۔ ثانیہ کے ناخن اس کے چہرے کی جلد کے اندر تک دھنس گئے تھے۔ اس کی گالوں سے خون بہنے لگا تھا۔ زخرف چیختی ہوئی اس کے ہاتھ ہٹا رہی تھی لیکن ثانیہ نے ہاتھ نا ہٹائے۔

اندر انعام اللہ جو آج اتوار کے دن گھر پر تھا اور سو رہا تھا ان کی چیخوں سے اٹھ کر باہر آیا۔ نیند خراب ہونے کی وجہ سے اسکا چہرہ غصے سے لال تھا۔ انعام اللہ کے آتے ہی ثانیہ نے اپنے ہاتھ ہٹا دیے اور اونچی اونچی رونے لگی۔

"ابو اس نے مجھے بہت مارا ہے۔" وہ ہچکیاں لیتی بولی۔ زخرف ابھی تک اس کے اوپر بیٹھی تھی۔

انعام اللہ آگے بڑھا اور زخرف کو اس کی قمیض سے کھینچ کر ثانیہ کے اوپر سے اٹھایا۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"آخر تمہارا مسئلہ کیا ہے۔ پتہ نہیں کونسا گناہ کیا تھا میں نے جو تم مجھ پر مسلط ہو گئی۔ گندے باپ کی گندی اولاد۔" اس نے ایک زوردار تھپڑ زخرف کے چہرے پر مارا۔ وہ ایک طرف جا گری۔ انعام اللہ کا اپنا ہاتھ اس کے گال سے ٹکرا کر خون سے لال ہو گیا تھا۔

زخرف کے گال آگ کی طرح دہک رہے تھے۔ اس نے سامنے کھڑے فیضی کو دیکھا جو خاموشی سے تماشا دیکھ رہا تھا۔

فرزانہ ثانیہ کو پکڑے روتی جا رہی تھی۔ ساتھ زخرف کو بھی گالیاں نکال رہی تھی۔

اس کی بھوری آنکھوں میں اب گہرا کالا سایہ تھا۔ اس کمرے کی طرح گہرا سایہ جہاں وہ اس وقت ثانیہ کے ساتھ بیٹھی تھی۔

"میں جانتی ہوں۔ جب ایک بچے کے ماں باپ نا ہوں تو اس سے جانور سے بھی برا سلوک کیا جاتا ہے۔ اس کے چھیلے ہوئے گالوں پر بھی تھپڑ مارا جاتا ہے۔" ثانیہ بستر سے اٹھی اور آ کر زخرف کے قدموں میں نیچے بیٹھ گئی۔ اپنے دونوں ہاتھ جوڑ کر اس کے سامنے کیے۔

"مجھے معاف کر دو۔ مجھے معاف کر دو۔" اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ "میں نہیں چاہتی جو تمہارے ساتھ ہوا وہ میری بیٹی سہے۔ میری بیٹی کو ایسے مستقبل سے بچا لو۔ میں تم سے اپنی بیٹی کے مستقبل کی بھیک مانگتی ہوں۔" زخرف وہاں سے اٹھ گئی۔ ثانیہ نے مڑ کر اس کو دیکھا۔

"میں ایک شرط پر تمہاری مدد کروں گی۔" وہ ثانیہ کی جانب مڑی۔

"کیا۔ بولو۔"

"تم اپنی کہی بات پوری کرو گی۔ تم کسی سکول میں جاب کرو گی اور۔۔۔۔ اور اپنی بیٹی کو ایک اچھا مستقبل دو گی۔"

"میں تم سے وعدہ کرتی ہوں۔ وعدہ کرتی ہوں میں ایسا ہی کروں گی۔ بس آج یہ شادی رکوا دو۔ پلیز۔"

زخرف واپس بیڈ پر بیٹھ گئی۔ اپنے فون پر وہ ایک چیٹ کھول کر کچھ ٹائپ کرنے لگی۔ دو دفعہ ماہ نور ثانیہ کو بلانے آئی لیکن زخِرف نے کہا کہ ابھی وہ تیار نہیں ہے۔ فرزانہ ساتھ والے گھر میں کھانا بنانے میں مصروف تھی لہذا اس کی طرف سے انہیں کوئی مسئلہ نا تھا۔ زخرف ایک میسج کا انتظار کر رہی تھی۔

"تم کرو گی کیا؟" ثانیہ اپنے کانوں سے جھمکے اتارتی بولی۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"وہی جو زخرف کو آتا ہے۔ اور تم جانتی ہو ناز خرف کو کیا آتا ہے؟" ثانیہ خاموش رہی۔ زخرف نے اپنے فون کو دیکھا۔ میسج آ گیا تھا۔ وہ کھڑی ہو گئی۔

"زخرف کو برا بننا آتا ہے۔ لوگوں سے جھگڑنا اور بدتمیزی کرنا آتا ہے۔" ثانیہ کو دیکھ کر کہتی وہ باہر کی جانب بڑھ گئی۔

وہ باہر آئی تو سب لوگ منتظر سے تھے۔ فیضی اور فرزانہ اسے کہیں آس پاس نا دکھے۔ البتہ نکاح پڑھوانے کے لیے مولوی آ چکا تھا اور ساٹھ سالہ دلہے کے ساتھ بیٹھا تھا۔

"اٹھو سب شاباش اور نکلو یہاں سے۔ کوئی شادی نہیں ہو رہی یہاں۔" وہ جو سب اس کا ہی چہرہ دیکھ رہے تھے اس کی بات پر حیران ہوتے ایک دوسرے کا چہرہ دیکھنے لگے۔

"یہ کیا بکواس کر رہی ہے لڑکی۔" ایک عورت بولی جو دولہے سے کچھ ہی سال چھوٹی دکھتی تھی، شاید اس کی بہن تھی۔

"سنا نہیں تم نے بڑھیا جو میں نے بولا ہے۔ اپنے اس قبر میں ٹانگیں لٹکائے ہوئے دولہے کو لو اور نکلو یہاں سے۔" وہ اس عورت کو دیکھتے بولی۔ فیضی باہر سے دوڑتا ہوا اس کے پاس آیا۔

"یہ سب کیا بکواس ہے؟" اب کے وہی آدمی فیضی کو دیکھتے بولا۔

"آ۔۔۔ ضرور کوئی غلط فہمی ہو گئی ہے۔" وہ شرمندہ ہو کر ان کی جانب دیکھ کر بولا۔ پھر زخرف کی جانب مڑا۔ "اندر چلو، کیا کر رہی ہو یہ تم۔"

"ارے ہٹو پیچھے نامرد کہیں کے۔" زخرف نے فیضی کو دھکا دے کر پیچھے ہٹایا۔ "اگر مرد ہوتے نا تو اس بوڑھے کے ساتھ اپنی بہن کو نا بیاہ رہے ہوتے۔ جس کی اگلی سانس کی بھی کوئی گارنٹی نہیں ہے۔"

"یہ ہو کیا رہا ہے۔ آخر ہے کون یہ لڑکی اور اتنی بکواس کیوں کر رہی ہے۔" وہ آدمی غصے سے پاگل ہونے لگا تھا۔ اس کے ساتھ کھڑا مولوی مسلسل لاحول پڑھتا جا رہا تھا۔ دادی اپنی وہیل چیئر گھسیٹتی باہر آئیں اور خاموشی سے تماشا دیکھنے لگیں۔

"تم میری فکر نا کرو اور یہاں سے چلتے بنو۔ اور اگر تم لوگ نہیں گئے تو پولیس کچھ ہی دیر میں یہاں پہنچنے والی ہے۔" وہ سب ششدر ہو کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ فیضی بھی بے یقینی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"خاتون کچھ تو حیا کر لیں۔ نکاح ایک بہت بابرکت کام ہے۔ اس میں ایسے رکاوٹیں ڈالنا بہت کبیرہ گناہ ہے۔" اب کے مولوی زخرف کو دیکھ کر بولا۔

"اتنی بڑی داڑھی رکھ کر کسی لڑکی کا زبردستی نکاح کروانا بھی بہت کبیرہ گناہ ہے۔" زخرف کی بات پر مولوی نے اپنی فوراً اپنی داڑھی کو چھوا۔

"بہت ہی بدلحاظ لڑکی ہے یہ۔ اللہ ہدایت دے اسے۔ ظہر کی جماعت کھڑی ہونے والی ہے۔ آپ کا معاملہ تو لمبا لگتا ہے مجھے۔ میں چلتا ہوں۔" وہ تقریباً دوڑتا ہوا دروازے تک آیا لیکن وہاں آ کر الٹے قدم ہو لیا۔ پولیس دروازے میں کھڑی تھی۔

"کیوں بھئی مولوی صاحب کونسے نیک کام ہو رہے ہیں یہاں؟" پولیس والے اندر آ گئے۔ آگے بڑھ کر انہوں نے اس آدمی کو بھی پکڑ لیا۔ وہ سب عورتیں ایک دم چیخنے لگیں۔

"زخرف روکو اس سب کو۔ تمہیں ہماری عزت کی کوئی پرواہ نہیں ہے کیا؟" فیضی اسکا بازو جھنجھوڑتا بولا۔

"کونسی عزت۔ کوئی عزت ہے بھی تم لوگوں کی؟" کہہ کر وہ پیچھے مڑی۔ ثانیہ برآمدے میں کھڑی تھی۔ وہ اسی کو دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھیں کئی جذباتوں سے بھری تھیں۔ اس کی بیٹی اس کے پاس نیچے کھڑی اس کی ٹانگ سے لپٹی تھی۔

"امی یہ کیا ہو رہا ہے؟" اس نے ثانیہ کی ٹانگ ہلا کر پوچھا۔ اسی لمحے ایک برتن گرنے کی زوردار آواز آئی۔ زخرف نے مڑ کر دیکھا۔ فرزانہ باہر کے دروازے میں کھڑی تھی۔ وہ اور ماہ نور جو چاولوں کا بڑا دیگچہ اٹھا کر لا رہی تھیں وہ گر گیا تھا۔ سارے چاول زمین پر بکھر گئے تھے۔ پولیس اس آدمی کو اور مولوی کو لے گئی تھی۔ سب عورتیں بھی فرزانہ کو کوستی چلی گئیں۔

آج ایک عرصے کے بعد زخرف نے فرزانہ کی آنکھوں میں اپنے لیے وہ پرانی نفرت دیکھی تھی۔ وہ تیز تیز چلتی زخرف کی جانب بڑھی۔ زخرف نے اس کے ہاتھ کی انگلیوں کو دیکھا۔ وہ اپنی انگلیوں کو مسلسل ہلا رہی تھی۔ کیا وہ سیدھا آ کر اسکا گلا دبائے گی؟

جیسے ہی فرزانہ زخرف کے قریب آئی، ثانیہ آگے بڑھ کر ان دونوں کے بیچ حائل ہو گئی۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"آج نہیں امی۔ آج نہیں۔" وہ دائیں بائیں سر ہلاتی اپنی ماں کی آنکھوں میں دیکھتے بولی۔

"پیچھے ہو جا ثانیہ۔"

"میں نے کہانا نہیں۔" ثانیہ کی آواز بلند ہو گئی۔ فرزانہ نے چونک کر ثانیہ کو دیکھا۔

"تو یہ سب کرنے کے لیے تو نے اس کو کہا تھا۔" فرزانہ کے ہاتھ آگے بڑھے اور ثانیہ کی گردن کو اپنی لپیٹ میں لیتے گئے۔

"کیا ساری زندگی ماں کے گھر بیٹھی رہنا ہے تجھے ہاں۔" ثانیہ نیچے زمین پر گر گئی تھی اور فرزانہ اسکا گلا گھوٹتی جا رہی تھی۔ ہمیشہ کی طرح اس کے باقی بچے تماشا دیکھ رہے تھے۔ زخرف آگے بڑھی اور فرزانہ کے ہاتھ پکڑے۔ اس نے زور سے اس کے ہاتھ پکڑ کر ثانیہ کے گردن سے ہٹائے۔ وہ بری طرح کھانسنے لگی۔

"مجھے سمجھ نہیں آتی آپ کے دل و دماغ میں کیا بھرا ہوا ہے۔ اپنے بچوں کی زندگیوں کو تو برباد کر دیا ہے اب آگے سے ان کے بچوں کی تو زندگی برباد نا کریں۔ اس بچی کا کیا قصور ہے جس کی آنکھوں کے سامنے آپ اس کی ماں کو ایسے مار رہی ہیں۔" اس نے پیچھے برآمدے میں سہمی ہوئی کھڑی ثانیہ کی بیٹی کی جانب اشارہ کیا۔ "آپ کو اندازہ بھی ہے آپ کی یہ حرکتیں اس کی زندگی کو کیسے برباد کر سکتی ہیں۔ خدا کے لیے یہ سب کرنا چھوڑ دیں۔" اس نے فرزانہ کے سامنے ہاتھ جوڑے جو نڈھال سی وہیں زمین پر بیٹھی تھی۔ پیچھے دادی افسوس سے یہ سب دیکھ رہی تھیں۔ "خدا کے لیے اس بچی کو پر سکون ماحول میں بڑا ہونے دیں۔ آپ کو نہیں پتہ آپ کی یہ حرکتیں اسکا مستقبل کیسے خوفناک بنا سکتی ہیں۔" کہہ کر وہ اٹھ گئی۔ وہاں موجود ہر شخص کو جیسے سانپ سونگھ گیا تھا۔ وہ خاموشی سے دروازے کی جانب بڑھ گئی۔

باہر آئی تو کئی محلے والے اکٹھے ہوئے اس گھر کے باہر موجود تھے۔ تجسس بھری نگاہیں، کانوں میں کھسر پھسر۔ زخرف ان کو نظر انداز کر کے اپنی گاڑی کی جانب بڑھ گئی۔ گاڑی میں بیٹھ کر اس نے فون آن کیا۔ آگے جہانگیر کی چیٹ کھلی تھی۔ اس نے میسج ٹائپ کیا۔ 'مدد کے لیے شکریہ جہانگیر۔'

'آپ کو شکریہ بولنے کی ضرورت نہیں ہے بی بی۔ ان لوگوں کا کیا کرنا ہے؟'

'دو تین دن جیل میں خاطر تواضع کرواو اور پھر چھوڑ دینا۔'

'اوکے۔'

'جہانگیر تم اس بارے میں بابا کو نہیں بتاؤ گے۔'

'بلکل۔ یہ میرا اور آپ کا راز ہے۔'

....

"تم پاستہ کھانے کے بعد ابھی بھی زندہ کیسے ہو؟ میں نے تو اس میں زہر ملایا تھا۔" وہ اپنی گاڑی سے نکلی تو ارسم بولا۔ وہ اس وقت اپنی گاڑی دھو رہا تھا۔ ہاتھ کی پٹی اب نہیں تھی البتہ ماتھے پر بڑا سا بینڈج لگا تھا۔ زخرف گاڑی سے نکل کر وہیں اپنی گاڑی کے ساتھ کھڑی ہو گئی۔ وہاں سے لوٹنے کے بعد اسکا موڈ شدید خراب تھا۔ وہ چاہتی تھی کہ ارسم اس سے باتیں کرے اور جو بھی کچھ دیر پہلے ہوا وہ بھول جائے۔

"بہت برا پاستہ تھا۔ اتنا برا کہ اس کو کھاتے ہوئے میں بہت زیادہ روئی۔" ارسم نے مسکرا کر اس کو دیکھا۔ وہ گہرے نیلے رنگ کی گھٹنوں تک آتی فراک اور چوڑی دار پاجامے میں ملبوس تھی۔ چہرے پر ہلکا پھلکا میک اپ بھی کر رکھا تھا۔ پیروں میں گولڈن ہیلز تھیں۔

"یعنی تم نے میری ہدایت پر عمل کیا گڈ۔" وہ جھک کر گاڑی کا اگلا ٹائر دھو رہا تھا۔

"تم گاڑی خود کیوں دھو رہے ہو؟" وہ ہاتھ باندھے اس کے ہاتھوں کو دیکھتے بولی۔

"کیوں گاڑی خود دھونا کہیں منع ہے کیا؟"

"ہاں لیکن جن کے پاس پیسہ ہو وہ ایسے کام خود نہیں کرتے۔"

"وہ کاہل اور سست لوگ ہوتے ہیں، جنہیں اپنے بیگز تک اٹھانے کے لیے نوکروں کی ضرورت ہوتی ہے۔ عقل مند لوگ اپنے کام خود کرتے ہیں۔"

"اگر عقل مند لوگ تمہارے مطابق اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرنے والے ہوتے ہیں اس کا مطلب وہ سب مشہور لوگ، ایکٹرز جن کے بیگز ان کے ملازم پکڑ کر چلتے ہیں وہ سب کم عقل ہیں۔"

"میرے مطابق clever Hans میں ان سے زیادہ عقل ہو گی۔" وہ سر جھٹک کر ہنستا بولا۔

"clever Hans؟"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"تم ہسٹری کی شوقین ہو۔ تمہیں ہنس کے بارے میں نہیں پتا؟"

"نہیں۔ ایک منٹ۔ وہ ہنس اور گریٹل والا ہنس؟" وہ سوچتی بولی۔

"نہیں ہنس ایک گھوڑا تھا۔ ایک mathematics genius گھوڑا۔" زخرف اس بات پر چند لمحے عجیب نظروں سے اسے دیکھتی رہی۔

"گھوڑا؟ وہ بھی ریاضی کا جینئس؟"

"ہاں۔"

"تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے نا۔ ایک گھوڑے کو ریاضی کیسے آسکتی ہے؟ ریاضی میں تو میرے جیسے ذہین لوگ بھی فیل ہو جاتے ہیں۔"

"ہو سکتا ہے وہ تم سے زیادہ عقل مند ہو۔" ارسم ہنستے ہوئے دھیرے سے منہ میں بڑبڑایا۔

"بولو بھی۔"

"وہ کوئی ڈزنی کی مووی کا گھوڑا نہیں تھا جو بول سکتا تھا۔ وہ اصلی گھوڑا تھا۔ میں تمہیں اس کی کہانی سناتا ہوں۔" اب وہ اٹھ کر شیشے دھونے لگا تھا۔

"ہنس تاریخ کا ایک بہت مشہور گھوڑا تھا۔ اس کے قصے امریکا اور یورپ تک مشہور تھے۔ وہ جرمنی کے شہر برلن میں اپنے مالک کے ساتھ رہتا تھا۔ وہ اپنے دور کا سلیبرٹی تھا۔ لکھاری اس سے متاثر ہو کر کتابیں لکھتے تھے۔ لوگ اس کے نام پر اپنی اشیاء فروخت کرتے تھے۔

بڑے بڑے ریاضی دانوں نے آکر اس کے امتحان لیے اور اس نے اپنا ہر امتحان پاس کیا۔ اس کے مالک کو اس پر فخر تھا۔ لوگ بڑے بڑے ہجوموں میں اس سے ملنے آتے تھے۔ اس کا مالک کہتا تھا کہ ہنس بتاؤ کتنے آدمیوں نے سٹرا ہیٹ پہن رکھی ہے؟ وہ اتنی دفعہ اپنا پیر زمین پر مارتا تھا، جتنے آدمیوں نے وہ ہیٹ پہن رکھی ہوتی تھی۔ وہ کارڈ گیمز بھی کھیل لیا کرتا تھا۔

کچھ عرصے بعد لوگوں نے اس پر الزام لگانا شروع کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ یہ گھوڑا محض ایک scam ہے۔ ہنس اور اس کے مالک کو ان باتوں سے بہت تکلیف ہوئی۔" وہ رکا اور چہرہ موڑ کر زخرف کو دیکھا۔ وہ مکمل کہانی میں کھوئی تھی۔

"پھر، پھر کیا ہوا؟" وہ بے تابی سے بولی۔ ارسم نے پانی سے بھری بالٹی اٹھائی۔

"باقی کی کہانی پھر کبھی سناوں گا۔" بالٹی اٹھائے وہ باہر کی جانب بڑھ گیا۔ زخرف دوڑ کر اس کے سامنے آئی اور اسکا راستہ روک لیا۔

"ایسے کیسے جاسکتے ہو تم۔ کہانی پوری کرو۔ مجھے بتاو کہ پھر اس گھوڑے کا انجام کیا ہوا؟"

"تم جاکر گوگل پر سرچ کر لو۔" کہہ کر وہ آگے بڑھ گیا۔

"ایسے کون کرتا ہے بھلا۔ کہانی کو ایسے مقام پر کون روکتا ہے؟"

"رائیٹرز۔" وہ دھیرے سے بولتا باہر چلا گیا۔

وہ اپارٹمنٹ میں آئی تو یوسف وہیں تھے۔ زخرف اندر آکر سیدھا لیپ ٹاپ کھول کر بیٹھ گئی۔ یوسف نے اس کو غور سے دیکھا۔

"کہاں گئی تھی تم؟" زخرف نے ان کی بات پر اپنے کپڑوں کو دیکھا۔

"وہ ایک پرانی دوست ہے۔ اسی کی شادی تھی۔" اس نے کہتے ہوئے گوگل کھولا لیکن نیٹ نہیں آرہا تھا۔ اس نے الجھ کر اپنا فون دیکھا۔ اس پر بھی سگنل نہیں آرہے تھے۔

"یہ نیٹ کو کیا ہو گیا ہے؟"

"کافی جگہ نیٹ نہیں ہے آج۔" یوسف بولے۔ زخرف ان کی جانب گھومی۔

"بابا آپ کو ہنس جو گھوڑا تھا اس کی کہانی معلوم ہے؟"

"نہیں تو۔ کچھ سپیشل تھا کیا اس گھوڑے میں؟" زخرف نے سر پیچھے صوفے سے ٹکا لیا۔

"کیا راز ہو گا اسکا؟ کیا انجام ہوا ہو گا اسکا؟" اس نے صوفے پر سے ایک کشن اٹھا کر زور سے سامنے پھینکا۔ "کوئی ایسے مقام پر کہانی روکتا ہے کیا؟" وہ یوسف کو دیکھ کر بولی۔ وہ اسے عجیب طرح دیکھ رہے تھے۔

"نیٹ کب آئے گا؟"

....

یوسف کے جانے کے بعد وہ اس وقت ٹیرس پر موجود تھی۔ اس کے سامنے نوٹ بک پڑی تھی۔ وہ نوٹ بک کا صفحہ پھاڑتی، اس پر کچھ لکھتی اور پھر اس کے ٹیرس کے دروازے کی جانب پھینک دیتی۔ اس نے کوئی پندرھواں صفحہ پھاڑا اور اس پر لکھنے لگی۔

'تمہیں سمجھ نہیں آ رہی کیا؟ جب تک تم اس گھوڑے کا اینڈ نہیں بتاؤ گے مجھے نیند نہیں آئے گی۔' کاغذ گول مول کر کے اس نے زور سے اس کے ٹیرس کے دروازے کی جانب اچھال دیا۔ شیشے کے دروازے سے ٹکرا کر وہ گر گیا۔

لاک کھلنے کی آواز آئی اور وہ باہر آیا۔ اس کے ہاتھ میں کافی کا مگ تھا۔ اپنے پیروں میں ڈھیرو کاغذ دیکھ کر وہ ٹھٹکا۔ پھر سامنے زخرف کو دیکھا۔ وہ اسی کو دیکھ رہی تھی۔

"یہ سب کیا ہے؟" اس نے نیچے جھک کر ایک کاغذ اٹھایا اور اسے کھولا۔

'اللہ کرے تمہیں نیند ہی نا آئے۔' اس نے سر اٹھا کر زخرف کو دیکھا۔

"نیٹ نہیں ہے اور میں اس گھوڑے کے بارے میں کچھ بھی تلاش نہیں کر پا رہی۔" کندھے اچکا کر بولی۔

"تم ابھی تک اس گھوڑے کے بارے میں سوچ رہی ہو؟" وہ حیران ہوتا بولا۔

"تو پھر بتاؤ کیا بنا اس گھوڑے کا؟"

"بننا کیا تھا۔ اسے پہلی جنگ عظیم میں ملٹری میں بھجوا دیا گیا۔ اور وہاں دشمنوں کے ہاتھوں بری موت مارا گیا۔" زخرف نے اپنے ہاتھ دل کے مقام پر رکھے۔

"ہنس مر گیا؟" وہ دل پکڑے وہیں ٹیرس پر پڑی کرسی پر بیٹھ گئی۔ ارسم نے اس کے پھینکے ہوئے سارے کاغذ اٹھا کر اس کے ٹیرس پر پھینک دیے۔

"ڈرامے باز۔" اسے گھوڑے کے لیے حد سے زیادہ دکھی دیکھ کر بولتا وہ اندر چلا گیا۔

"بیچارا ہنس۔ کتنی تکلیف ہوئی ہو گی اسے۔ اس کی جگہ اسکا مالک مر جاتا۔ اس کے دشمن اس کے جسم کے پچاس ٹکڑے کر دیتے لیکن گھوڑے کو کون مارتا ہے؟"

• •

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

اگلے دن وہ کافی لیٹ اٹھی۔ اٹھ کر سستی سے ناشتہ کرکے وہ لیپ ٹاپ لے کر بیٹھ گئی۔ وہ چالاک ہنس کو گوگل کر رہی تھے۔ اس گھوڑے پر لکھا تقریباً اٹھارواں آرٹیکل پڑھتے ہوئے اس نے جمائی روکی۔ وہ اس وقت لاونج میں صوفے پر اوندھے منہ لیٹی تھی۔

اسکا فون بجا تو اس نے ہاتھ بڑھا کر ٹیبل سے فون پکڑا۔ اس پر کوئی غیر شناسا سا نمبر تھا۔ اس نے فون اٹھا کر کان سے لگایا۔

"ہیلو؟" جمائی روکتے ہوئے بولی۔

"کیا یہ مس زخرف کا نمبر ہے؟" آگے سے کوئی امریکی ایکسینٹ میں انگریزی میں بولا تھا۔

"جی۔"

"مس زخرف کال اٹھانے کے لیے بہت شکریہ۔ کیا میں آپ سے بات کر سکتا ہوں؟"

"جی کہیں کیا میں آپ کو جانتی ہوں؟"

"اب یہ آپ ہی بتا سکتی ہیں کہ آپ مجھے جانتی ہیں کے نہیں۔ خیر، میں نے لاہور کی گیلریز وزٹ کرتے ہوئے آپ کی ایک پینٹنگ دیکھی تھی۔" زخرف کی دل کی دھڑکن تھم گئی۔ وہ فوراً سیدھی ہو کر بیٹھی۔

"دراصل میں پیٹر رچرڈسن ہوں۔ میں آپ کی پینٹنگ خریدنا چاہتا ہوں۔ کیا ہم اس سلسلے میں مل سکتے ہیں؟"

"پیٹر رچرڈسن؟ وہ وہی امریکا والے پیٹر رچرڈسن؟" وہ منہ پر ہاتھ رکھ کر بولی۔

"جی۔ تو پھر کب مل سکتے ہیں ہم؟"

"جب آپ چاہیں۔" زخرف نے بے قابو دل کو قابو میں رکھتے ہوئے کہا۔

"دراصل ابھی تو میں کراچی ہوں۔ اگلے ہفتے دوبارہ لاہور آوں گا۔ پھر ملتے ہیں۔"

"بلکل، بلکل ٹھیک ہے۔ اگلے ہفتے ملتے ہیں۔" فون بند کرکے اس نے کچھ دیر ابھی جو ہوا تھا اسے پروسیس کرنے کی کوشش کی۔ اس نے دونوں ہاتھ اپنے ہونٹوں پر رکھ لیے۔ کیا یہ سچ میں ہو گیا تھا؟ اس نے ٹیرس کی جانب دیکھا۔ اور اگلے ہی لمحے وہ ٹیرس کی جانب دوڑی۔ باہر آکر وہ اونچی اونچی ارسم کو آوازیں دینے لگی۔ آج اتوار تھا اور یقیناً وہ گھر پر ہی تھا۔ وہ منڈیر پر چڑھ کر بیٹھ گئی اور مزید اونچی آوازیں دینے لگی۔ کچھ دیر بعد وہ آنکھیں مسلتا ہوا باہر آیا۔

"کیا تمہارے اپارٹمنٹ میں چور گھس آئے ہیں؟"

"گیس کرو مجھے ابھی کس کی کال آئی ہے؟" وہ نم آنکھوں سے مسکراتی بولی۔

"کس کی؟" زخرف نے فون کی سکرین اس کی جانب موڑی۔ اس پر ایک انسٹاگرام کی پروفائل کھلی تھی۔

"یہ پیٹر رچرڈسن ہیں۔ آرٹ کے بہت بڑے مداح۔ امریکا میں ان کی بہت بڑی گیلری ہے۔ میں ایک عرصے سے ان کو فولو کر رہی ہوں۔ اور ابھی اسی وقت مجھے ان کی کال آئی تھی۔" ارسم اسے کنفیوز نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ جیسے اسے کچھ سمجھ نا آ رہی ہو۔

"دراصل اس دن جب ہماری بات ہوئی تھی تو اس کے بعد میں اپنی پینٹنگ ایک گیلری میں رکھوا آئی تھی۔ اس آدمی نے میری پینٹنگ دیکھی ہے اور اب وہ اسے خریدنے کے سلسلے میں مجھ سے ملنا چاہتا ہے۔" وہ اکسائٹمنٹ کے زیر اثر بول رہی تھی۔ اب کے ارسم مسکرایا۔

"یہ تو بہت اچھی خبر ہے۔"

"اف میں بتا نہیں سکتی اس وقت میرے دل کی کیا کیفیت ہے۔" وہ ارسم کو دیکھ رہی تھی۔ اس کی بھوری آنکھیں نم تھیں۔

"کیا تم مجھے شکریہ بولنے والی ہو؟" وہ مسکراتا ہوا بولا۔

"تم بہت اچھے ہو۔ بہت اچھے۔" کہہ کر اس نے آسمان کی جانب دیکھا۔ وہ اسی منڈیر پر ہنستے ہوئے کھڑی ہوئی۔ ارسم پریشانی سے دو قدم آگے آیا۔

"زخرف گر جاوگی تم۔"

"ارسم۔۔۔یو۔۔۔آر۔۔۔دی۔۔۔۔بیسٹ" اس نے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ کر اونچی آواز میں بولا۔ ارسم جہاں تھا وہیں ٹھہر گیا۔ وہ سر اوپر اٹھائے اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔ زخرف نے ہاتھ نیچے کر لیے تھے۔ اس نے آنکھیں بند کر رکھی تھیں۔ وہ مسکرا رہی تھی۔ وہ اسے دیکھے گیا۔ اسی لمحے زخرف کے بالوں سے کیچر نکل کر نیچے کو گرا۔ کیچر سیدھا ارسم کے ٹیرس پر پڑے گملے کے اندر گرا۔ ارسم نے سر جھکا کر دیکھا، پھر سے زخرف کو دیکھا۔ وہ یونہی آنکھیں بند کیے کھڑی تھی۔ اس نے جھک کر وہ کیچر اٹھایا اور خاموشی سے اپنی جیب میں ڈال لیا۔

ہلکی سی ہوا سے زخرف کے کھلے بال اڑنے لگے تھے۔ اسے پرواہ نہیں تھی۔ اس نے آنکھیں کھولیں اور مڑ کر اپنے ٹیرس پر چھلانگ لگادی۔ چھلانگ لگا کر پھر سے ارسم کی جانب مڑی۔ ایک انگلی بازو سمیت اس کی جانب اٹھائی۔

"دیکھنا بزنس مین اب میں تم سے زیادہ امیر ہو جاوں گی۔ اور ہاں تمہاری گاڑی سے زیادہ مہنگی گاڑی پر گھوموں گی۔" کہہ کر وہ جانے لگی جب اس کی بات پر پھر رکی۔

"تو تم شکریہ نہیں بولو گی۔" زخرف نے آسمان کی جانب دیکھا، ایک انگلی گال پر سوچنے والے انداز میں رکھ دی۔ ارسم دلچسپی سے اس کے جواب کا انتظار کر رہا تھا۔

"ہمم، سوچ رہی ہوں شکریہ کے طور پر تمہیں ایک اور اپنی پسندیدہ کتاب گفٹ کر دوں۔" ارسم سر جھٹک کر ہنس دیا۔

"اب تو یقین ہو گیا ہے مجھے۔ ہنس تم سے واقعی زیادہ ذہین تھا۔" وہ ہنسی دبائے بولا۔

"آج تم کچھ بھی بول لو۔ آج تمہیں سب کچھ معاف ہے۔" وہ مسکرا کر کہتی اندر آگئی۔ اندر آکر اس نے ایک جگہ رک کر اپنے دل کے مقام پر ہاتھ رکھا۔ جو ابھی بھی تیز دھڑک رہا تھا۔

"کچھ نہیں ہو گا۔ پل پار کر چکی ہوں میں۔ اب آگے جو بھی مونسٹر آجائے میں اسکا مقابلہ کرلوں گی۔ calm down۔" اس نے اپنے دل کو تھپکی دی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

....

یہ اگلا دن تھا۔ وہ مسکراتے ہوئے ایک چھوٹی سی پینٹنگ پیک کر رہی تھی۔ یہ پینٹنگ اس نے رات میں بنائی تھی۔ پینٹنگ میں دو ٹیرس دکھتے تھے۔ ایک ٹیرس پر کرسی رکھے ایک لڑکا بیٹھا تھا اور دوسرے پر ایک لڑکی۔ دونوں کے ہاتھوں میں کتاب تھی۔ لڑکے کے ہاتھ میں نان فکشن کتاب تھی اور لڑکی کے ہاتھ میں فکشن کی۔ دونوں نے کتابیں چہرے کے آگے کر رکھی تھیں لہذا دونوں کا چہرہ نا دکھتا تھا۔ اس نے ایک سفید کارڈ لیا اور مار کر سے اس پر لکھنے لگی۔

اس نے تھینک یو بڑے حروف میں لکھا تھا تا کہ اس کی ساری شکایتیں دور ہو 'THANK YOU Arsam.' جائیں۔ کارڈ پینٹنگ پر رکھ کر اس نے پینٹنگ اچھے سے پیک کر دی۔ لاونج میں آ کر اس نے اپنا پرس لیا۔ آج اس نے اپنی آرٹ سپلائز کے لیے گروسری کرنے جانا تھا۔ وہ پینٹنگ پکڑے اپارٹمنٹ سے نکلی۔ پینٹنگ کو اس کے دروازے کے پاس رکھ کر اسکا دروازہ بجا دیا۔ خود وہ لفٹ کی جانب بڑھ گئی۔ اس نے کہیں بھی اپنا نام مینشن نہیں کیا تھا۔ وہ جانتی تھی اسے مینشن کرنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔

گروسری کے لیے جانے سے پہلے وہ ایم جی سے ملنے اس ریستوران آئی تھی۔ اُس نے فون کر کے زخرف سے کہا تھا کہ انکا ملنا بہت ضروری ہے۔ اس وقت وہ کھڑکی کے ساتھ بیٹھے ڈمپلنگز کھا رہے تھے۔

"تم یقین نہیں کرو گی لیکن میں نے تمہارے لیے بہت اچھی جاب تلاش کی ہے۔ وہ بہت اچھی کمپنی ہے۔" زخرف نے ڈمپلنگ منہ میں ڈالتے ہوئے سر دائیں بائیں ہلایا۔

"مجھے جاب کی ضرورت نہیں ہے ایم جی۔" ڈمپلنگ کو حلق سے اتارنے کے بعد بولی۔

"لیکن کیوں زخرف؟ تم جاب کے بغیر کیسے گزارا کرو گی۔ تمہیں بلز پے کرنے ہوتے ہیں۔ کیسے ہو گا یہ سب؟" اس کے چہرے پر بے پناہ پریشانی تھی۔

"ایک تو ایم جی تمہارا دل بہت چھوٹا ہے۔ اور اگر میں کہہ رہی ہوں کہ مجھے جاب کی ضرورت نہیں ہے تو اسکا مطلب ہے کہ میرے پاس کوئی اور آپشن ہے۔"

"کیا؟"

"بہت جلد بتا دوں گی تمہیں۔"

وہ کھانا چھوڑ کر باہر دیکھنے لگا۔

"کھانا کیوں چھوڑ دیا تم نے؟"

"بہت بدمزہ ڈمپلنگ ہیں۔"

"کمال ہے۔ اتنے پرفیکٹ سٹیمڈ ہیں۔"

باہر دیکھتے ہوئے ایم جی کی آنکھیں چمکیں۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"میں ابھی آتا ہوں۔" وہ اٹھ کر باہر چلا گیا۔ زخرف نے کھڑکی سے باہر دیکھا۔ وہاں ایک کاٹن کینڈی والا کھڑا تھا۔ ایم جی اس سے وہی خرید رہا تھا۔ زخرف سر جھٹک کر ہنس دی۔

وہ اندر آیا اور کاٹن کینڈی اس کی جانب بڑھائی۔

"تمہیں ابھی بھی یاد ہے۔" زخرف نے مسکرا کر کینڈی پکڑ لی۔

"میں تمہارے بارے کچھ بھی نہیں بھولا۔" زخرف نے اس کی جانب سنجیدگی سے دیکھا۔ "میرا مطلب ہے اچھے دوست ایسے ہی ہوتے ہیں نا؟ اپنے دوستوں کی پسند ناپسند کبھی نہیں بھولتے۔"

"ہاں لیکن کچھ دوست ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی یاداشت میری طرح ہوتی ہے۔ مجھے تو ٹھیک سے یاد بھی نہیں کہ تمہیں کیا پسند تھا۔"

"تم کبھی یہ جان ہی نہیں پائی کہ مجھے کیا پسند ہے۔" وہ ہلکی سی آواز میں بڑبڑایا۔ اتنی مدھم آواز کے زخرف کو بھنبھناہٹ کے علاوہ کچھ سنائی نہیں دیا۔ زخرف نے ڈمپلنگ کھاتے ہوئے آنکھیں چھوٹی کر کے اس کے چہرے کو دیکھا۔

"کیا ہوا ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟"

"یہ تم منہ میں کیا بڑبڑاتے ہو ہمیشہ ہاں؟" وہ شکی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ ایم جی کا چہرہ ایک دم لال ہوا۔

"کک۔۔کچھ نہیں میں نے کچھ بولا ہے کیا؟" وہ تھوک نگلتے ہوئے بولا۔ زخرف یونہی آنکھیں چھوٹی کیے اس کی جانب جھکی۔

"تم مجھے پاگل سمجھتے ہو کیا؟ ہاں؟ تمہیں بیوقوف لگتی ہوں میں۔ تمہیں کیا لگتا ہے مجھے کچھ سمجھ نہیں آتی؟" زخرف کی آواز سرد تھی۔ ایم جی کے ماتھے پر ایک پسینے کا قطرہ ابھرا اور نیچے کو پھسل گیا۔

"نہیں۔۔۔زخرف۔"

"مجھے بہت افسوس ہے ایم جی کہ تم میرے بارے میں ایسا سوچتے ہو۔ غلط انسان ہو تم۔"

"میں نے تمہارے بارے میں کبھی غلط نہیں سوچا زخرف۔" اس کی آواز ڈبڈبا گئی تھی۔

زخرف اسکو بے یقین نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ ایم جی نے اپنے ہاتھوں کو دیکھا۔ اس کے ہاتھوں میں پسینا آ گیا تھا۔ اس نے پھر سے آنکھیں اٹھائیں۔ اس کی آنکھیں لال ہو گئی تھیں۔

"میں نے تمہارے بارے میں کبھی غلط نہیں سوچا۔ میں تو تم سے۔۔۔۔۔" اور ایک دم زخرف کا قہقہ بلند ہوا۔ وہ کرسی پر پیچھے کو گرتی ہنستی گئی۔ ایم جی کے الفاظ بیچ میں ہی دم توڑ گئے۔ وہ بے یقینی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"تم۔۔۔ تم یہ سب مذاق میں کہہ رہی تھی۔" وہ نہایت دھیری آواز میں بولا۔

"اپنا چہرہ دیکھو ایم جی۔" وہ بے قابو ہوتی ہنستی جا رہی تھی۔ ارد گرد سے کچھ لوگ ان کو دیکھنے لگے تھے۔ ایم جی نے شرمندگی سے سر جھکا لیا۔

"ایم سوری۔۔ ایم سوری ایم جی۔ میں تو بس چھوٹا سا مذاق کر رہی تھی۔" وہ ٹشو سے آنکھیں صاف کرتی پھر سے ایک دم ہنس پڑی۔

"ایسا مذاق کون کرتا ہے زخرف؟" اب وہ اس کو دیکھتے ہوئے بولا۔ وہ بمشکل اپنی ہنسی روک کر سیدھی ہوئی۔

"تمہاری اڑی ہوئی رنگت دیکھ کر مجھے بہت مزہ آتا ہے۔ مجھے تمہاری پکچر بنانی چاہیے تھی۔"

کاش تم کچھ دیر نا ہنستی اور اسی بہانے اپنی دل کی بات کہہ دیتا۔ ایم جی نے دل میں سوچا۔

"سوری۔" وہ کاٹن کینڈی کو کھولتے ہوئے پھر سے بولی۔ چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔

"اٹس اوکے۔"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

....

یہ علی مراد کا کلینک تھا۔ وہ لابی میں ایک خاتون کے ساتھ بیٹھا تھا۔ ساتھ ریسیپشن ڈیسک پر بیٹھی لڑکی لنچ کرتے ہوئے انہیں سن رہی تھی۔

"مجھے تو سمجھ نہیں آتی میں کیا کروں۔ یہ کام ہر تین چار ماہ بعد ہوتا ہے۔ وہ کسی کو دوست بناتی ہے، دوستی ٹوٹ جاتی ہے تو وہ اس طرح ری ایکٹ کرنے لگتی ہے۔ اب بھی کچھ عرصہ پہلے اس نے آفس میں ایک دوست بنائی تھی۔ اچانک وہ لڑکی جاب چھوڑ گئی تو زوہا بے حد پریشان رہنے لگی۔ پھر ایک دن اسے اس لڑکی کا ایڈریس ملا تو اس سے ملنے چلی گئی

لیکن جب واپس آئی تو اس کی حالت خراب تھی۔ وہ اس دن کے بعد دفتر بھی نہیں گئی۔ کہتی ہے ماما ہر کوئی مجھ سے نفرت کرتا ہے۔ اس نے گھر سے نکلنا ہی چھوڑ دیا ہے۔" وہ عورت خاموش ہوئی تو علی مراد نے تسلی بھری نظروں سے انہیں دیکھا۔

"میں سمجھ گیا ہوں۔ آپ فکر مت کریں۔" اتنا کہہ کر وہ اپنے دفتر کی جانب بڑھ گیا۔

وہ اندر آیا تو زوہا سر جھکائے کرسی پر بیٹھی تھی۔ علی مراد نے چہرے پر مسکراہٹ سجائی اور دروازہ بند کیا۔

"کیا تمہیں مچھلیاں پسند ہیں زوہا؟" وہ کمرے کی ایک جانب گیا جہاں ایک نیا چھوٹا سا ایکوائرم پڑا تھا۔ تین چار مچھلیاں اس میں کھیل رہی تھیں۔ زوہا نے سر اٹھا کر اس جانب دیکھا۔ علی مراد ایک پیکٹ پکڑے اس میں سے کھانا نکال کر ایکوائرم کے اندر پھینک رہا تھا۔ مچھلیاں فوراً کھانے کی جانب لپکیں۔ وہ کھانے کا پیکٹ رکھ کر زوہا کی جانب آیا اور اپنی کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔

"تمہاری امی نے بتایا کہ تمہاری ایک دوست نے تم سے دوستی ختم کر دی۔"

"ہاں کیونکہ وہ بہت مغرور تھی۔ اسے مجھ سے دوستی سے شرم آتی تھی کیونکہ میں موٹی ہوں، اس لیے اس نے دوستی ختم کر دی۔" وہ تیزی سے بولی۔ علی مراد نے اس کی بات پر سر ہلایا۔

"ہمم، تو تمہیں ایسا لگتا ہے۔"

"مجھے ایسا لگتا نہیں ہے۔ ایسا ہی ہے۔" زوہا کا لہجہ اٹل تھا۔

"اوکے میں تمہاری بات سمجھ گیا ہوں۔" علی مراد نے فوراً اسے تسلی دی۔ زوہا خاموش ہو گئی۔

"تو تمہیں ایسا کیوں لگتا ہے؟ کوئی تو ثبوت ہو گا تمہارے پاس؟" اس نے آگے کو ہو کر سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔

"ثبوت؟" زوہا اس کی بات پر کنفیوز تھی۔

"ہاں ثبوت جس سے تم اپنی بات ثابت کر سکو، کہ اس نے تمہاری لُکس کی وجہ سے تمہیں چھوڑا۔ کچھ ہوا ہو گا نا جو تمہیں ایسا لگتا ہے۔"

"مجھے سمجھ نہیں آ رہی تم کیا کہہ رہے ہو۔ میں یہاں نہیں آنا چاہتی تھی۔" وہ منہ بسور کر بولی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"دیکھو تم نے ابھی مجھ سے کہا کہ تم جانتی ہو کہ اس نے تم سے دوستی کیوں ختم کی۔ اب تمہیں وجہ پتا ہے تو یہ بہت اچھی بات ہے لیکن تمہیں یہ وجہ کیسے معلوم ہوئی؟"

"مجھے کیسے معلوم ہوئی؟"

"ہاں بلکل۔ کیا اس نے کبھی کہا کہ اسے تمہارے لُکس سے مسئلہ ہے؟ یا پھر اس نے تمہیں باڈی شیم کیا ہو گا، تمہارے موٹاپے کا مذاق اڑایا ہو گا۔" علی مراد کہتے ہوئے گہرائی سے اس کے چہرے کے بدلتے تاثرات دیکھ رہا تھا۔

"نہیں ایسا تو اس نے کبھی نہیں کہا۔" وہ کھوئی سی بولی۔ علی مراد مسکرایا۔

"یعنی تمہارے پاس ثبوت نہیں ہے؟" زوہا نے دائیں بائیں سر ہلا دیا۔

"جب اس لڑکی نے ایسا کبھی کہا ہی نہیں زوہا تو تم نے ایسا کیوں سوچ لیا؟" زوہا کچھ دیر خاموش رہی۔

"وہ۔۔۔ لیکن سب مجھے اسی بات پر چھوڑتے ہیں۔"

"اوہ اوکے ٹھیک ہے۔ تو اس سے پہلے کس سے دوستی چھوٹی تھی؟

"جہاں میں پہلے کام کرتی تھی۔ وہاں بھی ایک لڑکی نے ایسا ہی کیا تھا۔"

"ہمم، تو پھر اس نے ضرور کچھ بولا ہو گا۔ باڈی شیم کیا ہو گا؟" زوہا نے پھر سے نفی میں سر ہلایا۔

"اس نے بھی کچھ نہیں بولا تھا؟"

"ہاں لیکن ان کے دل میں یہی بات ہوتی ہے۔" زوہا زور دے کر بولی۔

"دیکھو زوہا، میں لوگوں کے مائینڈ heal کرتا ہوں۔ لیکن جانتی ہو جو بھی میرا جاننے والا ملتا ہے وہ کہتا ہے کہ میرا دماغ پڑھ کر بتاو، یا پھر میرا چہرہ پڑھو اور بتاو میرے دل میں کیا چل رہا ہے۔ لیکن میں ہمیشہ ان کو ایک ہی جواب دیتا ہوں۔ کہ ایک سائکولوجسٹ دماغ پڑھ نہیں سکتا وہ تو بس دماغ کو ہیل کر سکتا ہے۔ تو تم لوگوں کے دماغ کیسے پڑھ لیتی ہو؟"

اس کی بات نے زوہا کو لاجواب کر دیا تھا۔

"زوہا اس دنیا میں موجود ہر انسان میں اچھائیاں اور خامیاں دونوں موجود ہیں۔ اور جب میں ہر انسان کہہ رہا ہوں تو اس میں زوہا بھی شامل ہے لیکن تم کبھی بھی اپنی اچھائیوں کے بارے میں نہیں سوچتی بلکہ تم ہمیشہ اسی ایک برائی کے پیچھے پڑی رہتی ہو اور وہ تمہاری جسامت ہے۔ تمہیں لگتا ہے کہ تم جہاں جاتی ہو سب سے پہلے لوگ تمہاری اسی خامی کو

دیکھتے ہیں۔ تم خود کو ایسے لوگوں کے ساتھ جوڑنے کی کوشش کرتی ہو جن میں تمہیں لگتا ہے کہ یہ خامی نہیں موجود۔ تمہیں لگتا ہے کہ اگر وہ تمہارے دوست ہوں گے تو ان کی وجہ سے دوسرے لوگ تمہیں بھی ریسپیکٹ دیں گے۔۔۔۔۔۔" علی مراد بولتا گیا۔ مچھلیاں بھی کھانا ختم کر کے اب اسے سن رہی تھیں۔

•••••••••••••••••••••••••••

گروسریز کر کے وہ واپس آئی تو وہ گفٹ پیک وہاں نہیں تھا۔ یقیناً اسے مل چکا ہو گا۔ وہ دروازہ کھول کر اندر آ گئی۔ اس نے سارا سامان اس کمرے میں رکھ کر لاک کر دیا۔ ساتھ مسلسل وہ سوچ رہی تھی کہ اس پینٹنگ کو دیکھ کر ارسم کا کیا ری ایکشن ہو گا؟ اور وہ تھینک یو؟

اس کمرے کو لاک کر کے وہ شاور لینے چلی گئی۔ شاور لیتے اسے کمرے میں کچھ کھٹ پٹ محسوس ہوئی۔ اس وقت دن کے بارہ بجے تھے۔ ایذا کی امی جا چکی تھیں اور وہ آج دفتر گئی تھی۔ اس نے سوچا یقیناً یوسف ہوں گے۔ لیکن وہ اس وقت کیوں آئیں گے۔ وہ واش روم سے نکلی تو اسے کسی کی نہایت تیزی میں کمرے سے نکلتے جھلک دکھی۔ زخرف تیزی سے باہر آئی۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ باہر کا دروازہ بھی بند تھا۔ لاونج میں کسی کے آنے کے کوئی آثار نہیں دکھتے تھے۔ صرف ایک دروازہ کھلا تھا۔ ٹیرس کا۔ وہ تیزی سے ٹیرس کی جانب آئی۔ اسے ارد گرد کے کسی ٹیرس پر کوئی نہیں دکھا سوائے دائیں جانب کے ٹیرس کے۔ وہاں ارسم تھا۔ وہ منڈیر کے پاس کھڑا تھا۔ اس کی پشت زخرف کی جانب تھی اور وہ اندر کی جانب جا رہا تھا۔

"ارسم۔" زخرف نے بے یقینی سے اسکا نام لیا۔ اس کی آواز پر ارسم مڑا۔

"کیا ہوا؟" عام انداز میں بولا۔ زخرف بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس کے سانس کی آواز بلند ہوتی جا رہی تھی۔ لاوا کا ایک پہاڑ سا اس کے سینے میں اٹھ رہا تھا۔ اور پھر وہ پہاڑ ایک جھماکے سے پھٹا۔ اس لاوا کے پہاڑ کی چنگھاریاں ارسم اس کی آنکھوں میں دیکھ سکتا تھا۔ وہ تیزی سے آگے بڑھی اور منڈیر کود گئی۔ منڈیر کودتے ہوئے اس کا پیر ایک چھوٹے گملے سے ٹکرایا اور گملا گر کر چور ہو گیا۔ وہ گملا پہلے وہاں نہیں ہوتا تھا۔

وہاں کودتے ہی زخرف نے آگے بڑھ کر اس کی شرٹ کی کالر سے اسے پکڑ لیا۔ ارسم نے اسے دیکھا اور پھر اس کے ہاتھوں کو۔ ان ہاتھوں کو جن سے اس نے اسکا گریبان دبوچا تھا۔

"میرے اپارٹمنٹ میں آنے کی ہمت بھی کیسے ہوئی تمہاری۔" وہ ایک دم غرائی تھی۔ اس کی گرج دار آواز سے کئی پرندے خوف سے اڑ گئے۔

"تمہارا دماغ تو درست ہے نا؟" ارسم بے یقینی سے بولا۔

"میں نے۔۔۔ تم سے۔۔۔ پوچھا ہے۔۔۔ کہ تمہاری اتنی جرات کیسے ہوئی کہ تم میرے گھر میں گھسو۔" وہ ایک ایک لفظ چباتی پہلے سے اونچا غرائی۔ ارسم اس کی آنکھوں میں جلتی آگ کی تپش محسوس کر سکتا تھا۔

"میرا گریبان چھوڑو" اس نے زخرف کے ہاتھ اپنی کالر سے ہٹانے کی کوشش کی لیکن اس کی گرفت مظبوط تھی۔

"نہیں چھوڑوں گی۔ پہلے میری بات کا جواب دو۔" ارسم نے زبردستی اس کی انگلیاں کھول کر اپنی شرٹ آزاد کروائی اور اسے پیچھے کو دھکیلا۔

"میں نے تم پر بھروسہ کیا تھا۔ میں نے تم پہ بھروسہ کیا تھا۔ میں نے تم پہ بھروسہ کیا تھا۔۔۔" آخری بار وہ چیختی بولی۔ ارسم نے ایک انگلی اس کی جانب اٹھائی۔

"جاو یہاں سے۔"

"مجھے لگا تھا تم اچھے ہو۔ میں نے اپنے خلاف جا کر تم پر بھروسہ کیا تھا۔" وہ بے یقینی سے پیچھے ہٹ رہی تھی۔ "تم نے میرا دل توڑا ہے۔ سنا تم نے؟ تم نے میرا دل توڑا ہے۔ میں تمہیں اس کے لیے کبھی معاف نہیں کروں گی۔"

"میں نے کہا جاو یہاں سے۔" اس کی آواز سرد تھی۔

زخرف منڈیر کی جانب مڑی۔ گملے کا ٹکڑا زور سے اس کے پیر میں چبھا۔ وہ تیزی سے منڈیر کود گئی۔

کمرے تک وہ دوڑ کر آئی تھی۔ اس کے قدم صاف فرش پر خون کے نشان چھوڑتے آئے تھے۔ کمرے میں آکر اس نے دروازہ لاک کر لیا۔ اور وہیں دروازے کے ساتھ کھڑی ہوگئی۔

"کیوں ہر انسان ایسا کرتا ہے۔ کیوں ہر کوئی میری پیٹھ میں چھرا گھونپ جاتا ہے۔" کہتے ہوئے وہ وہیں زمین پر بیٹھ گئی۔

"تمہیں تو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا ارسم۔ تمہیں کم از کم ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ تم نے میرا دل توڑا ہے۔"

....

یوسف اپارٹمنٹ میں داخل ہوئے تو اپارٹمنٹ ویران تھا۔شاید زخرف باہر ہے، انہوں نے سوچا۔

اپنی کیپ اور ماسک اتار کر انہوں نے میز پر رکھ دیا۔اچانک ان کی نظر ٹیرس سے آتے خون کے نشانوں پر پڑی۔وہ تیزی سے اس جانب آئے۔وہ نشان ٹیرس سے آتے زخرف کے کمرے کی جانب جا رہے تھے۔انہوں نے آگے ہو کر دروازے کا ناب گھمایا۔دروازہ اندر سے لاک تھا۔

"زخرف، دروازہ کھولو۔" اندر سے کوئی جواب نا آیا۔وہ تیزی سے کچن میں آئے اور کیبن سے چابیاں نکالیں۔وہ اس کے کمرے، باہر کے دروازے اور ٹیرس کے دروازے کی چابیوں کا ایک پیئر تھا جو وہ یہاں رکھتی تھی۔یوسف نے فورا آکر چابی سے کمرے کا دروازہ کھولا۔

کمرے کی حالت بکھری سی تھی۔وہ بستر پر تھی۔اوندھے منہ لیٹی۔اس کے پیروں کی تلیاں اوپر کی جانب تھیں۔ایک پیر کے تلوے پہ خون بہہ کر جم چکا تھا۔وہ اس کے بستر تک آئے۔

"زخرف۔"یوسف نے اس کے چہرے پر سے بال ہٹائے۔اس کے چہرے کے نیچے تکیہ گیلا تھا۔آنکھیں آنسو بہا بہا کر خشک ہو چکیں تھیں۔

"زخرف کیا ہوا ہے؟"وہ اس کے پاس بیٹھے۔زخرف نے آنکھیں نہیں کھولیں اور ناہی کوئی جواب دیا۔

انہوں نے اس کے ڈریسنگ کے ڈرار سے فرسٹ ایڈ باکس نکالا۔اس کے پیروں کے پاس بیٹھ کر اسکا زخم صاف کرنے لگے۔انہوں نے زخم صاف کر کے بینڈج کر دیا۔پھر اٹھ کر اس کے سرہانے آئے۔ایک ہاتھ سے بمشکل اس کو اٹھا کر سیدھا کیا۔

"زخرف۔"انہوں نے اس کے گال کو تھپتھپایا۔زخرف نے دھیرے سے آنکھیں کھولیں۔"کیا ہوا ہے بیٹا؟"

زخرف خاموش رہی۔اس کے چہرے سے لگتا تھا کہ اس نے بھیانک خواب دیکھا ہو۔

یوسف نے پیچھے سرہانے سیٹ کر کے بمشکل اسے بٹھایا۔یہ سب کرتے انکا زخمی بازو درد کرنے لگا تھا۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"مجھے بتاو زخرف کیا ہوا ہے؟" وہ اس کا گال سہلا رہے تھے۔ اس کو اس حالت میں دیکھ کر ان کی آنکھیں خوف اور پریشانی سے بھر گئی تھیں۔

"جو پہلے آپ کا احساس کرتے ہوں وہ دھوکہ کیوں دیتے ہیں بابا؟" وہ روہانسی آواز میں بولی۔ یوسف کچھ لمحے اس کا چہرہ دیکھتے رہے پھر اسے سینے سے لگا لیا۔

"مجھے جواب دیں نا بابا۔ بتائیں مجھے۔" یوسف نے اس کے بالوں کو بوسہ دیا۔ پھر چہرہ وہیں اس کے بالوں پر ٹکا لیا۔

"جو آپ کا احساس کرتے ہیں وہ کبھی دھوکا نہیں دیتے زخرف۔ اور جو دھوکا دیتے ہیں انہوں نے کبھی ہمارا احساس کیا ہی نہیں ہوتا۔ اس دھوکے میں تو ہم خود کو رکھتے ہیں کہ وہ ہمارا احساس کرتے ہیں۔" زخرف نے سیدھے ہو کر چہرہ ان کے سامنے کیا۔

"آپ میرا احساس کرتے ہیں نا؟ مجھ سے محبت کرتے ہیں نا؟ مجھے کبھی چھوڑ کر تو نہیں جائیں گے نا؟" ان کے کندھے پر سر رکھ کر وہ پھر سے رونے لگی۔ یوسف نے اپنا صحیح بازو اس کے کندھوں پر ڈال دیا۔

"کبھی نہیں جاوں گا۔ اور تمہارا باپ تم سے سب سے زیادہ محبت کرتا ہے۔ تمہارے باپ کا بس چلے تو وہ تمہاری ساری تکلیفیں مٹا دے۔ تمہیں ایک انچ بھی تکلیف میں نا چھوڑے۔"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

....

جب تک ایذا وہاں آئی وہ کافی حد تک نارمل ہو گئی تھی۔ اس وقت وہ لاونج میں صوفے پر لیٹی تھی۔ بازو چہرے پر رکھا تھا۔ پیر پر یوسف کا لگایا بینڈج ہلکا سا اکھڑ گیا تھا۔

"زی کو کیا ہوا ہے کے بی؟" ایذا کچن میں آ کر دھیرے سے بولی۔ یوسف سنک کے سامنے کھڑے پھل دھو رہے تھے۔

"مجھے نہیں معلوم۔ جب میں آیا تو اس کے کمرے کا سارا سامان بکھرا تھا۔ وہ رو بھی رہی تھی۔ لیکن میرے پوچھنے پر اس نے کچھ نہیں بتایا۔"

"مجھے تو کافی دیر سے بہت عجیب لگ رہی ہے۔ کتنی دیر ہو گئی ہے اس کی نوکری گئے، لیکن مجال ہے جو اسے کوئی پرواہ ہو۔ پہلے تو ایسی نہیں تھی وہ۔"

کچھ دیر بعد وہ تینوں ٹی کے آگے بیٹھے تھے۔ یوسف زبردستی پھل کاٹ کر زخرف کو پکڑا رہے تھے۔

"زی، فرینڈز دیکھیں؟" ایذا اس کو دیکھتے ہوئے بولی۔ فرینڈز دیکھ کر زخرف کا موڈ ہمیشہ ٹھیک ہو جاتا تھا۔

"میرا دل نہیں چاہ رہا۔" وہ بے دلی سے سیب کا ٹکڑا منہ میں رکھتے بولی۔ سیب کا ٹکڑا اسے زہر جیسا لگا تھا۔ اس کا دل چاہا وہ اسے باہر اگل دے۔ لیکن اس نے زبردستی حلق سے نیچے اتار لیا۔

"یار زی، کیا مسئلہ ہے بتاؤ نا کیا ہوا ہے۔ کس بات پر موڈ آف ہے تمہارا؟" ایذا اسے کہنی مارتی بولی۔

زخرف خاموش رہی۔ وہ ان کے سامنے یوں بیہو نہیں کرنا چاہتی تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ وہ دونوں اس سے دس سوال پوچھیں۔ لیکن وہ تھک گئی تھی۔ وہ نہیں ہنسنا چاہتی تھی۔ وہ کسی سے بھی ٹھیک سے بات نہیں کرنا چاہتی تھی۔ بلکہ وہ کسی سے بات ہی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ وہ ہر شے سے تھک گئی تھی۔

"مجھے نیند آرہی ہے۔ کوئی پریشان نا کرے مجھے۔" کہہ کر وہ اٹھ کر اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

....

اس دن سے زخرف نے خود کو کمرے میں قید کر لیا تھا۔ اس نے باہر بھی نکلنا چھوڑ دیا تھا۔ وہ اپنے کمرے کو ہر وقت لاک رکھتی تھی۔ اس نے ٹیرس پر بھی جانا چھوڑ دیا تھا۔ یہاں تک کہ اس دن کے بعد ٹیرس کا دروازہ کھلا ہی نہیں۔ وہ ارسم کے بارے میں بھی نہیں سوچتی تھی۔ وہ کسی کے بارے میں نہیں سوچتی تھی۔ بس سارا دن مردوں کی طرح بستر پر لیٹی رہتی تھی۔ یوسف اور ایذا سے چھپ کر اس نے نیند کی گولیاں لینی شروع کر دیں۔ ایک گولی نگلتی اور پر سکون نیند سو جاتی۔ نیند سے جاگنے کے بعد جسم میں پہلے سے زیادہ بے سکونی آجاتی۔ یوسف اور ایذا اپنے طور پر پوری کوشش کر چکے تھے لیکن وہ بس اتنا کہہ دیتی کہ اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ جب ٹھیک ہو گی تو باہر چلی جائے گی۔ تقریباً ہفتہ ایسے گزر گیا۔ آہستہ آہستہ اس کا اس کمرے میں دل گھٹنے لگا۔ یہ شام کا وقت تھا جب وہ شاور لے کر بلڈنگ سے باہر نکل آئی۔ باہر آکر اسے تھوڑا سا سکون محسوس ہوا۔ وہ واک پر نکلی اور جب تک پیر نا دکھنے لگے، چلتی گئی۔

جب ٹانگیں جواب دے گئیں تو کیب لے کر واپس آ گئی۔ جب وہ بلڈنگ میں داخل ہوئی تو اسے بلقیس آنٹی گروسری بیگز پکڑے لفٹ کی طرف جاتی دکھیں۔ زخرف نے آگے ہو کر ان سے بیگ پکڑ لیے۔

"شکریہ بیٹا۔"

وہ دونوں اکٹھی لفٹ میں سوار ہو گئیں۔

"آج کل کہاں ہوتی ہو تم۔ کبھی نظر ہی نہیں آتی۔" انہوں نے اسکا چہرہ دیکھتے پوچھا۔

"بس وہ طبیعت ٹھیک نہیں تھی لیکن اب ٹھیک ہوں۔"

"چلو اچھا ہے۔ ویسے اچھا ہوا تم مجھے یہیں مل گئی۔ میں آج کل میں تمہارے پاس ہی آنے والی تھی۔"

"کیوں خیریت تھی؟"

"ارے ہاں، وہ ارسم ہے نا؟ جو تمہارے ساتھ والے اپارٹمنٹ میں رہتا تھا۔" اس کا نام سنتے زخرف کے چہرے پر یکدم سختی در آئی۔ کیا اسکا ذکر ضروری تھا؟ اس کے نام سے ہی اسے تکلیف ہوئی تھی۔ "وہ دبئی واپس چلا گیا ہے۔ کہہ رہا تھا اب واپس نہیں آئے گا۔ تمہارے اور میرے لیے تحفے لایا تھا۔ کہتا کہ آپ دونوں نے میری مدد کی اس لیے تحفے لایا ہوں۔ بڑا ہی شریف بچہ ہے۔" تو وہ چلا گیا تھا۔ کیا وہ اس سب کی وجہ سے گیا تھا؟ کیا وہ اپنی حرکت پر شرمندہ تھا؟ بلقیس آنٹی کے اپارٹمنٹ پہنچ کر اس نے ان کے صوفے پر گروسری بیگز رکھ دیے۔ اتنے میں وہ اپنے کمرے سے دو ڈبے اٹھا لائیں۔ ایک چھوٹا تھا اور ایک کافی بڑا۔ انہوں نے بڑا ڈبہ کھولا۔ اس میں جوڑا تھا۔

"دیکھو تو کتنا مہنگا اور خوبصورت جوڑا لایا ہے میرے لیے۔ اتنی جلدی میں گیا کہ میں تو اسے کچھ دے ہی نہیں پائی۔

"ہمم، بہت خوبصورت ہے۔" اسکا لہجہ سخت تھا۔

"اور ہاں، یہ تمہارے لیے دیا تھا اس نے۔" انہوں نے چھوٹا سا باکس اس کی جانب بڑھایا۔ وہ گفٹ ریپ میں پیک ہوا تھا۔ زخرف نے ہاتھ بڑھا کر پکڑ لیا۔ اس سے پہلے کے وہ اسے کھولنے کا بولتیں وہ تیزی سے باہر نکل آئی۔

اپنے اپارٹمنٹ میں آ کر وہ سیدھا کمرے میں آئی۔ اس نے وہ ڈبہ زور سے سامنے کی دیوار پر مارا۔ ڈبہ دیوار سے لگ کر واپس اس کے قدموں میں آ کر گر گیا۔ زخرف نے جھک کر وہ اٹھایا اور پھاڑ کر اسکا ریپر اتارا۔ وہ لکڑی کا خوبصورت سا ڈبہ تھا۔ اس نے اسے کھولا۔ اندر ایک کالی رنگ کی چھوٹی سی ڈبیہ تھی اور ایک کالے رنگ کی یو ایس بی۔ زخرف نے یو

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR LIFE

ایس بی اپنے ہاتھ میں لی۔ آخر اس یو ایس بی میں کیا تھا؟ اس کا دل کچھ لمحے دھڑکنا بھول گیا۔ اس نے بھاگ کر لیپ ٹاپ پکڑا اور یو ایس بی لگا کر اسے آن کیا۔ کانپتے ہاتھوں سے اس نے یو ایس بی کا فولڈر کھولا۔ یو ایس بی میں صرف ایک پانچ منٹ کی ویڈیو تھی۔ آئکن سے وہ سی سی ٹی وی فوٹیج لگ رہی تھی۔ زخرف نے دھڑکتے دل سے وہ ویڈیو چلائی۔

ویڈیو چلتے ہی سامنے سکرین پر دو ٹیرس دکھنے لگے تھے۔ وہ سانس روکے دیکھتی گئی۔ وہ فوٹیج سامنے کی کسی بلڈنگ کے کیمرے سے بنی تھی۔ اس میں ارد گرد کے ٹیرس بھی دکھتے تھے لیکن ان دونوں کے ٹیرس صاف دکھتے تھے۔ وہاں فلحال کوئی ہلچل نہیں تھی۔ تقریباً ایک منٹ ایسے گزر گیا۔ اور پھر بلقیس آنٹی کے ٹیرس کا دروازہ کھلا۔ ایک آدمی اس دروازے سے نمودار ہوا۔ اس کے چہرے پر ماسک تھا، یوں کہ اسے پہچاننا مشکل تھا۔ وہ تیزی سے زخرف کے ٹیرس پر کود گیا۔ اس کے ٹیرس کا دروازہ اس نے دھیرے سے کھولا اور اندر چلا گیا۔ زخرف کا ہاتھ خود بخود ہونٹوں پر آ گیا۔ ویڈیو پھر سے پر سکون ہو گئی۔ کچھ لمحے بیتے اور وہی آدمی تیزی سے وہاں سے نکلا اور پھر سے بلقیس آنٹی کے ٹیرس پر کود گیا۔ وہ دروازے کے اس پار اوجھل ہوا ہی تھا کہ ارسم کے ٹیرس کا دروازہ کھلا۔ وہ باہر نکلا تو اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا گملا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر وہ گملا ان دونوں کے ٹیرس کے بیچ میں حائل منڈیر پر رکھ دیا۔ ابھی گملا رکھ کر وہ مڑا ہی تھا کہ زخرف اپنے ٹیرس پر دوڑتی ہوئی آئی۔

اس نے سر اپنے گھٹنوں میں دے دیا۔ اسکا سارا جسم کانپنے لگا تھا۔ یہ اس نے کیا کر دیا تھا؟ یہ کیا ہو گیا تھا؟ اس نے اس کے گریبان پر ہاتھ ڈالا تھا۔ وہ روتے ہوئے بری طرح کانپ رہی تھی۔ اس نے سر اٹھا کر کانپتے ہاتھ اس ڈبے کی جانب بڑھائے۔ اس چھوٹی کالی ڈبیہ کو پکڑا تو اس کے نیچے ایک خط تھا۔ اس نے وہ ڈبیہ رکھ کر خط اٹھا لیا۔ ڈبڈبائی آنکھوں سے خط کھول کر پڑھنے لگی۔

'میں نہیں جانتا تمہیں یہ خط کب ملے گا، ملے گا بھی کہ نہیں۔ لیکن میرا یہ سب تمہیں بتانا بہت ضروری ہے۔ میں یہ خط آج ہی رات کے وقت لکھ رہا ہوں۔ ہاں اسی دن جس دن تم نے میرا گریبان پکڑا تھا۔

جب تم نے میرا گریبان پکڑا تو مجھے دھچکا لگا تھا۔ میں نے تم سے ایسی حرکت کی توقع نہیں کی تھی۔ مجھے برا بھی لگا، تکلیف بھی ہوئی اور تم پر بہت سارا غصہ بھی آیا۔ میں واپس اندر آ کر غصے سے اتنا پاگل تھا کہ کچھ بھی سوچنے سے قاصر

تھا۔ لیکن شام تک جب میرا غصہ تھوڑا ٹھنڈا پڑا تو میں نے تمہاری اس حرکت پر غور کیا۔ تم کہہ رہی تھی کہ میں تمہارے اپارٹمنٹ میں آیا تھا۔ اس وقت مجھے احساس ہوا کہ شاید کوئی واقعی تمہارے اپارٹمنٹ میں آیا ہو۔ میں فورا سامنے والی بلڈنگ میں گیا اور ان سے سی سی ٹی وی کی فوٹیج لی۔ فوٹیج دیکھ کر مجھے سب کلئیر ہو گیا۔ تمہارے اپارٹمنٹ میں واقعی کوئی آیا تھا۔ تم نے باہر آکر جو دیکھا اسی کے مطابق ری ایکٹ کیا۔ تمہارا رویہ یہاں کچھ حد تک جسٹیفائیڈ ہے۔ کسی کے بھی گھر میں کوئی گھسے گا تو وہ ایسے ہی ری ایکٹ کرے گا۔ لیکن زخرف یہ ایک معمولی بات نہیں ہے۔ تمہارے اپارٹمنٹ میں کسی کا یوں گُھسنا معمولی بات نہیں ہے۔ میں نہیں جانتا کہ یہ کون لوگ ہیں جو تمہارے پیچھے ہیں اور کیا چاہتے ہیں لیکن میں چاہتا ہوں تم اس سب کو معمولی مت لو۔ تمہاری کوئی تو فیملی ہو گی نا؟ تم ان کے پاس چلی جاو۔ لیکن یہاں رہنا تمہارے لیے ٹھیک نہیں ہے۔ مجھے یقین ہے تم اس بارے میں سنجیدگی سے سوچو گی۔

باقی رہی بات تمہارے میرا گریبان پکڑنے کی تو اس کے لیے سب جسٹیفیکیشنز چھوٹی ہیں۔ تمہیں مجھ پر تھوڑا سا تو اعتبار کرنا چاہیے تھا۔ لیکن مجھے لگتا ہے میرا یہ غصہ بھی جلدی ٹھنڈا ہو جائے گا اور میں تمہیں معاف کر دوں گا۔ تم اس سب کے بارے میں سوچ کر پریشان مت ہونا۔ اپنی حفاظت کرنا، کہانیاں پڑھنا اور خوب پینٹ کرنا۔

اور ہاں وہ ہنس والی بات بھی بھول جانا۔ تم بہت بہادر اور بہت ذہین ہو۔ میں جانتا ہوں تم ایک دن بہت آگے جاو گی۔

اگر تم میرا تحفہ قبول کرو گی تو مجھے اچھا لگے گا۔ اپنا خیال رکھنا۔

ارسم۔'

وہ خط اس کے آنسوؤں سے گیلا ہو چکا تھا۔ اس نے خط فولڈ کیا اور اس کالی ڈبیہ کو پکڑ کر کھولا۔ اس میں ہیرے کا چمکتا ایک پینڈینٹ تھا۔ وہ انگریزی کا حرف Z تھا۔ اس حرف پر لگے چھوٹے چھوٹے ہیرے چمک رہے تھے۔ وہ اس پینڈینٹ کو پکڑے لیٹ گئی اور اسے اپنی آنکھوں کے ساتھ لگا لیا۔

....

وہ اس وقت بلقیس آنٹی کے اپارٹمنٹ میں تھی۔ وہ اپنے کچن میں کھڑیں کسی سالن کو تڑکا لگا رہی تھیں۔ پورے اپارٹمنٹ میں تڑکے کی خوشبو پھیلی تھی۔

"نہیں زخرف۔ نمبر وغیرہ تو نہیں دیا اس نے۔ ویسے تمہیں اس کا نمبر کیوں چاہیے؟"

"وہ میں بس سوچ رہی تھی کہ اسکا شکریہ ادا کر دوں۔ تحفہ جو لایا تھا وہ۔"

"ہاں، لیکن کوئی نمبر نہیں دیا اس نے۔ بلکہ مجھے تو اس دن وہ کافی پریشان لگ رہا تھا۔ میں نے پوچھا تو کہنے لگا کہ کام کی وجہ سے پریشان ہوں۔" زخرف نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اپنے اپارٹمنٹ میں آکر وہ سیدھا ٹیرس پر آئی۔ وہ اسی کے ٹیرس کو دیکھنے لگی۔ وہ اس کے پاس ویڈیو لے کر کیوں نہیں آیا؟ کیوں اس نے آکر کوئی جھگڑا نہیں کیا؟ اسے چاہیے تھا وہ ثبوت لے کر آتا، اسے حقیقت دکھاتا اور اس سے پوچھتا کہ کیوں اس نے بغیر کسی تحقیق کے اسکا گریبان پکڑا۔ اسے برا بھلا بولتا، چیختا چلاتا، اس سے شکوے کرتا۔ لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ وہ خاموشی سے چلا گیا۔ زخرف کو ہمیشہ کے لیے ایک بے چینی کے حوالے کر کے۔

ایک خیال کے تحت وہ اندر چلی گئی۔ کچھ دیر بعد وہ نیچے انتظامیہ کے دفتر میں تھی۔ سامنے ایک بوڑھا آدمی عینک لگائے رجسٹر میں کچھ تلاش کر رہا تھا۔ ایک جگہ وہ رکا اور سر اٹھا کر زخرف کو دیکھا۔

"مل گیا ہے نمبر بٹیا۔" زخرف نے فوراً آگے بڑھ کر نمبر کاپی کیا اور انکا شکریہ ادا کر کے باہر آگئی۔ اس نے نمبر ملایا اور کان کو لگا کر پارکنگ کی سیڑھیوں پر بیٹھ گئی۔ نمبر ملا کر بھی اسے مایوسی ہوئی۔ اس کا نمبر بند تھا۔ شاید وہ واقعی ملک سے جا چکا تھا۔

اس نے چہرہ موڑ کر دور پارکنگ میں کھڑی گاڑیوں کو دیکھا۔ جہاں ارسم کی گاڑی کھڑی ہوتی تھی آج وہاں کوئی اور گاڑی تھی۔ کیا جانے والوں کی جگہ اتنی جلدی بھر جاتی ہے؟ اس کے فون پر میسج کی رنگ ہوئی تو اس نے واٹس ایپ کھولا۔ وہاں پیٹر رچرڈسن کا میسج تھا۔ اس نے ایک ریستوران کی لوکیشن بھیجی تھی۔ زخرف نے فون بند کر دیا۔ اس نے پھر سے اس طرف دیکھا جہاں ارسم کی بجائے کسی اور کی گاڑی تھی۔ شاید جانے والوں کی جگہ بھر جاتی ہے لیکن ان کی باتیں، ان کی سنائی کہانیاں، ان کے دیے سبق ہمیشہ آپ کے ساتھ رہتے ہیں۔ ایک اچھے دوست کی طرح۔ وہ اٹھ کر لفٹ کی جانب بڑھ گئی۔ لفٹ کے قریب رک کر اس نے اپنی ٹراوزر کی جیب سے ایک گولیوں کا پتہ نکالا۔ وہ نیند کی گولیوں کا پتہ تھا۔ اس نے پاس پڑے ایک ویسٹ بن میں اسے ڈال دیا اور لفٹ میں داخل ہو گئی۔ وہ جانتی تھی اب اسے کیا کرنا ہے۔ بہت سارے کام تھے اور اسے اس کے لیے خود کو تیار کرنا تھا۔

••••••••••••••••••••••••••••

وہ صوفے پر بیٹھی تھی گھٹنوں میں سر دیے۔ اس کا چہرہ ہر طرح کے جذبات سے خالی تھا۔ یوسف کسی پینڈولم کی طرح اس کے سامنے ادھر ادھر چکر کاٹ رہے تھے۔ ان کے چہرے پر اضطراب تھا۔ ان کی آنکھوں میں غصہ تھا۔ ایذا اس کے ساتھ صوفے پر بیٹھی تھی۔ اس کا رخ زخرف کی جانب تھا اور وہ کاٹ دار نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"بہت شوق ہے تمہیں بہادر بننے کا۔ ہاں؟ تم سے بڑا ابھی بے وقوف کوئی ہی ہو گا۔" وہ بلند آواز میں بولی تھی۔ زخرف نے کوئی جواب نا دیا۔

"زخرف تمہیں کم از کم مجھے تو بتایا چاہیے تھا نا۔ تم اتنی بڑی بات کو اتنا لائٹ کیسے لے سکتی ہو۔" یوسف اس کے پاس رک کر بولے۔ زخرف نے کوئی جواب نا دیا۔

باہر کا دروازہ کھلا اور جہانگیر اندر داخل ہوا۔ یوسف فوراً اس کے پاس گئے۔

"یہاں اپارٹمنٹ میں کچھ دن پہلے کوئی گھسا تھا وہ بھی زخرف کی موجودگی میں۔ لیکن زخرف نے اس کو دیکھا نہیں۔" یہ بات سنتے ہی جہانگیر نے حیران ہو کر زخرف کی جانب دیکھا۔

"لیکن ایسا کب ہوا؟"

"تقریباً ایک ہفتہ پہلے۔ لیکن وہ کیا ہے نا ہماری زخرف میڈم بہت بہادر ہیں۔ اس لیے انہوں نے سوچا کہ وہ خود ہی سب ہینڈل کر لیں گی۔" ایذا پہلے سے زیادہ کاٹ دار لہجے میں بولی۔

"وہ زخرف کے کمرے میں آیا تھا۔ لیکن ہم نہیں جانتے کہ وہ کس مقصد کے لیے آیا تھا۔" اب کے یوسف بولے۔

"اس کے لیے کمرے کی تلاشی لینے پڑے گی۔" جہانگیر نے چہرہ زخرف کی جانب موڑا۔ "بی بی کیا میں آپ کا کمرہ دیکھ سکتا ہوں؟" زخرف نے ہنوز کوئی جواب نا دیا۔

"میرے ساتھ آؤ۔" یوسف جہانگیر کو کمرے کی جانب لے گئے۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

پیچھے لاونج میں وہ دونوں رہ گئیں۔ ایذا افسوس سے اسے دیکھ رہی تھی۔ کچھ لمحے گزرے اور یوسف تیز قدموں سے چلتے باہر آئے۔ ان کے ہاتھوں میں ایک ناخن کے برابر کالے رنگ کی کوئی شے تھی۔ انہوں نے زور سے وہ سامنے کی دیوار پر ماری۔

"کمرے میں کیمرہ لگایا گیا تھا۔" ان کی آنکھیں طیش سے لال ہو رہی تھیں۔

"کیمرہ؟" ایذا نے دونوں ہاتھ ہونٹوں پر رکھے۔ وہ اس چھوٹے سے کیمرہ کو دیکھ رہی تھی جو دیوار سے ٹکرا کر ان کے قریب آکر گرا تھا۔

"صرف ایک کیمرہ ہی تھا۔" جہانگیر کہتا ہوا کمرے سے باہر آیا۔

زخرف اب سر اُٹھا کر زمین پر گرے اس کیمرہ کو دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں کچھ تبدیل ہوا تھا۔ وہ آگے کو جھکی اور وہ کیمرہ اٹھایا۔ کیمرہ اٹھا کر وہ چہرے کے مقابل لائی۔ اس چھوٹے کالے کیمرے کا عکس اس کی بھوری آنکھوں کی ٹکیوں میں چمک رہا تھا۔

"اللہ غرق کرے ان کو۔ اس دنیا میں ہی آگ میں جلیں وہ۔" ایذا اپنا سر ہاتھوں میں دیے بولی۔ یوسف زخرف کو دیکھ رہے تھے۔ وہ اس کے قریب آئے اور اس کے سامنے زمین پر بیٹھے۔ زخرف نے آنکھیں اٹھا کر ان کو دیکھا۔ یوسف نے اس کے دونوں ہاتھ تھامے۔ کیمرہ زخرف کے ہاتھوں سے پھسل کر نیچے جا گرا۔

"میں ہوں نا۔" اس کا ایک ہاتھ وہ لبوں تک لے کر گئے اور اسے چوما۔ "میرے ہوتے ہوئے تمہیں کچھ نہیں ہو گا۔"

زخرف نے اپنا سر آگے کیا اور ان کے سر سے ٹکا لیا۔ ان کے سر سے سر ٹکائے بھی اس کی نظر اس کیمرہ پر تھی۔ اس کی آنکھوں میں ایک ابال سا تھا جو اٹھ رہا تھا۔ اور وہ اب جانتی تھی کہ اسے وہ ٹھنڈا کیسے کرنا ہے۔

....

زخرف نے گرے رنگ کا کوورڈ سیٹ پہن رکھا تھا۔ پیروں میں کالے رنگ کے کورٹ شوز تھے۔ اس نے اپنا کالا پرس بغل میں دبایا اور آنکھوں سے سن گلاسز اتار کر سر پر ٹکائیں۔ ایک ہاتھ سے دروازہ دھکیل کر وہ ریستوران کے

اندر داخل ہوئی۔ چہرے کا ہلکا میک اپ اسے بے حد فریش دکھا رہا تھا۔ اسے دور سے پیٹر رچرڈسن تھری پیس میں ملبوس بیٹھے دکھ گئے۔ زخرف نے ان کی ٹیبل کی جانب قدم بڑھا دیے۔

ٹیبل کے قریب پہنچ کر اس نے مسکرا کر اس آرٹ کے مداح کو دیکھا۔

"کیسے ہیں آپ، مسٹر پیٹر۔" وہ فوراً اپنی کرسی سے اٹھے۔

"آپ مس زخرف ہیں؟"

"سب لوگوں کو تو ایسا ہی لگتا ہے۔ اور مجھے بھی لگتا ہے کہ سب کو ٹھیک لگتا ہے۔" وہ اس کی بات پر ہنس دیے۔

"آپ سے مل کر خوشی ہوئی مس زخرف۔" انہوں نے اپنا ایک ہاتھ آگے بڑھایا۔ زخرف نے اپنے سر پر ٹکی سن گلاسز اتار کر ہاتھ میں پکڑ لیں۔

"تشریف رکھیں۔" اسی ہاتھ سے انہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ انہوں نے اپنا ہاتھ واپس کھینچ لیا۔

"اوہ۔۔ اوکے۔"

زخرف نے سن گلاسز اپنے بیگ میں ڈالی اور بیگ اپنے ساتھ کرسی پر رکھ دیا۔

"مجھے خوشی ہے کہ آپ میری پینٹنگ خریدنے کے بارے میں سوچ رہے ہیں۔"

"آپ کی پینٹنگ ہی ایسی تھی، اسے خریدنے کے بارے میں سوچنا لازم تھا۔" زخرف ان کی بات پر رسمی سا مسکرا دی۔

"تو پھر۔۔ ام۔۔۔ آپ مجھے وہ پینٹنگ بیچنے کے لیے تیار ہیں؟"

"ظاہر سی بات ہے مسٹر پیٹر، اگر میں نے وہ پینٹنگ ڈسپلے کی ہے تو میں اسے بیچنا چاہتی ہوں۔"

"آپ کے پاس بہت بڑا ہنر ہے۔ میں بہت خوش ہوں کہ میں نے آپ کو دریافت کیا۔"

"مجھے بھی خوشی ہے کہ میرے ہنر کو پہلا قدردان آپ کے جیسا ملا۔"

"میں آپ کی پینٹنگ کو اپنی گیلری میں ڈسپلے کرنے کے لیے بے تاب ہوں۔ اور اس پینٹنگ کے میں آپ کو دس لاکھ پاکستانی روپے دوں گا۔" زخرف جواب میں صرف مسکرائی۔

"کچھ کہیں گی نہیں آپ۔"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"آج موسم کافی اچھا ہے۔"

"میں پینٹنگ کی بات کر رہا ہوں۔" وہ ہنس کر بولے۔

"مجھے یقین ہے میرے ملک کے لوگوں نے آپ کی اچھی مہمان نوازی کی ہو گی۔"

"بیس لاکھ۔" پیٹر رچرڈسن نے ایک ابرو اٹھائی۔

"میری دعا ہے آپ امریکا واپس بخیریت جائیں۔" وہ مسلسل مسکرا رہی تھی۔

"تیس لاکھ۔"

"یہاں کا کھانا بہت اچھا ہے۔ میں اور میری دوست اکثر یہاں سے کھانا کھاتے ہیں۔ امید کرتی ہوں آپ کو بھی پسند آئے گا۔" اتنا کہہ کر وہ اپنا پرس پکڑے کھڑی ہو گئی۔

"چالیس لاکھ۔"

"اور ہاں، سوشی ضرور ٹرائی کیجیے گا یہاں کی۔ میری دوست کی فیورٹ ہے۔" کہہ کر وہ جانے کے لیے مڑ گئی۔

"پچاس لاکھ۔" اب کے زخرف کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔ وہ واپس مڑی اور پھر سے اپنی کرسی پر بیٹھ گئی۔

"مجھے لگتا ہے میری پینٹنگ آپ کی ہی قسمت میں ہے۔" وہ ایک دم سر پیچھے پھینک کر ہنسے۔

"آپ ابھی بھی گھاٹے کا سودا کر گئی مس زخرف۔ لگتا ہے آپ اپنے ہنر سے اچھی طرح واقف نہیں ہیں۔"

"میرے ہنر کو مجھ سے زیادہ اور کون جان سکتا ہے؟ ابھی ہم نے ڈیل ڈن نہیں کی۔ پچاس لاکھ کے علاوہ بھی کچھ ہے جو مجھے چاہیے۔" پیٹر رچرڈسن نے ستائشی نظروں سے اسے دیکھا۔

"آپ میری سوچ سے زیادہ شاطر ہیں۔ بتائیں کیا چاہیے آپ کو۔"

"آپ کی سوشل میڈیا پر بہت بڑی فالونگ ہے۔ میں چاہتی ہوں آپ اپنے پلٹ فارم سے میرا آرٹ پروموٹ کریں۔"

"اگر آپ یہ نا کہتیں تب بھی میں ایسا ہی کرتا۔ نئے اور ہنرمند آرٹسٹ کو پروان چڑھوانا میرا سب سے پسندیدہ کام ہے۔" زخرف جواب میں مسکرا دی۔ "تو پھر ہمارا معاہدہ ہو گیا؟" انہوں نے پھر سے ہاتھ آگے بڑھایا۔ زخرف نے ان کے ہاتھ کو دیکھا اور ایک پانی کا گلاس پکڑ کر ان کے ہاتھ میں تھما دیا۔

"اوہ ہاں۔۔۔پانی۔ میں سوچ ہی رہا تھا کہ پانی پیوں۔"

زخرف اپارٹمنٹ واپس آکر لفٹ سے نکلی اور آگے بڑھ گئی۔ اپنے کاریڈور میں داخل ہوئی تو اس کے اپارٹمنٹ کے باہر ایک گارڈ کھڑا تھا۔ گارڈ نے ایک نظر زخرف کو دیکھا اور نظریں جھکا لیں۔ زخرف گارڈ کو مکمل نظر انداز کرتی ارسم کے اپارٹمنٹ تک آئی۔ ایک ہاتھ اٹھا کر اس کے دروازے پر رکھا۔ ایک آنسو بائیں آنکھ سے نکل کر گال پر بہہ گیا۔

"میری پہلی پینٹنگ بِک گئی ہے۔ یہ سب صرف تمہاری وجہ سے ہوا ہے۔ تھینک یو، تھینک یو سو مچ۔"

••••••••••••••••••••••••••••••

یہ وہی ڈھابے کی طرز پہ بنا خوبصورت سا کیفے تھا۔ اندر لوگوں کی گہما گہمی تھی۔ اپنی زندگیوں پر تبصرے کرتے لوگ چائے کا مزہ اٹھا رہے تھے۔ پورا کیفے پراٹھوں کی خوشبو سے مہک رہا تھا۔ ایک میز پر چار لڑکے بیٹھے تھے۔ وہ اونچی اونچی گپے ہانکتے ہنستے جا رہے تھے۔

انار گل ایک رومال سے اپنے ہاتھ صاف کرتا ان کی میز کے قریب آیا۔

"ماڑا کیا چاہیے تم کو؟" ان سب لڑکوں نے اکٹھے اس کی جانب دیکھا۔

"وہ بعد میں بتاتے ہیں پہلے یہ بتاو کہ تم نے منہ میں کیا ڈال رکھا ہے۔ نسوار؟" ایک لڑکے نے کہا تو باقی سب نے اونچی آواز میں قہقہہ لگایا۔

"جلدی بتاو کہ تم کیا لے گا۔ ہمیں اور گاہک کو بھی دیکھنا ہے۔" انار گل لال ہوتا بولا۔

"ارے یہ تو غصہ بھی کرتا ہے۔ مجھے لگا تھا نقلی ہے۔" ایک بار پھر سب ہنس پڑے۔ اب کے انار گل کی آنکھوں میں غصہ امنڈ آیا۔

"ہم یہاں کا مالک ہے۔ ایسے بدتمیزی مت کرو۔" وہ مزید لال ہوتا بولا۔

"یہ تو مذاق بھی اچھا کر لیتا ہے۔" ایک لڑکا زور سے اسکا گال کھینچتے ہوئے بولا۔ انار گل نے زور سے اسکا ہاتھ پرے ہٹایا اور بلند آواز میں ستم گل کو پکارا۔ ستم گل دوڑتا وہاں آیا۔

"کیا ہوا؟"

"یہ ہم کو پریشان کر رہا ہے۔" وہ ان لڑکوں کی جانب اشارہ کر کے بولا۔

"چچا اتنی چھوٹی عمر میں بچے کو نسوار کھلاتے شرم نہیں آتی تمہیں۔" وہ پھر بعض نا آئے۔

"اٹھو اور نکلو یہاں سے۔ ہماری دکان میں تمہارا جیسا اوباش کی کوئی جگہ نہیں ہے۔" ستم گل سختی سے بولا۔

"جاو کام کرو۔ اور زرا اپنے مالک کو بھی بلاو۔" ایک لڑکا تیزی سے بولا۔

"ہم ہی یہاں کا مالک ہے۔ اور اگر تم اگلے دو منٹ میں یہاں سے تتر بتر نا ہوا تو ہم لوگوں کو اکٹھا کر کے تم کو باہر پھنکوائے گا۔"

کچھ دیر ان کی بحث چلتی رہی۔ پھر وہ لڑکے اٹھ کر چلے گئے۔ ستم گل اندر کچن میں چلا گیا تو انار گل اس میز کو کپڑے سے صاف کرنے لگا۔ کپڑا میز پر پھیرتے کسی نے اسکا ہاتھ پکڑا۔ اس نے فورا مڑ کر دیکھا۔ اسکا ہاتھ پکڑنے والی زخرف تھی۔ وہ اس کے پاس جھکی اور ہونٹوں پر ہاتھ رکھ کر اسے چپ رہنے کا کہا۔ اس کا ہاتھ پکڑے وہ اسے باہر لے آئی۔

باہر آکر اس کا ہاتھ تھامے وہ سامنے سڑک کے فٹ پاتھ پر چلنے لگی۔ انار گل نے چہرہ اٹھا کر اس کو دیکھا۔

"تم کب سے ہم سے ملنے نہیں آیا۔ ہم تم کو روز یاد کرتا ہے۔ کیا تم اپنا باقی دوستوں سے بھی ایسے دیر سے ملتا ہے؟"

زخرف اس کی بات پر رکی۔ وہ بھی اس کے ساتھ رک گیا۔

وہ وہیں فٹ پاتھ پر بیٹھ گئی تو انار گل بھی اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔

"میں آج تم سے ایک بہت ضروری بات کرنے آئی ہوں انار۔" وہ سامنے گزرتے ٹریفک کو دیکھ کر بولی۔

"اگر تم کو کہنا ہے کہ سکول چلے جاو تو ہم کو تمہارا بات نہیں سننا۔"

"میں بہت چھوٹی تھی، شاید سات آٹھ برس کی جب ہمارے محلے میں ایک فقیر ہوتا تھا۔" وہ انار گل کو نہیں دیکھ رہی تھی۔ اور انار گل اسی کو دیکھ رہا تھا۔ "وہ پھٹے پرانے کپڑے پہنتا تھا۔ ہر وقت گندا رہتا تھا۔ سب بچے اسے پتھر مارتے تھے۔ لیکن جانتے ہو مجھے وہ برا نہیں لگتا تھا۔ میں اس سے دوستی کرنا چاہتی تھی لیکن وہ کسی سے دوستی نہیں کرتا تھا۔"

انار گل اسکا چہرہ دیکھ رہا تھا اور وہ سامنے ٹریفک کو۔ ایک بھکاری جو کہ نہایت گندے کپڑوں میں ملبوس تھا ان کے پاس

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

آ کر جھکا اور اپنا پیسوں کا پیالہ ان کے سامنے کیا۔ انار گل نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک بیس کا نوٹ نکال کر اس کے پیالے میں ڈال دیا۔ بھکاری آگے بڑھ گیا۔

"میری اس کو پسند کرنے کی ایک وجہ تھی اور وہ یہ تھی کہ وہ پینٹ کرتا تھا۔ وہ نا جانے کہاں سے پینٹنگ کا سامان اٹھالاتا تھا اور گلی کے کونوں میں بیٹھ کر پینٹنگز بنایا کرتا تھا۔ کوئی بھی اس کی پینٹنگز کو ایک نظر بھی نہیں دیکھتا تھا۔

"لیکن مجھے اسکا پینٹ بہت امیز کرتا تھا۔ شروع میں جب میں اس کے پاس جاتی تھی تو وہ مجھے جھڑک دیتا تھا۔ مجھے دھکا دے کر پیچھے ہٹا دیتا تھا۔ لیکن میں باز نہیں آتی تھی۔ اس کو پینٹ کرتے دیکھنا میرے لیے ایک لگثری کی طرح تھا۔ اس نے بھی آہستہ آہستہ مجھے کچھ کہنا چھوڑ دیا۔ مجھے جب بھی وہ گلی میں دکھتا تو میں دوڑ کر اس کے قریب بیٹھ جاتی اور اسے مہارت سے کینوس پر سٹروک چلاتے دیکھتی۔ میں اس سے سو طرح کے سوال پوچھتی لیکن وہ کبھی جواب نا دیتا۔ میں اس سے پوچھتی تھی کہ وہ ان پینٹنگز کو بنانے کے بعد کیا کرتا ہے لیکن وہ مجھے کبھی نا بتاتا۔ پھر میں نے ایک دن اسے فولو کیا۔ اس نے ایک نہایت خوبصورت پینٹنگ بنائی تھی۔ اسے لے کر وہ دور ایک ویران علاقے میں گیا۔ وہاں اس نے زمین میں ایک گڑھا کھودا اور اپنی پینٹنگ اس گڑھے میں دفن کر دی۔ میں بہت حیران ہوئی۔

"میں اس کے قریب گئی اور اس سے بہت جھگڑا کیا۔ میں نے کہا کہ وہ بہت غلط کرتا ہے۔ اس دن پہلی دفعہ میں نے اس کی آواز سنی۔ اس نے مجھے صرف ایک جملے میں جواب دیا تھا۔ اس نے کہا "یہاں کوئی اس لائق نہیں ہے جو میری پینٹنگز کو دیکھ سکے، اس لیے میں ان کو دفن کر دیتا ہوں۔" اس وقت مجھے اس کی بات سمجھ نہیں آئی تھی۔" زخرف رکی اور انار گل کی جانب مڑی۔

"جانتے ہو وہ کون تھا انار؟ وہ میرا سب سے پہلا استاد تھا۔ وہ عظیم انسان جس سے میں نے اپنا پہلا ہنر سیکھا۔" انار گل خاموشی سے اسکا چہرہ دیکھتا رہا۔ آدھی سے زیادہ باتیں اس کے سر سے گزر رہی تھیں۔

"پھر کچھ سالوں بعد میں نے ایک آرٹ اکیڈمی دریافت کی۔ وہاں بچے پینٹنگز سیکھتے اور بناتے تھے۔ میں نے وہاں جانا شروع کیا اور وہاں ان بچوں کے ویسٹ سامان سے پینٹ کرنا شروع کر دیا۔ میں نے اپنے اس ہنر کو ہمیشہ چھپا کر رکھا انار۔ میں نے اس بارے میں کبھی کسی کو نہیں بتایا۔"

"تم پینٹ کرتا ہے لیکن چھپ کر۔ کیوں؟ تم اچھا پینٹ نہیں کرتا کیا؟" زخرف انار گل کی بات پر مسکرائی۔

"ہمم، اپنے استاد سے زیادہ اچھا تو ہر گز نہیں کرتی۔ جانتے ہو اگر ان کی پینٹنگز منظر عام پر آتیں تو آج ان کو دنیا جانتی۔"

"وہ بھکاری بہت کم عقل تھا۔ اس کو اپنا حلیہ درست رکھنا چاہیے تھا تا کہ لوگ اس کی بدبو سے دور نا بھاگتے۔ اس طرح لوگ اسکا پینٹنگز بھی دیکھتے۔" زخرف مسکراتے ہوئے اس کی جانب مڑی۔

"لیکن یہ بات ہر ایک کو سمجھ میں نہیں آتی ہے۔ جیسے میں تمہیں کہتی ہوں کہ تمہیں سکول جانا چاہیے تا کہ تم زندگی میں آگے بڑھ سکو لیکن یہ بات تمہارے بھیجے میں نہیں بیٹھتی۔" وہ اس کے سر پر انگلی سے دستک دیتی بولی۔

"ہم کو پتہ تھا، آخر میں تم سکول پر ہی آئے گا۔" انار گل منہ بسور کر بولا۔

"نہیں آج میں تمہیں یہ ہر گز نہیں کہنے آئی۔ جب تک تمہارا دل قائل نہیں ہو گا تمہیں کوئی بھی راضی نہیں کر سکتا۔ آج میں تمہیں کچھ اور بتانے آئی ہوں۔"

"وہ کیا؟"

"ہو سکتا ہے اب میں یہاں دوبارہ نا آؤں۔ میں تم سے ایک آخری دفعہ ملنے آئی ہوں۔"

"آخری دفعہ؟" انار گل کی آواز نہایت دھیمی تھی۔

"ہاں مجھے ایسا لگتا ہے کہ اب میں تم سے جب چاہے ملنے نہیں آسکوں گی۔" اس نے دور سڑک پر کھڑی ایک گاڑی کی جانب دیکھا۔ اس میں سول کپڑوں میں موجود چند گارڈز تھے۔ ایک گارڈ کی نظریں اس جانب ہی تھیں اور باقی چوکنا سے چاروں طرف دیکھ رہے تھے۔

"تم ایسا کیسے کر سکتا ہے۔ تم ہم کو چھوڑ کر جا رہا ہے۔" انار گل روہانسی آواز میں بولا۔

"میری ایک مجبوری ہے انار۔" زخرف نے اس کی جانب دیکھا لیکن وہ چہرہ موڑ گیا۔

"تم آج بھی نا آتا۔ اگر تمہیں یہی کرنا تھا تو تم نے ہم سے دوستی کیوں کیا۔"

"انار۔" زخرف نے اس کا ہاتھ تھامنا چاہا لیکن وہ چھڑوا کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"ہم تم سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔ ہمارے پیچھے مت آنا۔" وہ اپنے کیفے کی جانب دوڑنے لگا۔ آنکھوں سے موٹے موٹے آنسو بہہ رہے تھے جنہیں وہ آستین سے رگڑتا جا رہا تھا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

کیفے میں آکر وہ سیدھا کچن میں آیا۔ ستم گل بڑے سے چائے کے دیگچے میں چمچ ہلا رہا تھا۔ اس نے مڑ کر انار گل کو دیکھا۔

"انار گلے، کہاں چلا گیا تھا تم؟" انار گل اسکا جواب دیے بنا ایک طرف شیلف کے نیچے بنی ہوئی جگہ میں گھس کر بیٹھ گیا۔ ستم گل اپنی چائے چھوڑ کر اس کے پاس آیا اور نیچے بیٹھا۔ وہ موٹے آنسوؤں سے رو رہا تھا۔

"ماڑا ہمارا انار تو آنسو بہا رہا ہے۔ کیا ہوا ہے بتاؤ ہم کو؟"

"وہ ہمارا اکلوتا دوست تھا۔ ہم اس سے بہت پیار کرتا تھا لیکن وہ چلا گیا۔ اس نے کہا کے وہ واپس نہیں آئے گا۔"

"کون چلا گیا؟"

"زخرف خور۔ ستم گلے وہ ہمیں چھوڑ کر چلا گیا۔"

"ہو سکتا ہے وہ دوسرے شہر کسی کام سے جا رہا ہو۔ تم اداس کیوں ہوتا ہے، وہ ضرور آئے گا۔"

"نہیں اس نے کہا وہ نہیں آئے گا۔"

"تو صرف وہی تو نہیں ہے نا جو تمہارا دوست بن سکے۔ تم یہ ساتھ والا سالک کا بچہ سے دوستی کر لو۔ یاں پھر وہ کونے والا حبیب، اس کا بیٹا بھی تمہاری عمر کا ہے۔"

"وہ مجھ سے دوستی نہیں کرتا۔ وہ ہمارا مذاق اڑاتا ہے۔ وہ کہتا ہے ہم کو ٹھیک سے بات نہیں کرنا آتا۔" ستم گل نے ہاتھ آگے بڑھا کر اس کے گال صاف کیے۔

"انار گلے تم تو ستم گل کا جگر ہے تم ستم گل کا خون ہے۔" اس نے انار گل کو بازو سے پکڑ کر باہر نکالا اور اپنی جیب سے رومال نکال کر اسکی آنکھیں صاف کرنے لگا۔

....

سعد کے کمرے میں آج غیر معمولی طور پر بتی جل رہی تھی۔ وہ بستر میں نیم دراز لیٹا تھا۔ موبائل ایک ہاتھ میں تھامے سامنے کر رکھا تھا۔

افتی چلتا ہوا کمرے میں آیا۔ اس کے چہرے پر دھیما دھیما غصہ دکھتا تھا۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"سعد کب تک گھر بیٹھو گے۔ تمہیں کسی بھی چیز کی پرواہ ہے۔ آج اتنی ضروری میٹنگ تھی اور تم نے کینسل کر۔۔۔"

"ششش۔" سعد نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا بولا۔

"کیا دیکھ رہے ہو تم؟" افتی آگے بڑھا اور اس کے فون پر جھکا۔ اس کے فون پر زخرف کا کمرہ دکھتا تھا۔ وہ موبائل کی روشنی کیے بیڈ کے نیچے کچھ تلاش کر رہی تھی۔ افتی سیدھا ہوا۔

"بس کر دو سعد۔ اس عورت نے تمہیں برباد کر دیا ہے۔"

"میں نے کہا نا خاموش رہو۔ وہ مزید کوئی کیمرہ تلاش کر رہی ہے۔" افتی نے اپنی کنپٹی کو چھوا۔

"میں نے اسے بہت پریشان کر دیا ہے۔ اب وہ جب بھی کمرے میں آتی ہے تو ہر چیز میں کیمرہ تلاش کرنا شروع کر دیتی ہے۔"

"سعد تم میری بات سن بھی رہے ہو۔"

"گلدان میں لگے کیمرہ کو تلاش کرنا آسان تھا لیکن اس کیمرے کو کوئی چاہ کر بھی تلاش نہیں کر پائے گا۔" اس نے سر اٹھا کر افتی کو دیکھا۔ "لیکن میں سوچ رہا ہوں اسے بھی وہاں سے ہٹوا دوں۔ میں اسے پریشان نہیں دیکھ سکتا۔" افتی چند لمحے افسوس سے اسے دیکھتا رہا پھر لمبے لمبے ڈگ بھرتا کمرے سے نکل گیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔

زخرف نے فون کی ٹارچ بند کی اور کھڑی ہو کر پورے کمرے میں نظر دوڑائی۔ اس نے ساری دیواروں کو دیکھا۔

دیواروں پر سوائے ایک وال کلاک کے کچھ نا تھا۔ زخرف نے وال کلاک کی جانب دیکھا۔۔۔۔۔۔۔

وہ اسی کو دیکھ رہی تھی۔ زخرف مرجان سعد آغا کو دیکھ رہی تھی۔ سعد کے ہاتھ لمحے بھر کو کانپے۔۔۔۔۔۔

زخرف وال کلاک کو دیکھ رہی تھی۔ شام کے چار بجے تھے۔ اس نے کلاک سے نظریں ہٹالیں اور باہر لاونج میں چلی گئی۔ اندر کلاک پر بارہ پر موجود سوئی آہستہ آہستہ سرکنے لگی۔ جب وہ دو کے ہندسے سے ہٹی تو وہاں دو کے ایک کنارے پر کچھ تھا۔ جیسے کوئی چھوٹی سی آنکھ ہو۔

زخرف باہر لاونج میں آئی تو صوفے پر پڑا اس کا فون بجنے لگا۔ اس نے فون اٹھا کر کان سے لگایا۔

"ہیلو۔"

"ہیلو زخرف کیسی ہو۔" ایم جی اپنی ازلی جوش سے بھری آواز میں بولا۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"میں ٹھیک ہوں ایم جی۔ تم بتاؤ خیریت ہے؟"

"آ۔۔۔ تمہیں یاد نہیں ہے کل کیا ہے؟"

"کل؟" زخرف نے چند لمحے ٹھہر کر سوچا۔ "کیا ہے کل؟ مجھے نہیں یاد۔" آگے سے ایم جی کچھ دیر خاموش رہا۔

"کیا کل کوئی خاص دن ہے؟"

"کل میری سالگرہ ہے زخرف۔"

"اوہ۔۔۔" زخرف افسوس سے بولی۔ اپنے سر پر دھیرے سے چت لگائی۔ "دراصل میری یاداشت بہت کمزور ہو گئی ہے۔ مجھے تو اب اپنی سالگرہ بھی یاد نہیں رہتی۔" وہ اپنی شرمندگی کو چھپاتی بولی۔

" کل میرے گھر برتھ ڈے پارٹی ہے۔ میرے سب دوست آ رہے ہیں۔ میں چاہتا ہوں تم بھی آو۔ اور دیکھو پلیز انکار مت کرنا۔ مجھے بہت اچھا لگے گا اگر تم آو گی۔"

"ہاں میں ضرور آوں گی۔ تم بتاو تمہیں تحفہ کیا چاہیے؟" ایم جی آگے سے ہنس دیا۔

"تم جو چاہے لا سکتی ہو۔"

فون بند کر کے وہ پھر سے کمرے میں آگئی۔ الماری کھول کر وہ کل کے لیے کوئی کپڑے نکالنے لگی۔ وال کلاک کے بارہ میں چھپی وہ آنکھ اسے ابھی بھی دیکھ رہی تھی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

....

اس کی گاڑی لاہور کے ایک بیوٹی سیلون کے سامنے آ کر رکی۔ زخرف نے گاڑی روک کر سائڈ ویو مرر میں دیکھا۔ اس کی گاڑی سے دور وہ اس سیکیورٹی کی گاڑی کو دیکھ سکتی تھی۔ ایذا اس کے ساتھ پیسنجر سیٹ پر بیٹھی تھی۔ اس نے گردن موڑ کر زخرف کو دیکھا۔

"کیا کروانا ہے تم نے؟" زخرف اس کی بات کا جواب دیے بنا اپنا پرس پکڑ کر گاڑی سے نکل گئی۔

وہ دونوں ایک ساتھ سیلون میں داخل ہوئیں۔ ایذا نے اپنے ہاتھ سامنے کر کے اپنے ناخن دیکھے۔

"سوچ رہی ہوں میں بھی نیلز ڈن کروالوں۔" وہ دونوں آگے بڑھیں اور ساتھ ساتھ کرسیوں پر بیٹھ گئیں۔ دو سٹاف کی لڑکیاں دوڑتی ان کی جانب آئیں۔

"میرا مینیکیور کر دو۔" ایذا نے مسکرا کر سٹاف کی لڑکی کو کہا۔ وہ لڑکی اس کے ہاتھ پکڑ کر اس کے ناخنوں کا جائزہ لینے لگی۔ دوسری لڑکی زخرف کے پیچھے کھڑی سامنے شیشے میں اسکا عکس دیکھ رہی تھی۔

"آپ کیا کروائیں گی میڈم؟"

زخرف نے اپنے بالوں سے کیچر نکالا تو اسکے بال بکھر کر کندھوں پہ آگرے۔ اس نے بالوں کو درست کرتے پوری کمر پر بکھیر دیا۔ سیاہ بالوں کے اندر سے تین تین انچ بھورے بال نکل چکے تھے۔

"میرے بالوں کا رنگ لائٹ براون ہے۔ کچھ عرصہ پہلے میں نے ان پر سیاہ رنگ کیا تھا۔ میں چاہتی ہوں تم اس سیاہ رنگ کو نکال دو۔" ایذا نے چہرہ موڑ کر اسے دیکھا۔ بولی کچھ نہیں۔

سٹاف گرل نے زخرف کے بال ہاتھوں میں لیے اور کرسی کے پیچھے کو گرا دیے۔ زخرف نے کرسی سے سر ٹکائے اپنی آنکھیں موندھ لیں۔

تقریباً تین گھنٹے بعد وہ دونوں فارغ ہو چکی تھیں۔ ایذا وہیں شیشے کے سامنے کھڑی اپنے تازہ بنے ناخنوں پر لگے نیلے نیل کلر کو سوکھا رہی تھی۔ ناخنوں پر پھونک مارتے اس نے زخرف کی جانب دیکھا۔ وہ بھی شیشے کے سامنے کھڑی تھی۔ اس کے بالوں میں سیاہ رنگ کا نام ونشان ناپید تھا۔ تازہ بلوڈرائے نے ہلکے بھورے بالوں کا والیم بڑھا کر انہیں مزید خوبصورت بنا دیا تھا۔ وہ مسکراتے ہوئے اپنے بالوں کو سنوار رہی تھی۔ ایذا خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔ بالوں کو سنوار کر زخرف کچھ دیر شیشے میں اپنا عکس دیکھتی رہی پھر شیشے کے پاس پڑے لپ سٹک باکس سے ایک گہری لال رنگ کی لپ سٹک اٹھائی۔ اپنے عکس کو دیکھتے ہوئے اس نے لپ سٹک لگائی اور ایذا کی جانب مڑی۔

"چلیں؟" سنجیدگی سے پوچھا۔

"زی، تم بہت بدلی بدلی سی لگ رہی ہو۔" ایذا کی بات پر زخرف اپنا پرس تھامے اس تک آئی۔ اپنے پرس سے سن گلاسز نکالی پھر چہرہ اٹھا کر ایذا کو دیکھا۔

"جانتی ہو ایذا، جب دل ٹوٹے تو کیا ہوتا ہے؟" ایذا خاموش رہی۔ زخرف اس کی جانب جھکی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"جب دل ٹوٹتا ہے تو انسان پہلے جیسا نہیں رہتا۔ اس کے ارد گرد کی زندگی پہلے جیسی نہیں رہتی۔ سب کچھ بدل جاتا ہے۔ جن چیزوں کا خوف اس کے دل پر ہمیشہ حاوی رہتا ہے وہ خوف جھٹ سے ختم ہو جاتا ہے۔ جو مونسٹر اسے ہمیشہ ڈراتا ہے وہ ایک لمحے میں مونسٹر سے بلی بن جاتا ہے۔ جب دل ٹوٹے تو انسان بدل جاتا ہے ایذا۔ اور اس انسان کو پھر کوئی نہیں روک سکتا۔" اس نے اپنی سن گلاسز آنکھوں پر لگائی اور باہر کی جانب بڑھ گئی۔

ایذا کچھ دیر وہیں کھڑی اس کی باتوں کو پروسیس کرنے کی کوشش کرتی رہی۔ نا جانے کیا اول فول بولے جا رہی تھی وہ۔ وہ سر جھٹکتی کیش کاونٹر پر آگئی۔ اس کے وہاں آتے ہی کاونٹر کے اس پار لڑکی نے مسکرا کر اسے دیکھا۔

"آپ کا بل آپ کی فرینڈ پے کر چکی ہیں میڈم۔" ایذا نے حیران ہو کر باہر کی جانب دیکھا جہاں زخرف گئی تھی۔

"اسکا واقعی لگتا ہے دماغ ہل گیا ہے۔"

....

وہ اس وقت ڈریسنگ کے شیشے کے سامنے کھڑی تھی۔ اس نے ہلکے گلابی رنگ کی خوبصورت کام والی قمیض پہنی تھی۔ نیچے سفید ٹیولپ شلوار تھی اور پیروں میں سفید ہیلز۔ بھورے بال اس نے سیدھے کر رکھے تھے۔ اپنے میک اپ کو آخری ٹچز دے کر اس نے سفید رنگ کے چھوٹے چھوٹے ٹاپس کانوں میں پہنے۔ ٹاپس پہن کر وہ سیدھی ہوئی اور خود کو غور سے شیشے میں دیکھا۔ اس نے چہرہ موڑ کر پورے کمرے میں نظر دوڑائی۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ لیکن نا جانے کیوں اسے لگتا تھا کہ ہر وقت کوئی اسے دیکھ رہا ہے۔ اس نے سر جھٹکا، شاید یہ اسکا وہم تھا۔ جہانگیر پورے کمرے کی تلاشی لے چکا تھا اور وہاں مزید کوئی کیمرہ نہیں تھا۔

اس نے ڈریسنگ کا ڈرار کھولا اور اس میں سے چھوٹی سی کالے رنگ کی ڈبیہ نکالی۔ اسے کھول کر اس میں سے چمکتے ہیروں والا پینڈنٹ نکالا اور اپنی ایک چاندی کی چین میں اسے ڈالا۔ اپنی گردن پر پہن کر اس نے خود کو شیشے میں دیکھا۔ انگریزی کا حرف Z اس کی گردن پر چمک رہا تھا۔ وہ ایک انگلی اس پر پھیرنے لگی۔ اس پر انگلی پھیرتے اس کے ساتھ گزارا ہر لمحہ یاد آرہا تھا۔ اس کی یاد آتی تھی، ایک ایک منظر آنکھوں کے سامنے آتا تھا اور پھر ان مناظر کا اختتام

ایک بھیانک منظر پر ہوتا تھا۔ ارسم کا گریبان زخرف کے ہاتھوں میں ہوتا تھا۔ وہ ارسم کی آنکھوں میں بے یقینی بھرا غصہ دیکھ سکتی تھی۔

اس کو خیالات سے اس کے فون کی گھنٹی نے نکالا۔ اس نے فون دیکھا تو اس پر ایم جی کی کال آرہی تھی۔ وہ فون اور پرس پکڑے باہر کی جانب بڑھ گئی۔

....

یہ ایک چھوٹا مگر نہایت خوبصورت سوسائٹی میں بنا ایک گھر تھا۔ گھر کے اندر پاوڈر روم میں وہ کھڑا تھا۔ اپنا عکس شیشے میں دیکھتا وہ سفید شرٹ کے بٹن بند کر رہا تھا۔ اس کے پیچھے افتی کھڑا تھا۔ اس کے بازو پر کالے رنگ کا کوٹ تھا۔ سعد نے بٹن بند کر لیے تو افتی آگے بڑھا اور اسے کوٹ پہنایا۔ کوٹ پہن کر سعد سیدھا ہوا اور اپنا ایک ہاتھ منہ کے قریب کر کے سانس خارج کی۔ ہاتھ ناک کے قریب کر کے اس نے سونگھا۔ پھر ایک ڈرار کھولا اور اس میں سے ایک چھوٹی سی سپرے کی بوتل نکالی۔ اس نے اپنے منہ میں سپرے کی اور پھر سے اپنا سانس چیک کیا۔ سگریٹ کی بو اب کہیں نہیں تھی۔

"سب تیاریاں مکمل ہیں؟"

"ہاں، سب لڑکے لڑکیاں آچکے ہیں۔" افتی اس کے عکس کو دیکھتے بولا۔

"مجھے کسی قسم کی کوئی گڑبڑ نہیں چاہیے۔" سعد شیشے میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔ اس کی گال کے گڑھے گہرے ہوتے گئے۔

"فکر نہیں کرو بہت اچھے سے سمجھا دیا ہے سب کو۔ سب تمہارے دوستوں کی طرح بیہیو کریں۔"

"اور سب مجھے ایم جی بلائیں گے۔" سعد زور دے کر بولا۔

"ہاں ایسا ہی ہو گا۔"

"یہ میری زندگی کی ایک خوبصورت سالگرہ ہو گی۔" اس کے چہرے کی مسکراہٹ ہنوز ویسے ہی تھی۔ گال میں کھدے گھڑے بھی ویسے ہی تھے۔

ایک آدمی چلتا ہوا وہاں آیا۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ان کی گاڑی علاقے میں داخل ہو گئی ہے۔ چند منٹوں میں وہ یہاں ہوں گی۔" سعد تیزی سے افق کی جانب مڑا۔

"تم سب فوراً نکلو یہاں سے۔ اس کے آنے سے پہلے پہلے تم سب یہاں سے غائب ہو۔"

"او کے۔" افق سر ہلاتا وہاں سے چلا گیا۔ سعد نے ایک دفعہ پھر اپنا سانس چیک کیا۔

وہ پاوڈر روم سے نکلا اور چلتا ہوا اندر لاونج تک گیا۔ وہاں بارہ تیرہ لڑکے لڑکیاں موجود تھے۔ وہ سب آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ سعد کو دیکھتے ہی سب سیدھے ہوئے۔

"کوئی بھی کسی قسم کا بلنڈر نہیں کرے گا۔ او کے؟"

"ہم بلکل تیار ہیں۔ آپ ایم جی ہیں اور ہمارے دوست ہیں۔" ایک ریڈ کلر کے ٹاپ میں ملبوس لڑکی بولی۔

"گڈ۔ اور آپ نہیں تم۔" وہ تم پر زور دے کر بولا۔ اسی لمحے باہر گھنٹی بجی۔ "وہ آ گئی ہے۔ سب تیار رہو۔" ان کو کہتا وہ باہر کی جانب بڑھ گیا۔

دروازے کے قریب آ کر وہ رکا۔ اپنے بال اور کوٹ درست کیا۔ مسکراہٹ تھی کہ اس کے چہرے سے جدا نا ہوتی تھی۔ اس نے دونوں ہاتھ ہینڈلز پر رکھے اور دروازہ کھولا۔

بھورے بالوں والی لڑکی اس کے سامنے کھڑی تھی۔ زخرف مرجان سعد آغا کے سامنے کھڑی تھی۔ اس نے ہاتھ میں ایک گفٹ پیک پکڑ رکھا تھا۔ اور وہ مسکرا رہی تھی۔

"ہیپی برتھ ڈے ایم جی۔" وہ گفٹ اس کی جانب بڑھا کر بولی۔ سعد کی مسکراہٹ گہری ہوتی گئی۔

....

جاری ہے۔۔۔۔۔۔

باقی آئندہ

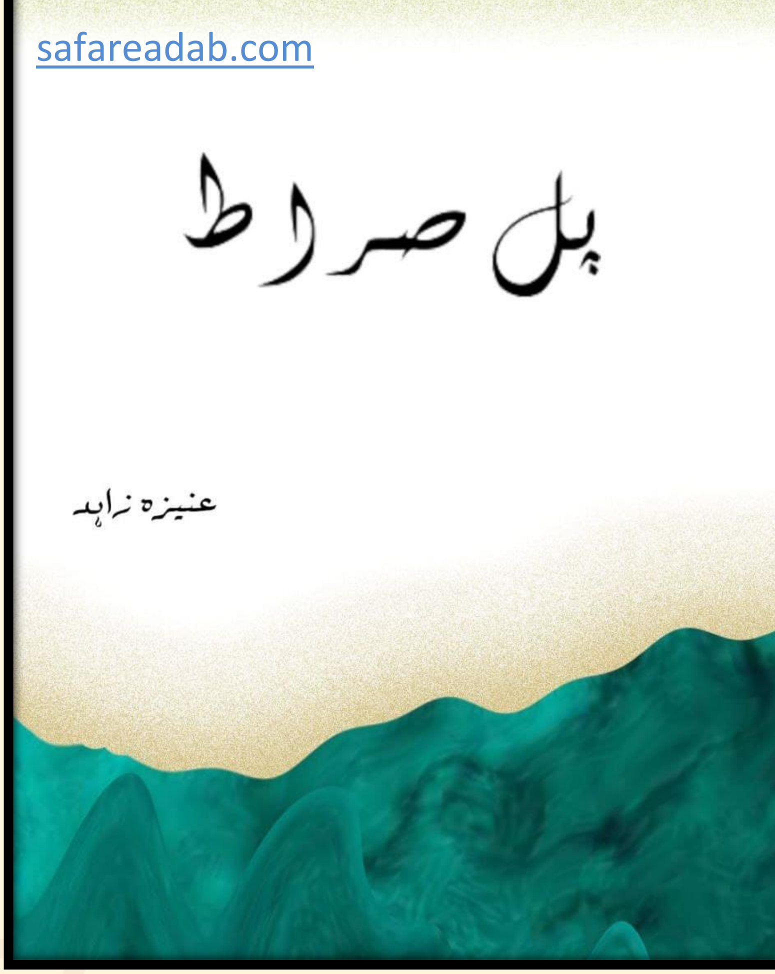

"تم مجھے ایک برا انسان سمجھتی ہونا۔ مجھے پہچاننے میں تم سے ذراسی غلطی ہوگئی۔ میں صرف برا نہیں، ایک بدترین انسان ہوں۔" وہ گلاس میں شراب انڈیلتے ہوئے ایک ٹرانس میں کہہ رہا تھا۔ شراب گلاس سے باہر گرنے لگی تھی پر اسے تو جیسے ہوش ہی نہیں تھا۔ پھر اس نے وہ گلاس اٹھایا اور اسکی طرف دیکھا۔

وہ خوف سے اپنی جگہ پر سمٹی۔ "کیا کہہ رہی تھی تم؟ اس وقت تمہارا کوئی موڈ نہیں ہے مجھ جیسے شرابی کے منہ لگنے کا؟" وہ خود سے سوال کرتا، خود سے جواب دیتا اس کے قریب بیٹھا۔ "اور یہ کہ میں نشئی ہوں؟ آج تمہیں بھی شراب کی لذت چکھاؤں گا۔" اس نے گلاس منال کے منہ کے قریب کیا۔

☆☆☆

'کبھی تو تو بھی محبت کرے گا۔'

فاران احمد نے محبت کی تھی!

'تو بھی کسی کو ٹوٹ کر چاہے گا۔۔'

اس نے بھی کسی کو ٹوٹ کر چاہا تھا۔

'اور پھر۔۔پھر وہ تجھے چھوڑ جائے گی۔'

اور پھر وہ اسے توڑ گئی۔

'پھر میں تیرے پاس آؤں گا۔ اور کہوں گا کہ دل پہ مت لے۔ وہ چلی گئی تو کیا ہوا، کوئی اور آجائے گی۔'

اسکے جانے کے بعد کوئی نہیں آیا۔ اس نے آنے ہی نہ دیا۔

"یہاں دستخط کرو غازہ ! "کاغذ غازہ کے سامنے کرتے ہوئے انہوں نے کہا تو غازہ نے ایک نظر اپنے سامنے بیٹھے اس اجنبی شخص کو دیکھا جس سے ابھی وہ چند گھنٹوں پہلے ملی تھی۔ ان چند گھنٹوں کی ملاقات نے اس شخص کو اس کا مختار بنا ڈالا تھا۔ زندگی میں پہلی بار قلم پکڑتے ہوئے غازہ کے ہاتھ بُری طرح کانپے تھے۔ وہ تو باآسانی قلم تھام کر شفاف کاغذ پر آڑھی ترچھی لکیریں کھینچ کر بہت سارے خاکے بنالیا کرتی تھی، کچھ دھندلے ہوتے تو کچھ میں پہلی ہی جست میں جان موجود ہوتی۔

"تم رشتے کھونے سے ڈرتی ہو غازہ ! "سبیکہ کا چند روز قبل کہا گیا جملہ کان کے پردے پر ابھرا تھا۔

"سچ کہا تھا تم نے میں رشتے کھونے سے ڈرتی ہوں سبیکہ ! اور یہ نیا ادھورا رشتہ بھی شاید میں کھونے کے لیے ہی بنا رہی ہوں۔" دل میں اس کے کہے کا جواب دے کر اس نے کاغذ پر قلم گھسیٹا تھا۔ عجیب بات تھی وہ ایک کاروباری شادی کے لیے دلہن بنی ہوئی تھی۔

☆☆☆

"میری زندگی برباد کر کے تم یہاں سکون سے سو رہی ہو۔ شام سے مینو مجھے فون کر رہی ہے اور میں اس کا فون نہیں اٹھا رہا جانتی ہو کیوں؟ کیونکہ میں اس سے بے وفائی کرنے پر بے حد شرمندہ ہوں۔ اپنی زندگی میں پہلی بار میں نے کسی کو چاہا ہے اور تم زبردستی ایک بزنس ڈیل کی طرح میرے سر پر آگئی ہو۔" وہ بالوں میں ہاتھ چلاتا ہوا اپنے اندر کا سارا انتشار اس پر انڈیل رہا تھا۔ غازہ خاموشی سے بس اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔ اسے واقعی ہی اس شخص پر ترس آیا تھا جس کی محبت آباد ہونے سے پہلے ہی اس کے باپ نے اجاڑ دی تھی۔ وہ بستر سے اتر کر اس کے نزدیک آئی تھی۔

"میں بہت تلخ ہو چکی ہوں کلیج ! جانتے ہو کیوں؟" اس نے اس کے چہرے کی جانب دیکھتے ہوئے انتہائی آہستگی سے کہا تھا۔

"کیونکہ اس دنیا اور معاشرے کی سفاکی آپ کو تلخ بنا دیتی ہے۔ اول تو مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ تم کسی سے کمیٹڈ ہو اور بالفرض اگر مجھے معلوم بھی ہوتا تو تب بھی میں وہاں کچھ نہیں کر پاتی۔ میں یہ کاغذی تعلق تب بھی نہیں روک سکتی تھی۔ تمہاری مجرم میں نہیں ہوں کلیج ارسلان ! بلکہ اپنے مجرم تم خود ہو۔ مینو کے مجرم تم ہو جو محض اپنے باپ کی لالچ کے ہاتھوں اپنی محبت پر ایک کاغذی سوتن لے آیا۔" وہ سینے پر بازو لپیٹے انتہائی تلخی سے کہہ رہی تھی جبکہ کلیج بس حیرت سے اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔

"جانتے ہو میرے لیے اب محبت کیا ہے۔" وہ آنسوؤں کو بمشکل روکے ہوئے تھی۔ "م جس سے (ال) مالک شروع ہوتا ہے، ح جس سے (ال) حلیم شروع ہوتا ہے، ب جس سے (ال) باری اور ت سے تمنا (وہ جو اللہ سے کی جاتی ہے) شروع ہوتی ہے۔۔ بس یہی ہے میرے نزدیک محبت!" وہ ضبط کی انتہا پہ تھی۔ "ایک وقت تھا تم میری تمنا تھے مگر اب صرف ایک ہی تمنا ہے میری۔۔۔۔ اللہ۔۔۔۔ بس اللہ۔۔۔!" وہ رکی اور گہرا سانس لے کر بولی۔ "ایک بار بھابھی نے کہا تھا کہ ایک بار جو چڑھ جائے رنگِ حبِ الٰہی تو اترتا نہیں۔۔۔۔! ہاں وہی رنگ چڑھ گیا ہے مجھے۔" وہ زید کی خاموشی سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔ اب ایک آخری جملہ رہ گیا تھا کہنے کو۔ وہ ہمت پیدا کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ کہنے لگی تھی کہ زید بولا۔ "تمنا تمہیں نہیں بھی ہے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں تمہارا ہوں، تمہارا تھا، اور تمہارا ہی رہوں گا۔ شوہر کی تمنا بھی ہوتی ہے بھلا کسی کو۔" وہ مسکرانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"شوہر کے غیر محرم ہونے میں بس ایک دستخط کی دیر ہوتی ہے۔" وہ سنگدل ہو چکی تھی۔ دوسری جانب زید کو دھچکا لگا تھا۔

☆☆☆

"مجھے سننے میں آیا ہے کہ تم کسی کو پسند کرتی ہو۔" اسے جھٹکا لگا کیا وہ جان گئے تھے۔ وہ ذرا بوکھلا گئی مگر جھوٹ وہ نہیں بولنا چاہتی تھی۔

"جی، مگر آپ سے کس نے کہا؟" اس نے لکھ ہی دیا۔

"وہ اہم نہیں ہے۔ تم یہ بتاؤ کہ اس کا نام کیا ہے؟" وہ کچھ مزید بوکھلائی۔ اب کیا کرے؟

"میں نہیں بتا رہی۔ ابھی کچھ کنفرم نہیں ہے۔ میں ایسے تو نام نہیں بتا سکتی نا؟" اسے یہی جواب ٹھیک لگا تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ وہ یہ تاثر دے گی کہ وہ جو کوئی بھی ہے اس نے سوچنے کا وقت مانگا ہے۔ اب جھوٹ ہے تو جھوٹ سہی۔ شرم سے تو بچ جائے گی نا۔

"ویسے تم نہ بھی بتاؤ تو میں جانتا ہوں وہ کون ہے۔" وہ گھبراہٹ میں پگھل رہی تھی جلتی موم کی طرح۔

اچھا اتنے پُریقین ہیں تو بتائیں نام؟" اس نے ڈرتے ڈرتے ٹائپ کیا۔

"میں جانتا ہوں تم مجھے ہی پسند کرتی ہو، آئمہ۔" وہ دم بخود رہ گئی۔ آخر وہ کیسے جان سکتے تھے؟ ور اگر وہ جانتے تھے تو کب سے جانتے تھے؟ وہ حیران بھی تھی اور پریشان بھی۔

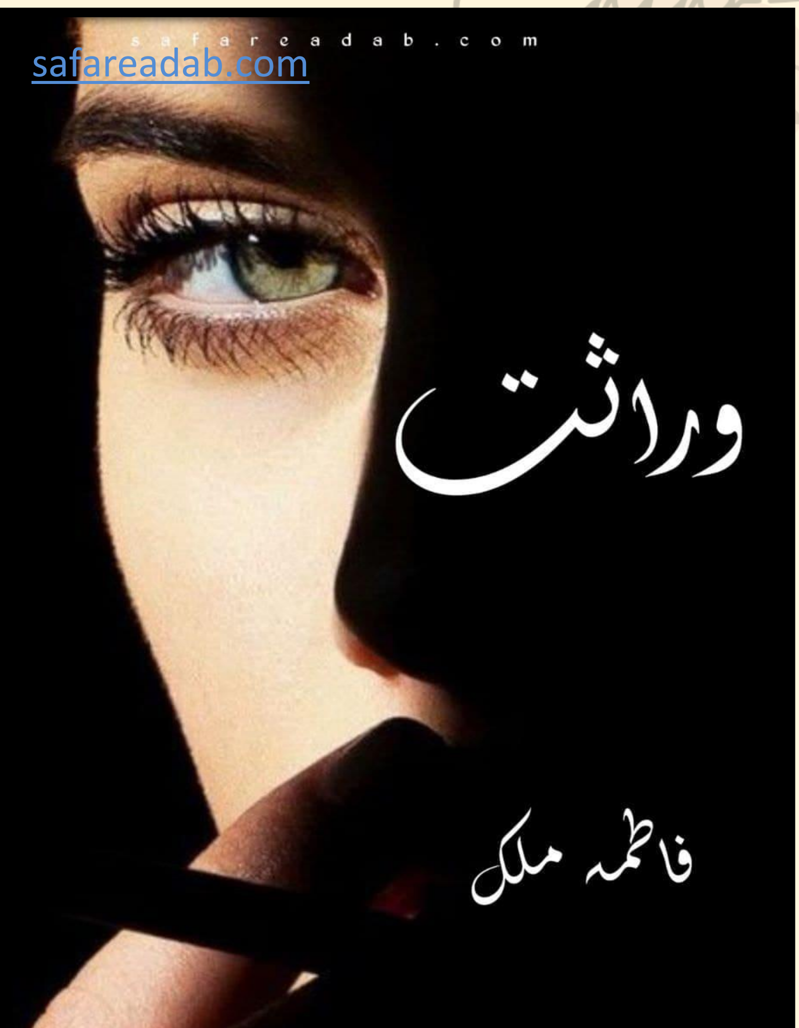

"اگر تمہاری مجھ سے شادی نہ ہوئی ہوتی اور تمہیں موقع ملتا تو کیا تم حسن خان کو اپنا لیتی؟"

رقیہ الجھ سی گئی۔ "میں سمجھی نہیں آپ کی بات کا مطلب۔"

وارث جان نے بہت سوچنے کے بعد سوال کا انداز بدل دیا۔ "تمہیں مجھ میں یا حسن خان میں سے کسی ایک کو چننا ہو تو کسے چنو گی؟"

رقیہ وارث کے اس سوال پر ناراض ہو گئی۔ "کیا ہو گیا ہے آپ کو۔ یہ کیسا عجیب سا سوال ہے۔۔ آپ شوہر ہیں میرے اور وہ کوئی نہیں میرا۔ بس ساتھ پڑھتا ہے اور اچھا کلاس فیلو ہے۔ اس کا آپ سے کیا مقابلہ بھلا!!"

وارث جان ابھی بھی الجھا ہوا تھا۔ "رقیہ میں صرف اور صرف تمہیں خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔ اگر تم حسن خان کے ساتھ کو پا کر خوش رہ سکتی ہو تو۔۔۔" اس کے باقی ماندہ الفاظ اندر کہیں دب کر رہ گئے تھے۔ رقیہ جو وارث جان سے کبھی اونچی آواز میں بولنے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ اس نے وارث جان کے گال پر زوردار تھپڑ مار دیا۔۔ اسے خود بھی اندازہ نہیں تھا کہ کیسے اس کا ہاتھ وارث پر اٹھ گیا۔۔

☆☆☆

"امبر تم نے کہیں رقیہ کو دیکھا ہے۔ مجھے گیٹ سے پتا چلا کہ رقیہ آ چکی ہے۔" رقیہ کی حسن کی طرف بیک تھی۔ رقیہ مسکراتے ہوئے پلٹی اور حسن خان وہیں دل تھام کر کھڑا ہو گیا۔ "اف۔۔ کوئی اتنا خوبصورت کیسے ہو سکتا ہے۔" اس سے پہلے کہ حسن خان مزید کچھ اور کہتا رقیہ اس کی طرف بڑھی۔ حسن خان کی آنکھوں کی چمک بتا رہی تھی کہ آج وہ رقیہ کو پا لینے کے جنون سے آیا ہے۔ حسن خان کے ساتھ اس کی والدہ بھی تھیں۔ انہوں نے رقیہ کے لیے تعریفی جملے کچھ اس طرح کہے۔ "بہت خوبصورت ہو تم اور آج تو بہت زیادہ حسین لگ رہی ہو۔ جانتی ہو آج حسن مجھے کیوں لایا ہے اپنے ساتھ؟؟" ابھی وہ مزید کچھ کہتیں کہ رقیہ نے مسکرا کر حسن کو مخاطب کیا۔

"حسن ان سے ملو میرے ہسبنڈ۔ سردار وارث جان۔" حسن کی آنکھیں پھٹ سی گئیں وہ بے اختیار بولا "کیا؟؟ کیا کہا ہے تم نے۔۔؟؟ کون ہے یہ؟؟۔۔۔ مطلب تمہارے ساتھ کیا رشتہ ہے ان کا؟؟؟"

ناول عزیزہ کی ایک جھلک

"میرے خیال سے اگر ہم باہر بیٹھ جائیں تو زیادہ مناسب رہے گا۔" اس نے گلا کھنکھارتے ہوئے بات کا آغاز کیا۔ نظریں ہنوز جوتوں کی طرف تھیں۔

"جی بہتر۔" حاشر کی اس بات نے عزیزہ کا حوصلہ بحال کیا۔ اس نے دل ہی دل میں شکر ادا کیا اور دونوں بیک وقت کھڑے ہو گئے۔

"میں پکڑ لیتا ہوں۔" عزیزہ نے کتابیں اٹھانے کے لیے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ حاشر بولا۔

اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی حاشر ایک ہاتھ میں موبائل فون پکڑے دوسرے ہاتھ سے کتابیں اٹھا چکا تھا۔

"چلیں۔" اس نے عزیزہ کو ہاتھ کے اشارے سے آگے بڑھنے کو کہا۔

اب وہ دونوں کمرے سے باہر نکلے اور دونوں ساتھ چلتے ہوئے لاؤنج تک آئے اور اس سب میں عزیزہ کو پہلی بار اس بات کا احساس ہوا تھا کہ وہ بہت سلجھا ہوا شخص تھا۔ وہ چاہے تھوڑا شوخ تھا مگر اس کی پرورش بہت اچھے سے ہوئی تھی کہ وہ کبھی بھی کسی لڑکی کی عزت پر کمپرومائز نہیں کر سکتا تھا۔

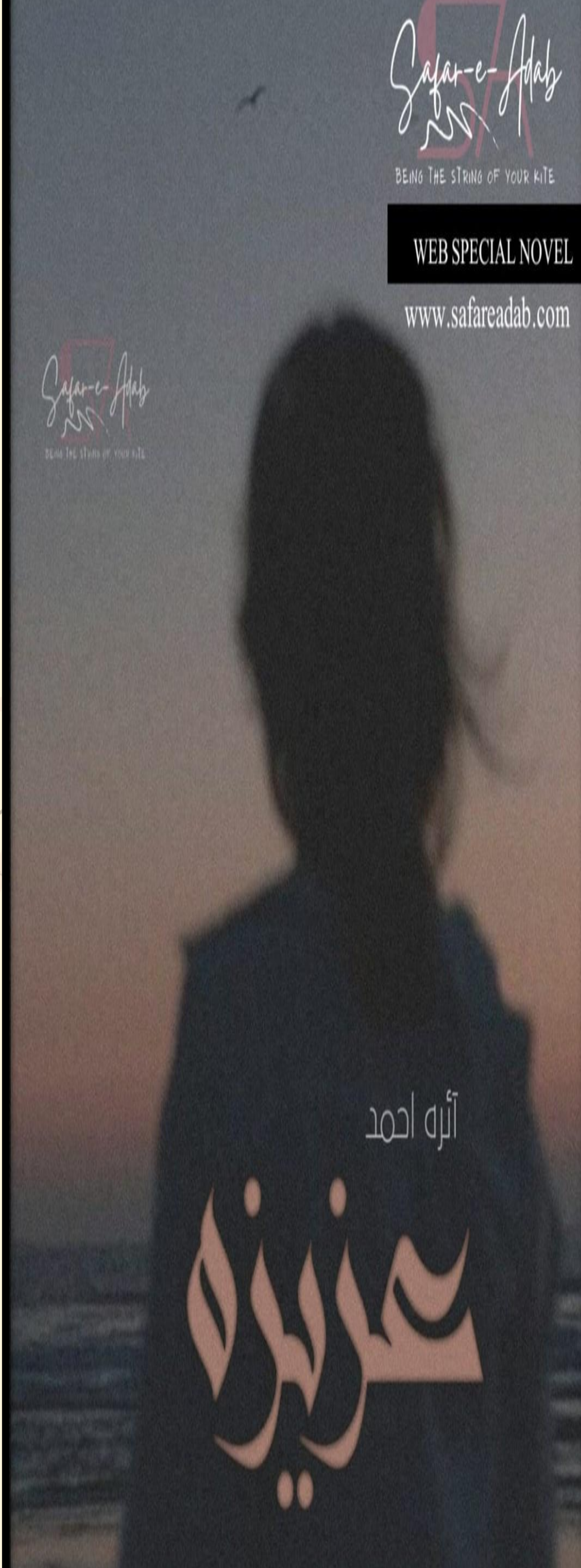

وہ دونوں لاؤنج میں بیٹھے کافی دیر تک پڑھائی کرتے رہے اور عزیزہ کو احساس ہوا کہ وہ ایک بہت اچھا استاد بھی ہے۔ اس نے اتنے اچھے سے سوال حل کروائے کہ کچھ ہی دیر میں اسے سب سوالوں کی سمجھ آگئی اور پھر سارے سوال وہ خود حل کرتی رہی اور ساتھ ساتھ اسے دکھاتی رہی۔

اور حاشر خاموش نظروں سے عزیزہ کی ایک ایک حرکت نوٹ کر رہا تھا۔ اس کی نظروں نے عزیزہ کی آنکھوں سے لے کر اس کے

ہاتھوں تک کا سفر طے کیا۔ جس میں وہ قلم پکڑے مسلسل لکھ رہی تھی۔ اور حاشر پر یہ گمان گزرا کہ اس کے ہاتھ اس کی آنکھوں سے زیادہ پیارے ہیں۔ وہ آج تک صرف اس کی آنکھیں ہی دیکھتا آیا تھا۔ آج پہلی بار اس کی نظر اس کے دودھیا ہاتھوں پر گئی۔ اس کی انگلیاں پتلی اور لمبی تھیں جبکہ ہتھیلی چوڑی اور گلابی رنگ کی تھی۔ اس کی ہاتھ کی پشت پر تمام نسیں بہت واضح تھی۔ جیسے کسی مصور نے ہری اور جامنی رنگ سے پیڑ کی شاخیں بنائی ہوں۔

ناخن عام لڑکیوں کی نسبت چھوٹے مگر نفاست سے کاٹے گئے تھے۔ گلابی ناخن جو کنارے سے سفید ہو جاتے تھے جیسے ان پر قدرتی وائٹ نیل پینٹ لگی ہوئی ہو۔ حاشر کو کبھی بھی لڑکیوں کے جنات جیسے بڑے ناخن پسند نا تھے۔ وہ شروع سے ہی اس طرح کی لڑکیوں سے چڑتا تھا جو لمبے ناخن رکھتی تھی۔ اسے یاد تھا ایک مرتبہ کالج میں عافیہ کو بھی لمبے ناخن رکھنے کا شوق ہوا تھا تو اس نے ڈیڈ سے کہہ کر اس کے ناخن کٹوا دیے تھے۔

"ڈیڈ! یہ آپا کو بولیں کہ اپنے چڑیلوں جیسے ناخن کاٹے اور آئندہ کے بعد مجھے اس کے ناخن بڑھتے ہوئے نا دکھیں۔" اس نے بڑے بھائی کی طرح اسے ڈانٹا تھا۔

"یہ تو بہت آسان تھا۔ ہو بھی گیا۔" عزیزہ نے خوشی سے چہکتے ہوئے کہا اور حاشر کو دیکھ کر چپ ہو گئی۔ اسے کسی اجنبی کے ساتھ اتنا فرینک نہیں ہونا تھا۔

اس کی مسکراہٹ دیکھ حاشر کے لیے اندازہ لگانا مشکل تھا کہ اس کی آنکھیں زیادہ پیاری ہیں یا اس کی مسکراہٹ یا پھر اس کے خوبصورت گلابی ہاتھ۔

"ہر چیز تب تک مشکل ہوتی ہے جب تک ہم اسے سمجھ نہیں لیتے سمجھ آنے کے بعد ہر چیز پہلے سے زیادہ آسان ہو جاتی ہے۔" اس نے کسی ماہر استاد کی طرح عزیزہ کو سمجھایا۔

"لیکن مجھے میتھ سمجھنے میں بہت مشکل ہوتی ہے۔" عزیزہ نے اسے اپنا مسئلہ بتایا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

مکمل ناول فری میں پڑھنے کے لیے یہاں کلک کریں۔

safareadab.com

سفر ادب کی جانب سے ناولوں کی پی ڈی ایف کاپی کو ہر غلطی سے ماورا بنانے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ کسی بھی طرح کی غلطی پائی جانے پر اسے محض اتفاق سمجھا جائے۔ ہماری ٹیم کے تیار شدہ پی ڈی ایف کے تمام جملہ حقوق سفر ادب کے نام محفوظ کر لیے گئے ہیں۔ کسی ادارے یا شخص کی جانب سے ہمارے کام کو اپنے آفیشل استعمال میں لانے کی کوشش کو غیر قانونی سمجھ کر سفر ادب کی جانب سے کاروائی کی جا سکتی ہے۔

- ٹیم سفر ادب